سدا بہار خوشبوئیں



تالیف
فضیلۃ الشیخ سید محمد صالح فرفور

ترجمہ
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

من رشحات الخلود

کا اردو ترجمہ

سدا بہار خوشبوئیں

مصنف

محدث کبیر علامہ سید محمد صالح فرفور گیلانی

بقیۃ السلف شیخ الحدیث

مترجم

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ ○ لاہور

بانی :بقیۃ السلف شیخ الحدیث علامہ **محمد عبدالحکیم شرف قادری** قدس سرہ

نام کتاب .... من رشحات الخلود

اردو ترجمہ .... **سدابہار خوشبوئیں**

مصنف .... محدث کبیر سید محمد صالح فرفور گیلانی رحمہ اللہ

مترجم .... شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

اشاعت .... صفر المظفر 1424 / مارچ 2003ء

صفحات 266

باہتمام .... حافظ نثار احمد قادری

تصحیح .... محمد عبدالستار طاہر مسعودی

کمپوزر .... الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ۔ لاہور

تعداد 1000

قیمت .... 200/- روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور 0321-7226193 042-7226193

کاروان اسلام پبلی کیشنز۔ ایچ بی ہاؤسنگ سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور

ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ لاہور — **شبیر برادرز** اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ۔ لاہور — **زاویہ پبلشرز** داتا دربار۔ لاہور

مکتبہ ضیاء العلوم۔ راولپنڈی — **مکتبہ برکات المدینہ**۔ کراچی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ۔ ملتان — **مکتبہ اہل سنت** ۔ فیصل آباد

انتساب

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت مولانا حافظ شاہ حاجی

سید محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہٗ العزیز

موضع رنمل شریف، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

کے نام

جن کی توجہات عالیہ سے ہزاروں افراد اسلام کے نور سے منور ہوئے اور سرکار دو عالم ﷺ کی راہ پر گامزن ہوئے اور جن کا فیض آج بھی شرق تا غرب پھیل رہا ہے۔

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردم بہ گوہر شناس

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ
۲۶/ اگست ۲۰۰۲ء

شرف قادری

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ شخصیات جن کا مختصر تذکرہ حواشی میں کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا دین پارۂ ناں نہیں

علم وہ دولت ہے جس کی فضیلت کا کوئی ہوش مند انکار نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔ اسلام نے تو یہ حقیقت بڑے واشگاف الفاظ میں بیان کی ہے۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ (القرآن)

اے حبیب! آپ فرمادیجئے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

یہ استفہامِ انکاری ہے۔۔۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بے علم چاہے دنیا کی تمام دولت اور اقتدار کا مالک کیوں نہ ہو وہ ایک عالم کے برابر نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ بلکہ عالم کو اس پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔۔۔۔۔۔ حضرات علماء دین کو شعوری طور پر اس حقیقت کا احساس ہونا چاہیے کہ اگر ہمیں دنیاوی دولت کی فراوانی حاصل نہیں ہے تو کیا ہوا؟۔۔۔۔۔۔ ہمیں دولت علم تو حاصل ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا
لَنَا عِلْمٌ وَّلِلْجُهَّالِ مَالٌ
فَاِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ
وَّاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَّا يَزَالُ

- ہم اُس تقسیم پر راضی ہیں جو ہمارے بارے میں رب کائنات نے فرمائی ہے۔۔۔۔۔۔ ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال ہے۔
- اس لئے کہ مال عنقریب فنا ہو جائے گا اور علم زندہ و پائندہ دولت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں چار مرتبہ بلندیٔ درجات کا ذکر کیا ہے——
ایک دفعہ مجاہدین کے لئے اور تین مرتبہ علماء کے لئے——اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے
کہ علماء کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا بلند ہے؟

لیکن ایک لحہ ٹھہر کر اس نکتے پر غور کر لیجئے کہ کیا یہ مقام ہر عالم کا ہے؟——
کہنے کو تو وہ بھی اہل علم تھے جو کہتے تھے کہ امام حسین کا کام جلد تمام کرو ہم نے جا کر جمعہ ادا
کرنا ہے——وہ بھی عالم ہی تھے جن کے مشوروں سے امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام
احمد بن حنبل کو کوڑے مارے گئے——ابوالفضل اور فیضی بھی بڑے عالم تھے——
لیکن زمین بوس کے نام پر وقت کے شہنشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے میں کوئی قباحت
محسوس نہیں کرتے تھے——اللہ تعالیٰ نے تاجِ امامت ان کے سر پر نہیں بلکہ امام ربانی
مجدد الف ثانی اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے سر پر سجایا——جن کا سر صرف
اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے آگے جھکا——انہوں نے قصر شاہی کے طواف کو
سعادت دارین نہیں جانا——اور دربار شاہی میں جبیں سائی کر کے انسانیت کی تذلیل
نہیں کی۔

اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

امام احمد رضا بریلوی سے کسی نے فرمایش کی کہ نواب نانپارہ کے ہاں جشن منایا جا
رہا ہے آپ بھی اس کی شان میں ایک قصیدہ لکھ دیں——علم و عرفان کے امام سے اس
قسم کی فرمایش کتنی ہی نامعقول سہی، لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انہوں نے وہ جواب دیا جو

عنوانِ خودداری ہے اور سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل——انہوں نے فرمایا:

کروں مدحِ اہلِ دول رَضاؔ پڑے اس بلا میں میری بَلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

یہ صرف ایک شعر نہیں ہے، بلکہ اسے اہلِ علم و ایمان کے لئے دستورِ حیات قرار
دیا جاسکتا ہے۔

دنیائے سیاست کے سامری، مسٹر گاندھی کے پاس نہ جانے کونسا جادو تھا کہ
بڑے بڑے سیاسی لیڈر اور علماء اس کے پیچھے ہاتھ باندھ کر پھرتے تھے——لیکن جب
اس نے امام احمد رضا بریلوی سے ملاقات کا وقت مانگا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا:

برو ایں دامِ بر مرغِ دگرنہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

جاؤ یہ جال کسی دوسرے پرندے کے لئے بچھاؤ——کیونکہ عنقا کا آشیانہ
بہت بلند ہے (اور تمہاری پہنچ سے باہر)

ان کے فرزندِ اصغر حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں سے ہندوستان کی
وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو انہوں نے وقت نہیں دیا——
مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف ہو کر جب اندرا حکومت نے نس بندی کا پروگرام
شروع کیا تو دارالعلوم دیو بند کے مہتمم قاری طیب نے فتویٰ دیا کہ یہ حرام ہے——لیکن
بعد ازاں حکومت کا دباؤ پڑنے پر فتویٰ واپس لے لیا——حضور مفتیٔ اعظم ہند نے
اشتہارات سائیکلوسٹائل کرا کے پورے ہندوستان میں تقسیم کرادئے کہ نس بندی حرام۔
حرام۔ اشد حرام——ان پر بھی حکومت نے دباؤ ڈالا کہ اپنا فتویٰ واپس لیں——اللہ

رے شانِ استقامت! کہ وہ اسّی سال سے زیادہ عمر ہونے کے باوجود ڈٹ گئے —— اور ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے۔

یہ تو کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ہندوستان کا وزیر اعظم نرسیمارائو بریلی آیا —— وہ امام احمد رضا بریلوی کے مزار پر چادر چڑھانا چاہتا تھا —— اور دو کروڑ کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا تھا —— لیکن وارثِ امام احمد رضا نے اسے مزار پر حاضر ہو کر چادر چڑھانے کی اجازت نہیں دی۔

لیکن عقلِ عیّار سو بہانے تراش لیتی ہے —— سو چور دروازے تلاش کر لیتی ہے —— ایوب خان کے دور میں ایک بزرجمہر نے ایوب شاہی دور کو دورِ خلافت سے تشبیہ دے ڈالی تھی —— آج بھی ایسے علماء کی کمی نہیں ہے —— آپ انہیں دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں سر کی آنکھوں سے دیکھ بھی سکتے ہیں —— اور ان سے مصافحہ کا شرف بھی حاصل کر سکتے ہیں —— حکمرانوں کی کمزوری کہیں یا بیماری کہ انہیں ایسے لوگ بڑے اچھے لگتے ہیں جو کہتے ہیں: ہاں جی ہاں آپ پاکستان کی ضرورت ہیں —— اور ان درباری علماء سے تو بڑے ہی راضی ہوتے ہیں جو انہیں وقت کا ''امیر المؤمنین'' قرار دیں —— اور ان لوگوں کی بات تو خاص توجہ اور التفات سے سنتے ہیں جو کہتے ہیں: سر! ہم آپ کی علمی اور دینی خدمات کو سلام کرتے ہیں —— اور وہ علماء اپنا قد و قامت مختصر کر لیتے ہیں جو اربابِ اقتدار کو کہتے ہیں: جناب مجھے آپ سے ذاتی کام ہے، مجھے ملاقات کا وقت دیجئے —— اور ان علماء کا تو ہر صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے جو نواز شریف کے دورِ اقتدار میں اسٹیج پر بے نظیر کے عیوب بیان کرتے ہوئے غیر شائستہ انداز بیان تک اُتر آتے تھے —— اور جب بے نظیر صاحبہ کا اقتدار آیا تو ان کی سرکاری ملازمت میں کوئی فرق نہیں آیا —— اب یہ تو وہ خود ہی بتا سکتے ہیں کہ کس ''سجدۂ سہو'' کی بدولت ان کی تمام

جسارتیں معاف ہو گئیں اور ان کی سرکاری ملازمت بحال رہی۔

آیئے اس سلسلے میں چند احادیث مبارکہ اور علمائے سلف کے ارشادات کا مطالعہ کریں۔

❶ ۔امام ابن ماجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہماری امت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے —— اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جاتے ہیں —— ان کی دنیا کا کچھ حصہ حاصل کریں گے —— اور اپنے دین کو بچا کر رکھیں گے —— اور اس طرح ہوگا نہیں —— جس طرح پُتھ کنڈے سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا —— اسی طرح ان امراء کے قرب سے سوائے گناہوں کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(ابن ماجہ شریف عربی، ص:۲۳۔۲۲)

❷ ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جُبُّ الحُزن جہنم کی ایک وادی ہے۔ جس سے جہنم بھی ہر دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ عرض کیا گیا اس میں کونسے لوگ داخل ہوں گے؟ فرمایا: وہ قرّاء (علماء) جو اپنے اعمال کی نمائش کرتے ہیں —— اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین قرّاء (علماء) میں سے وہ ہیں جو امراء کی زیارت کرتے ہیں، راوی محاربی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ظالم امراء ہیں۔ (ابن ماجہ، ص:۲۳)

اس وقت میرے سامنے علامہ علی بن عطیہ معروف بہ شیخ علوان رحمہ اللہ تعالیٰ (م۔۹۳۶ھ) کی کتاب ''نسمات الاسحار فی مناقب وکرامات الاولیاء الاخیار'' مطبوعہ بیروت ہے —— اس میں انہوں نے ظالم حکمرانوں کے پاس جانے کے بارے میں ایک فصل قائم کی ہے —— اس میں سے چند ارشادات نقل کئے جاتے ہیں:

❸ ۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم فتنوں کے مقامات سے بچو —— ان سے پوچھا

گیا کہ وہ مقامات کون سے ہیں؟ تو فرمایا: امراء کے دروازے۔

❹ ۔حضرت فضیل فرماتے ہیں: جو شخص جتنا صاحب اقتدار کے قریب ہوگا، اتنا ہی اللہ تعالی سے دور ہوگا۔

❺ ۔حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا: یہ لوگ جو بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں، امت مسلمہ کے لئے جوا کھیلنے والوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ (نسمات الاسحار، ص:۵۳)

خلاصہ یہ ہے کہ حکمرانوں سے اس مقصد کے لئے ملاقات کرنے میں حرج نہیں کہ ان کو کتاب وسنت کے مطابق صحیح مشورہ دیا جائے جس میں ان کا بھی فائدہ ہو اور امت مسلمہ کا بھی فائدہ ہو، لیکن ذاتی مفاد کے لئے ان سے ملنا اور ان کی خوشامد کرنا اور ایسے بیانات جاری کرنا جن سے مجموعی طور پر علماء کے وقار کو ٹھیس پہنچے کسی طرح بھی ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''سدابہار خوشبوئیں''، ''من رشحاتِ الخلود '' کا اردو ترجمہ ہے—— اس کے مصنف حضرت علامہ سید محمد صالح فرفور حضرت محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں—— ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء میں پچاسی سال کی عمر میں دمشق ہی میں فوت ہو گئے، دمشق میں آپ کا قائم کردہ مدرسہ ''معهد جمعية الفتح الاسلامی '' ان کے صاحبزادے شیخ سیف الدین کی سربراہی میں کام کر رہا ہے—— شیخ نے '' سلسلة الخلود '' کی تین جلدیں لکھی تھیں، پہلی جلد ''من نفحات الخلود '' کا ترجمہ راقم نے ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' کے نام سے کیا تھا جو مکتبہ قادریہ، لاہور سے ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء میں چھپ چکا ہے—— اس میں شیخ کا تفصیلی تعارف بھی شامل کیا گیا ہے—— دوسری جلد کا نام ''من نسمات الخلود '' ہے اس کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہوگا۔ اس وقت

تیسری جلد کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے جو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔

شیخ نے ماضی کے علماء، مجاہدین اور سلاطین کے منتخب واقعات پیش کر کے نوجوان طلباء اور علماء کو پیغام دیا ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہیے—— اس میں آپ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدا خوفی اور دنیا سے بے نیازی بھی ملے گی—— حضرت سعید بن مسیّب کی استقامت بھی نظر آئے گی جو سر پر برہنہ تلوار دیکھ کر بھی اپنے موقف میں لچک اختیار نہیں کرتے—— اس میں آپ کو عطاء بن ابی رباح، سید فقہاء الحجاز کا واقعہ بھی ملے گا جو وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں—— شاہ ان سے بار بار پوچھتا ہے کہ کوئی کام ہو تو بتائیں؟—— لیکن وہ ہر بار امت مسلمہ کا کوئی نہ کوئی مسئلہ پیش کرتے ہیں—— اپنا ذاتی مسئلہ ایک بھی پیش نہیں کرتے حد یہ کہ اس کے پاس پانی کا ایک گلاس بھی نہیں پیتے—— ان کی روانگی کے بعد ہشام نے دیناروں کی ایک تھیلی بھجوائی جو انہوں نے اسی طرح واپس کر دی—— مولانا عبدالحکیم افغانی کا واقعہ بھی پڑھیں گے کہ انہوں نے کس طرح حکومت ترکی کی پانچویں پلاٹون کے کمانڈر جواد پاشا کو لگی لپٹی کے بغیر نصیحت کی اور اس کا نذرانہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا—— غرض یہ کہ شیخ فرفور نے یہ بتایا ہے کہ علماء کا کام کیا ہے؟ اور ان کا مقام کیا ہے؟ اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے

آخر میں راقم نے ضمیمہ کا اضافہ کیا ہے—— اس میں محدث العصر شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جرأت اور حمایت حق کے حیرت انگیز کارنامے کا تذکرہ ہے—— وہ مکۂ معظمہ سے چل کر بغداد گئے—— اور وہاں روئے زمین کے سب سے بڑے تاجدار مامون الرشید کے بھرے دربار میں معتزلہ کے سردار بشر مریسی سے مناظرہ کیا اور اسے شکست دی—— جو دوسروں لفظوں میں مامون کی شکست تھی—— لیکن حیرت

کی بات ہے کہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے والی شخصیت کا نام کہیں دیکھنے سننے کو نہیں ملتا ——لاڑکانہ کے پاس رہنے والے محمد پناہ ٹوٹانی کے آگ میں چھلانگ لگانے اور محفوظ رہنے اور مخالف کے جل جانے کا واقعہ بھی شامل کیا ہے—— جو عقیدت مند کے لئے باعث تقویت اور غیر جانب داروں کے لئے سامانِ غور وفکر ہے—— نیز حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک چشم کشا تحریر شامل کی گئی ہے۔

سلسلۃ الحلو دکی تینوں جلدیں جناب عابد حسین شاہ حفظہ اللہ تعالیٰ (ریاض) کی عنایت سے موصول ہوئیں—— دوسری جلد ''من نسمات الخلود'' فضیلۃ الشیخ محمد عبداللہ آل رشید حفظہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی لائبریری سے لے کر ارسال کی—— مشہور دانشور اور صاحب طرز ادیب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی اور رضویات کے بین الاقوامی محقق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' پر تفصیلی تبصرہ تحریر کیا ہے—— کتب کثیرہ کے مصنف فاضل مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ العالی نے پیش نظر کتاب ''سدا بہار خوشبوئیں'' پر تعارفی تبصرہ لکھا ہے، یہ سب تبصرے ان حضرات کے شکریئے کے ساتھ کتاب کی ابتداء میں شامل ہیں—— اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

عزیزم حافظ نثار احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی طباعت اور ٹائیٹل کی تیاری میں خوب محنت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی اجر جمیل عطا فرمائے اور اس میدان میں مزید محنت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ
۲۶/ اگست ۲۰۰۲ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تاثرات

(۱) پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (ستارۂ امتیاز)
سابق ڈین فیکلٹی آف اسلام لرننگ، پنجاب یونیورسٹی

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب مستطاب جو نذر قارئین ہو رہی ہے، شام کے ایک معتبر اور معروف عالم شیخ محمد صالح فرفور صاحب کی تصنیف ''من رشحات الخلود'' کا اردو ترجمہ ہے، جسے محب گرامی حضرت مولانا شرف قادری نے اردو کے قالب میں بڑی خوبصورتی اور شستگی کے ساتھ ڈھالا ہے۔

شیخ محمد صالح فرفور دمشق کے ایک علمی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں جو ''فرفور'' کہلاتے ہیں، تصوف و طریقت کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی اس خانوادے کا بہت گہرا، تاریخی اور مسلسل تعلق ہے، ہر دور میں اس خانوادے کے اہل علم و معرفت نے نہ صرف اہل شام و عالمِ عرب بلکہ پوری اسلامی دنیا کی علمی و روحانی خدمات انجام دی ہیں، تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی ''فرافرہ'' کی خدمات بہت وسیع اور بار آور رہی ہیں، شیخ محمد صالح فرفور ان بہت سے فرافرہ میں سے ہیں جن سے راقم کو شرفِ ملاقات حاصل ہے، کئی ایک یونیورسٹی اساتذہ اور ادباء کے محترم نام ایسے ملیں گے جو اسی جلیل القدر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ شام کے عوام و خواص کے علاوہ پوری عرب دنیا کے اصحاب علم و فضل اس خاندان کی علمی، ادبی، تدریسی اور تصنیفی خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس خاندان کے جن حضرات سے میں ملا ہوں، وہ سب کے سب علم و عمل کی جامع تصویر اور سیرت و اخلاق کی بلندی پر نظر آئے۔

یہ کتاب واقعی عمدہ و مستطاب ہے، فاضل مصنف نے مسلم نژادِ نو کی رہنمائی اور سبق آموزی کا بہت قیمتی سامان کیا ہے، اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہی قوموں کی بنیادی ضرورت ہے، مگر ان کے کارناموں کو یاد رکھنا اور عملی زندگی میں ان سے استفادہ کرنا احسان شناسی بھی ہے اور انسانیت دوستی بھی، تاریخ اور اسلاف کے کارنامے قوموں کی اصل اور جڑ کی حیثیت رکھتے ہیں، مگر اپنی تاریخ کو دُہرانا اور اپنے عمل سے اسلاف کے کارناموں کو زندہ کرنا قوموں کی زندگی ہے اور روشن مستقبل کی ضمانت بھی ہے۔

شیخ محمد صالح فرفور نے اسلامی تاریخ کی زندۂ جاوید ہستیوں کی زندگی، کارناموں اور اخلاق کو اس کتاب ''رشحات الخلود'' میں ایسے عمدہ اسلوب کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بچے، نوجوان اور باقی سب لوگ بھی اسے پڑھتے ہوئے خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں، حوصلے بلند ہوتے ہیں اور جذبۂ دل بیدار ہوتا ہے، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے کتاب کو نہایت اعلیٰ اسلوب میں بڑی محنت اور توجہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ عام فہم مگر عالمانہ اور شستہ اردو میں اس طرح پیش کیا ہے کہ عربی متن کے قاری کی طرح اردو ترجمہ کا قاری بھی خوشی اور دلچسپی سے بہرہ ور ہوتا ہے اور عملی زندگی کے لئے اسلاف کے ان اعلیٰ نمونوں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے اور راہِ عمل کے لیے عمدہ سامان بھی نصیب ہوتا ہے۔

قادری صاحب کے اس ترجمہ پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے شیخ فرفور بہت خوش نصیب ہیں کہ انہیں مولانا شرف قادری صاحب جیسا فاضل مترجم میسر آیا۔ جس نے ان کی متعدد تصانیف [1] کو عربی سے اردو میں منتقل کر کے قارئین کے دائرے میں بڑی وسعت پیدا کردی ہے، کیونکہ عربی زبان کی طرح اردو زبان کے قارئین کا دائرہ بھی وسیع بلکہ لامحدود ہے اور دنیا کے کونے کونے میں یہ تصنیف پہنچ گئی ہے۔ اس سے دنیا کے ہر اچھے ملک کے ہر

[1] (۱) من نفحات الخلود (۲) من رشحات الخلود اور (۳) من نسمات الخلود

بڑے شہر میں عربی پڑھنے اور سمجھنے والے مل جاتے ہیں، اسی طرح اردو بھی اب ایک عالمی زبان بن چکی ہے اور اس کے پڑھنے اور سمجھنے والے بھی تقریباً ہر جگہ مل جاتے ہیں۔

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ہمارے ان علماء میں سے ہیں جو اردو اور عربی میں یکساں طور پر قلم برداشتہ لکھنے پر قادر ہیں، متعدد تصانیف دونوں زبانوں میں قارئین سے کلمۂ استحسان اور خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ قادری صاحب ایک جلیل القدر عالم دین بھی ہیں مگر وسیع القلب انسان بھی ہیں۔ علم کے ساتھ حلم اور شفقت کے ساتھ تواضع اگر کسی ایک شخصیت میں مجسم دیکھا ہو تو شرف قادری کو دیکھئے، مجھے ان کی شخصیت سے تو بیشمار فوائد پہنچے ہیں، مگر ان کے علم سے بھی محروم نہیں رہا، میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور ان کے علم و فضل کے فیض کو عام فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ عالم آمین باد!

3.2.2003

ظہور احمد اظہر

لاہور

(۲)

معروف دانشور، صاحبِ طرز ادیب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی

حرفے چند

آج کا انسان اپنی تیز رفتار ترقی پر انتہائی خوش اور نازاں ہے —— کمپیوٹر اور سیٹلائٹ کے اس دور نے فی الواقع انسان کو بہت کچھ دیا ہے —— کل کے خواب آج واقعات بن چکے ہیں اور ماضی کی کہانیاں حال کی حقیقت میں ڈھل چکی ہیں —— برسوں قبل اُڑن کھٹولے کی باتیں محض بچوں کے بہلانے کے لئے ہوتی تھیں —— آج آواز سے تیز رفتار طیارے ہواؤں کا سینہ چیر رہے ہیں —— کل تک سمندر کی موجیں انسان کے لئے اژدہا بنی ہوئی تھیں —— آج وہی سمندر اور اس کی طوفانی لہریں انسان کی مُٹھی میں بند نظر آتی ہیں —— اور ایک فرمانبردار غلام کی طرح انسان کو اپنے دوش پر بٹھائے ہلکورے دے رہی ہیں۔

روشنیوں کا سیلاب، نو بہ نو ایجادات، جدید ترین ذرائع مواصلات، ان سب نے مل کر دنیا کے جنگل میں منگل کر دیا ہے —— پوری دنیا سمٹ کر ''گلوبل ویلج'' کا رُوپ دھار چکی ہے —— طلوعِ صبح کے ساتھ انسان سفر پر روانہ ہو کر غروبِ آفتاب سے پہلے دنیا کے کسی بھی دُور دراز علاقے میں پہنچ سکتا ہے —— اور اگلی صبح کا ناشتہ دوبارہ اپنے گھر کی ٹیبل پر کر سکتا ہے —— یہ ہوشربا ترقی فی الواقع حیران کن ہے —— لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی المیہ ہے کہ زمینی فاصلے روز بروز سمٹ رہے ہیں —— مگر روحانی اور ذہنی فاصلے دن بدن بڑھ رہے ہیں —— باہر کی دنیا کہکشاں بنی ہوئی ہے مگر انسان کا باطن گھپ اندھیر قبرستان بن چکا ہے —— کارکنانِ قضا و قدر انسان کے خادم بن چکے ہیں —— لیکن انسان حالات کے جبر کے سامنے نادم دکھائی دیتا ہے —— انسان نے سمندر کی موجوں کو تو مسخر کر لیا —— لیکن نفس کی لہریں وہ اب تک قابو میں

نہیں لا سکا —— آندھیاں اور طوفان اس نے کنٹرول کر لئے ہیں مگر اندر کا انسان اُس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔

تہذیبِ حاضر نے علم کے انبار لگا دیئے ہیں —— مگر انسان کو اپنی پہچان سے محروم کر دیا ہ —— ذخیرۂ معلومات کی کوئی حد نہیں، مگر ذریعۂ معلومات بہت حد تک مشتبہ اور ناقص ہے —— چنین و چناں کی پوری کتاب مرتب ہو گئی ہے، مگر یقین و ایمان کا ورق ابھی تک سادہ ہے —— اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تن فربہ اور من لاغر ہوتا جا رہا ہے —— خدا نہ کرے کہ آج کا انسان اپنے ہی ملبے میں دب کر دم توڑ دے —— جس کے آثار و شواہد بہر حال موجود ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں جنگ و جدال برپا نہ ہو —— انسان کے ہاتھوں انسان پامال نہ ہو —— روز بروز یقین کی رکاب پاؤں سے کھسکتی اور ایمان کی باگ ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے —— کسی زمانے میں انسان راکب اور دُنیا مرکب تھی —— آج انسان کی پیٹھ ہوسِ دنیا کے لئے کاٹھی کا کام دے رہی ہے —— حرص و ہوا کا بوجھ ہے کہ بڑھتا جا رہا ہے —— آج کا انسان باطنی طور پر اتنا کوتاہ نظر کیوں ہو گیا ہے؟ کہ اُسے سانپ کی رنگدار اور ملائم جلد تو دکھائی دیتی ہے لیکن اُس کے زہر پر نگاہ نہیں جاتی —— میک اپ پر تو وہ فریفتہ ہے مگر اس کے اندر چھپی ہوئی چڑیل پر نظر نہیں ڈالتا —— اسبابِ دُنیا کی اسے خوب خبر ہے لیکن مسبب الاسباب سے قطعاً غافل ہے —— کائنات کی رنگارنگی تو اسے مسحور کر رہی ہے لیکن خالقِ کائنات کی عظمت و بزرگی کا اُسے احساس اور اعتراف نہیں —— انسان یہ بھول رہا ہے کہ اُس نے یہ معرکہ پہلی بار سر کیا ہے —— قبل ازیں بھی گرانڈیل تہذیبیں ہو گزریں اور دم توڑ چکی ہیں —— نمرود و فرعون لجنڈ کا درجہ رکھتے ہیں —— قلعوں کی فصلیں اور امراء کی حویلیاں آج بھی عہدِ رفتہ کو آواز دے رہی ہیں، لیکن وہ سارا طمطراق آج مٹی کا ڈھیر بنا ہوا ہے —— آج کا ''کھڑاک'' بھی پیوندِ زمین ہو کر رہے گا۔

ایسے عالم میں ضروری ہے کہ انسان اپنا اندر ٹٹولے ـــــ سارا کام بصارت سے نہیں کچھ کام بصیرت سے لے ـــــ تجرباتِ سائنسی کے ساتھ ساتھ وارداتِ روحانی پر توجہ دے، ایجادات کے وفور میں دل کے نُور سے محروم نہ رہے ـــــ مقالاتِ حکیم کے دوش بدوش مشاہداتِ کلیم پر بھی نگاہ رکھے ـــــ صدائے جرسِ کارواں پر قانع نہ ہو ـــــ محملِ لیلیٰ کو گرفت میں لانے کا جتن کرے کہ یہی جوہرِ آدمیّت اور حاصلِ عبدیّت ہے۔

دمشق کے شیخِ طریقت حضرت سید محمد صالح فرفور علیہ الرحمہ کی کتاب ''من نفحات الخلود'' کا ترجمہ ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' اس وقت میرے سامنے ہے ـــــ ترجمے کا خوشگوار فریضہ ہمارے ممدوح جناب محمد عبدالحکیم شرف قادری نے سرانجام دیا ہے ـــــ اس کتاب میں وہ سب کچھ ہے جو انسانی باطن کے لئے اور موجودہ تہذیبی ڈھانچے کے لئے آج بہت ضروری ہے۔

ہم نے قصہ دارا و سکندر بہت یاد کرلیا۔ اب تو کسی مردِ قلندر کا تذکرہ از بر کرنا چاہیے ـــــ ورنہ سوسائٹی زیروزبر ہوتی نظر آرہی ہے۔

شیخ فرفور علیہ الرحمہ نے خشک تحقیقی زبان کی بجائے خوشبو بکھیرتے ہوئے بیان کا سہارا لے کر کچھ واقعات، کچھ باتیں، کچھ حکایات اور کچھ وارداتیں قلمبند کی ہیں ـــــ اگر ان کا مقصد دل کے تار ہلانا، ربطِ رُوح کو چھیڑنا، آنکھوں کے کنارے بھگونا، سینے میں ایک ہلچل مچانا، خوابیدہ ضمیر کو جگانا، غافل مزاج کو جھنجھوڑنا، کانوں میں نُقرئی گھنٹیاں بجانا، اور عقل کو عشق کے تابع لانا تھا تو وہ بلاشبہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں ـــــ کتاب میں اللہ والوں کی جرأت، اُن کے شوقِ شہادت، جذبۂ رفق ورحمت، اندازِ سخاوت، ذوقِ تلاوت، قناعت وعفت، عادلانہ سیاست، رنگِ عبادت، ملّی غیرت، تقاضۂ ایمان و اطاعت، اور اسلوبِ نصیحت کے خوبصورت تذکرے ہیں ـــــ آج کا انسان جو شوکت و سطوت، جاہ وحشمت، ہیبت ودہشت، قیادت وجلالت، مال ودولت اور منصب وحکومت پر مرا اور مٹا جارہا ہے۔

اُسے چاہیے کہ یہ تذکرے پڑھے، یہ خوشبوئیں سُونگھے، یہ باتیں سُنے، اور ایسی کتابیں دیکھے، تاکہ اُسے علم کے ساتھ معرفت نصیب ہو ـــــ ان خوشبوؤں سے مشامِ جاں کو معطر کرے، یہ باتیں سُن کر رنج کی باتیں بھلا دے ـــــ اور یہ کتابیں دیکھ کر صاحبِ کتاب (ﷺ) سے نسبت جوڑنے کی فکر کرے۔

شیخ فرفور رحمۃ اللہ علیہ نے تو جو رنگ باندھا سو باندھا، محترم شرف قادری نے ترجمہ کرکے اسے نیا آہنگ عطا کردیا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ممدوح مولانا محمد عبدالحکیم شرف کو پڑھنے اور لکھنے کا اعلیٰ ذوق اور سلیقہ عطا فرمایا ہے ـــــ مدرس آدمی بسا اوقات خشک ہوتا ہے۔ ہر وقت قال اقول کی گردان، ہر لحہ ضرب یضرب کی مشق، ہر آن فقہی بحث، ہر ساعت منطقی صغرے کبرے اور ہر دقیقہ کلامی نکتے اچھے بھلے انسان کو ''عبوساً قمطریراً'' بنادیتے ہیں ـــــ مگر ہمارے شرف صاحب چوبیس گھنٹے درس و تدریس میں منہمک رہ کر بھی تروتازہ زبان لکھنے کی خوبی سے آراستہ ہیں ـــــ جس طرح مرغابی دن رات پانی میں غوطے کھاتی ہے۔ مگر جب نکلتی ہے تو اس کے پروں پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح جناب شرف قادری اپنی ساری خشکی مسندِ تدریس پر چھوڑ آتے ہیں ـــــ جب لکھنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیتے ہیں، تو ان کا قلم آبشار کی طرح بہہ نکلتا ہے، جس کی آواز کانوں میں رس گھولتی ہے۔

میری قارئین سے درخواست ہے کہ وہ یہ کتاب پڑھیں از اوّل تا آخر ـــــ اُنہیں قطعاً احساس نہیں ہوگا کہ وہ کسی کتاب کا سپاٹ اور تکنیکی ترجمہ پڑھ رہے ہیں ـــــ بلکہ صاف محسوس ہوگا کہ وہ طبع زاد تصنیف کا مطالعہ کررہے ہیں ـــــ اور کسی بھی مترجم کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے، کہ وہ ترجمے میں آورد نہیں بلکہ آمد کا رنگ بھردے ـــــ حضرتِ شرف قادری بحمداللہ اس کوچے سے سُرخرو ہو کر نکلے ہیں۔

(''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' پر فکر انگیز تبصرہ)

(۳)

بین الاقوامی ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ الکریم

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اہل سنت کے مشہور و معروف قلمکار ہیں، وہ گزشتہ ۲۵۔۳۰ سال سے مسلسل لکھ رہے ہیں، اُن کی نگارشات کی تعداد ۳۰۰ سے تجاوز کر چکی ہوگی —— وہ محدث بھی ہیں، محقق بھی —— مدرس بھی ہیں، معلّم بھی —— مصنف بھی ہیں اور مولف و مترجم بھی —— زبان و بیان پر اُن کو پوری قدرت حاصل ہے، وہ اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں، مولیٰ تعالیٰ اُن کی خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

پیش نظر کتاب ''زندہ جاوید خوشبوئیں'' ایک عربی کتاب ''من نفحات الخلود'' کا اردو ترجمہ ہے، اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ ترجمہ معلوم ہی نہیں ہوتا —— تصنیف و تالیف سے ترجمہ زیادہ مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اِس میں مترجم کو پرواز فکر کے لیے آزاد فضا میسر نہیں ہوتی، اس کو پابند رہتے ہوئے قید و بند میں زبان و بیان کے جوہر دکھانے ہوتے ہیں —— اس سے زبان و بیان پر مترجم کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے —— حضرت علامہ شرف صاحب نے کامیاب ترجمہ کیا ہے —— انہوں نے اصل کتاب سے دل نکال کر ترجمہ میں رکھ دیا ہے —— مصنف کے دل کی دھڑکن ترجمے کے اندر محسوس ہوتی ہے —— فاضل مترجم مبارک باد کے مستحق ہیں ——

اس ترجمہ کو دل نشین انداز سے مرتب کیا گیا ہے —— ابتداء میں حضرت علامہ شرف صاحب کا ''حرف آغاز'' ہے جس میں انہوں نے دشمنوں کی فریب کاریوں اور جہاں بانوں کی ناعاقبت اندیشیوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسانیت کیا ہے، انسان

کون ہے؟ —— اس کے بعد علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے ''کلمات تقدیم'' ہیں جس میں انہوں نے فاضلانہ انداز اور ادیبانہ رنگ میں شخصیت و کردار کی اہمیت پر بھرپور اظہار خیال فرمایا ہے —— حضرت علامہ شرف صاحب کے بارے میں جو کچھ فرمایا سچ اور حق ہے —— آخری پیراگراف میں تاریخی ''چھیڑ چھاڑ'' اور ''اعتقادی بحث و کرید'' سے حضرت علامہ کے گریز کو خوش آیند قرار دیا ہے —— بات بھی یہی ہے۔ دور جدید میں زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے —— ''کلمات تقدیم'' کے بعد عزیزی مولانا ممتاز احمد سدیدی نے ''مثالی شخصیات'' کے عنوان سے اظہار خیال فرمایا ہے —— انہوں نے جدید معاشرے کا دردانگیز نقشہ کھینچتے ہوئے مثالی شخصیت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے، ایسے لکھنے والوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے تعمیر سیرت کے لیے لکھا ہے، پھر کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے —— اس کے بعد حضرت علامہ شرف صاحب نے مصنف کے حالات زندگی اور خدمات کا تفصیلی ذکر کیا ہے —— پھر فاضل مصنف شیخ محمد صالح فرفور کے پہلے ایڈیشن اور تیسرے ایڈیشن پر مقدموں کا ترجمہ ہے جس میں مصنف نے کتاب کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی ہے۔

''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' شیخ محمد صالح فرفور حسنی (م۔۱۹۸۶ء) کے حسین انشائیوں کا حسین مجموعہ ہے جس کا مقصد وحید زندہ و پائندہ شخصیتوں کے ذکر واذکار سے مُردہ دلوں کو زندہ کرنا ہے —— فاضل مصنف کے زبان و بیان، درود و سوز اور مثالی شخصیات کے انتخاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی مثالی شخصیت کے مالک ہیں —— جب الفاظ و حروف کے پیچھے زندہ شخصیت ہو تو وہ بولنے لگتے ہیں —— زندہ شخصیتیں ہی بناتی، سنوارتی ہیں —— شیخ محمد صالح فرفور کی نگارشات سوز و گداز سے معمور ہیں —— اُن کے جذبات میں جولانی اور فکر میں روانی ہے —— جب دل پر گھٹائیں چھاتی ہیں،

دماغ پر کبھی بوندا باندی ہوتی ہے اور کبھی موسلا دھار بارش، پھر قلم سے جھرنے پھوٹنے لگتے ہیں اور آبِ رواں مضامین کے کٹوروں میں، مقالات کی صراحیوں میں، کتابوں کے سُبو میں جمع کرلیا جاتا ہے، پھر دنیا بھر کے پیاسے اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔

فاضل مصنف نے الفاظ وحروف سے خوبصورت ایوان بنائے ہیں، جہاں شاہدِ معنی جھرونکوں سے جھانک رہے ہیں، جہاں جذبات کی قندیلوں اور احساسات کے جھاڑ فانوس سے فضائیں جگمگارہی ہیں — جہاں زندہ و پائندہ شخصیات اپنے اپنے کارناموں سے تاریخ پر انمٹ نقوش ثبت کررہی ہیں — عاشقِ رسول حضرت ابو ہریرہ ؓ یار کی ایک بات سننے کے لیے مدینہ منورہ سے مصر تشریف لے جارہے ہیں — حضرت حمزہ ؓ اپنی کمان کی ایک ضرب سے گستاخ رسول ابوجہل کا سر پھوڑ رہے ہیں — حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی ؓ شاہ روم کے دربار میں اسلام کا بول بالا کررہے ہیں اور ایمان و یقین کی شان دکھا رہے ہیں — حضرت خالد بن ولید ؓ شوق شہادت میں مست و سرشار نظر آرہے ہیں — حضرت ابان بن سعد ؓ ازدواجی زندگی کی رنگینیوں کو اسلام پر قربان کر کے جامِ شہادت نوش فرمارہے ہیں اور ان کی نوبیاہتا دلہن مجاہدوں کی صفوں میں بجلی کی طرح کوندتی ہوئی دشمنوں پر حملہ کررہی ہیں — حضرت صدیق اکبر ؓ کی صاحب زادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دیوار کعبہ پر لٹکی اپنے بیٹے کی لاش دیکھ کر فرما رہی ہیں، ''کیا اس شہسوار کے پیدل چلنے کا وقت نہیں آیا''؟ — حضرت سلمان فارسی، حضرت سعید بن عامر، حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ زہد وتقویٰ کے چراغ روشن کررہے ہیں، ملک کے مالک ہوتے ہوئے فقیرانہ زندگی بسر کررہے ہیں — صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ ایرانی دربار میں بے باکانہ چلے آرہے ہیں — حضرت عمر

فاروق، حضرت علی، وشریک بن عبداللہ ؒ عدل وانصاف کا علم بلند کررہے ہیں — خلیفہ مامون، نضر بن شمیل کو ایک علمی نکتے پر نواز کر اپنی علم پروری کا ثبوت دے رہے ہیں — حضرت عمر، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام جعفر صادق ؒ کے پند ونصائح فردوس گوش ہو رہے ہیں — الغرض ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' میں رنگ برنگ کے پھولوں کی ایسی خوشبوئیں ہیں جو مشامِ جاں معطر کررہی ہیں — کاش ہم حال کے بسنے والے ماضی کو بھی ایک نظر دیکھ لیں! — کاش زمین پر جھک کر چلنے والے، آسماں کو بھی دیکھ لیں! — حیف! ہم کہاں تھے، کہاں چلے گئے! — اب جاگنے کا وقت آگیا ہے — اب کچھ کر گزرنے کا وقت آگیا ہے — آیئے خونِ جگر سے چراغ جلائیں کہ دنیا کی اندھیریوں میں اجالا ہو — ہاں

ضبط کن تاریخ را پائندہ شد   از نفس ہائے رسیدہ زندہ شد

ازکراچی   احقر

۸؍جون ۱۹۹۴ء   محمد مسعود احمد عفی عنہ

(''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' پر بصیرت افروز تبصرہ)

(۴)

مصنف کتب کثیرہ فاضل شہیر مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ (کھاریاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلام ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔مکمل دین ہے۔کامل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں مکمل راہنمائی فرماتا ہے۔ہر دور، ہر علاقہ، ہر نسل، ہر زبان اور ہر رنگ کا مسلمان اس سے بھر پور استفادہ کرتا ہے۔اسلام کی طرف رجوع لانے والا مسلمان کسی اور سمت سے راہنمائی کا محتاج نہیں رہتا۔عبادات، معاملات، اخلاق، کردار، سیاست، زراعت، صنعت وحرفت، تجارت، حکمرانی، سپہ سالاری، سپہ گری، اُجرت، انفرادی زندگی، اجتماعی زندگی، معاشرہ، قوم وملت، تعلیم، تدریس، تربیت، عدالت، شہادت، وکالت —— غرض کون سا شعبہ ہے جس میں اسلام کی مکمل تعلیمات نہیں۔آج مسلمانوں کی زبوں حالی اور غیروں کی دریوزہ گری کا باعث صرف یہی ہے کہ اس نے اپنے حقیقی مأخذ اور مکمل نظام حیات کو ترک کر دیا ہے۔کاش! آج کا مسلمان پھر سے اپنے حقیقی سرمایہ اور ''اپنی دولت'' سے آشنا ہو جائے۔یہ غیروں کی دریوزہ گری سے بلند ہو کر اوروں کا راہنما ورہبر بن جائے —— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی ہمارے شکریہ کے خاص مستحق ہیں کہ انہوں نے گمشدہ موتی تلاش کر کے ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

آج کی علمی درس گاہوں میں جو کچھ پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے اس کا عملی زندگی سے کتنا تعلق ہوتا ہے؟ ہر پڑھنے والا پڑھنے کے بعد محسوس کر سکتا ہے۔عبادات ومعاملات اور اخلاق وکردار کی تعلیم تو ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔عبادات ومعاملات کا درس تو قدرے درس گاہوں میں ہو ہی جاتا ہے۔باقی رہے اخلاق سو وہ ہمارے درسی نصاب سے

تقریباً خارج ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے مدارس کے نصاب میں اخلاق سنوارنے کی تعلیم کو خصوصی توجہ دی جائے۔

علامہ سید محمد صالح فرفور حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۴۰۷ھ) کی کتاب مستطاب ''**من رشحات الخلود**'' اخلاقیات پر اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔یہ کتاب عربی میں ہے۔ہمارے برعظیم پاک وہند کے عام مسلمان عربی سے ناواقف ہیں۔حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے عام مسلمانوں کا استفادہ اس کتاب سے آسان فرما دیا ہے۔**فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔**

کہنے کو تو یہ کتاب ترجمہ ہے، اور اگر اصل کتاب کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ترجمہ بجائے خود ایک عمدہ تصنیف ہے۔

''من رشحات الخلود'' کا جس طرح عرب دنیا میں پڑھا جانا ضروری ہے۔اسی طرح اس کا ترجمہ ''سدابہار خوشبوئیں'' کا برعظیم پاک وہند میں پڑھا جانا ہر اس مسلمان کے لئے لازمی ہے جو اسوۂ حسنہ اور اخلاق عالیہ سے متصف ہونا چاہتا ہے۔

۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

فقیر قادری محمد جلال الدین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ کتاب

بے شک ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے ـــــ ہم اسی کی حمد وثنا کرتے ہیں، اسی سے امداد کی درخواست کرتے ہیں ـــــ اسی سے دعائے مغفرت کرتے ہیں ـــــ اسی کی بارگاہ میں اپنے نفوس کی شرارتوں اور برے اعمال سے توبہ کرتے ہیں ـــــ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا ـــــ اور جسے وہ گمراہی میں چھوڑ دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ـــــ میں گواہی دیتا ہوں کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ـــــ نیز یہ گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبدِ مکرّم اور رسولِ گرامی ہیں ـــــ اے اللہ! رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرما اپنے حبیب مکرم ﷺ، آپ کی آل پاک، آپ کے صحابۂ کرام اور اخلاص کے ساتھ ان کی راہ چلنے والوں پر۔

حمد وثنا کے بعد! ـــــ

چونکہ شخصیات کا علم ان عظیم علوم میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے وارثوں، رسولانِ گرامی کے خلفاء اور اپنے بہترین نیک بندوں کو عطا فرمائے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے خلفاء سے راضی ہو ـــــ اس لئے میں نے اپنی زندگی کے آخری دور میں پوری توجہ تاریخ کے اس فن کی طرف مبذول کر دی ہے ـــــ یہ فن، تاریخ کی عظیم شخصیات کے تذکرے پر مشتمل ہے ـــــ میں نے اس سے پہلے اس مبارک سلسلے کی دو کتابیں لکھی ہیں:

(۱) من نفحات الخلود[۱]

۱۔ جس کا ترجمہ راقم نے "زندۂ جاوید خوشبوئیں" کے نام سے کیا اور مکتبہ قادریہ، لاہور نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔

(۲) من نسمات الخلود [۲]

میں نے ان دو کتابوں میں تاریخ کی صحیح اور معتمد بنیادی کتب میں سے کچھ حصہ منتخب کر کے جدید انداز میں پیش کیا ہے۔

(۳) ''من رشحات الخلود'' (جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے) اس میں بھی میں نے پہلی دو کتابوں کا انداز اپنایا ہے —— اس میں موضوعات نئے ہیں، اور انداز بیان میں اپنی ہمت و طاقت کے مطابق جدت اختیار کی ہے —— اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اس کتاب کا بھی وہی مقصد ہے جو پہلی کتابوں کا تھا —— یعنی نوجوانوں کو ستاروں پر کمنڈ ڈالنے کا جذبہ دینا —— تاریخ اسلام کی بلند مرتبہ شخصیات کے درخشندہ کردار سے روشنی بکھیرنا —— اور بیتے ہوئے دنوں سے عبرت و نصیحت فراہم کرنا —— جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اور ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ ماضی کے بزرگوں کے کارناموں اور عظمتوں سے روشناس ہوں —— سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو اس عظیم تاریخی مواد سے متعارف کرایا جائے تا کہ وہ اس کی روشنی میں تابندہ مستقبل تعمیر کر سکیں —— ان شاءاللہ تعالیٰ۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کتابوں کے حجم اور صفحات کی تعداد کو نہیں دیکھا جاتا —— دیکھا یہ جاتا ہے کہ ان کا مواد کیسا ہے؟ —— اور اسے دور جدید کے تقاضوں کے مطابق کس حسن و خوبی سے پیش کیا گیا ہے؟ —— میری تحریر کردہ اس عاجزانہ کتاب

۲۔ الحمدللہ! اس کا ترجمہ بھی راقم نے عالمی مبلغ اسلام پیر سید معروف حسین شاہ عارف قادری نوشاہی مدظلہ العالی کے ہاں بریڈفورڈ، انگلینڈ کے قیام کے دوران نومبر ۲۰۰۱ء مکمل کرلیا ہے۔

کے مواد میں اگرچہ جدت اور انوکھا پن نہیں ہے —— لیکن اس کی تکنیک ضرور جدید ہے —— میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں ایسی نئی باتیں بیان کی گئی ہیں جو اس سے پہلے معلوم نہیں تھیں —— میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ اس مواد کو اپنے نوجوان اور ذہین و فطین بچوں کے سامنے اس زبان میں پیش کردوں جسے وہ سمجھتے ہیں —— مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کوشش پر مجھے اجر و ثواب عطا فرمائے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

کیونکہ مقصد، خیر کی تلاش ہے —— اور مسلم اُمّہ کو جھنجوڑ کر جہالت اور اندھی تقلید سے علم کے اجالے اور قابل قدر اسلامی طرز زندگی کی طرف لے جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے، وہی صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

آغاز ربیع الانور ۱۴۰۳ھ

حررہ:

محمد صالح فرفور

دمشق —— شام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماءِ حق کی ہیبت

اگر عالم اپنے علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتو ہر شے اس کی ہیبت کی زد میں ہوتی ہے۔

یہ کلمات اس وقت حماد بن سلمہ[1] کی زبان سے نکلے، جب کچھ لوگوں نے انہیں درخواست کی کہ بصرہ کا گورنر محمد بن سلیمان[2] آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے —— آپ اس کے دربار میں تشریف لے چلیں —— یہ پیغام گورنر کے نمائندے نے لا کر پیش کیا۔

نمائندے کا بیان ہے کہ جب میں حماد کے گھر میں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چٹائی پر بیٹھے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں —— ان کے پاس ایک بیگ رکھا ہوا ہے جس میں چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں —— وضو کرنے کے لئے ایک لوٹا ہے اور بس —— یہی ان کا ساز وسامان تھا —— اس کے علاوہ ضرورت کی کوئی چیز تھی اور نہ ہی کپڑے —— میں کچھ دیر بیٹھا ان کے بارے میں اور ان کے گھر کے بارے میں غور کرتا رہا —— اتنے میں دروازہ کھٹکھٹایا گیا

حماد نے اپنی بیوی سے کہا:

"دیکھو کون ہے"؟

اس نے آ کر کہا: "گورنر محمد بن سلیمان کا قاصد آپ کے نام پیغام لایا ہے۔"

حماد نے اسے اجازت دے دی —— قاصد نے حاضر ہو کر گفتگو کا آغاز کیا اور گورنر کا پیغام پہنچاتے ہوئے کہا:

"اللہ تعالیٰ آپ کو وہ صبح عطا فرمائے جو اس نے اپنے اولیاء اور فرمانبرداروں کو عطا کی ہے —— ایک مسئلہ پیش آ گیا ہے جو ہم آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں —— براہ مہربانی گورنر ہاؤس تشریف لائیں —— والسلام"

قاصد کا خیال تھا کہ وہ گورنر کی دعوت کو خندہ پیشانی سے قبول کریں گے —— جس طرح بہت سے علماء حکمرانوں کی دعوت پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے —— اور سر کے بل چل کر جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ——

حماد نے دو ٹوک انداز میں مجھے حکم دیا:

.........اس دعوت نامے کو الٹ کر اس کی پشت پر لکھ دو:

"آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اولیاء واصفیاء کی صبح عطا فرمائے —— ہماری آنکھوں نے وہ علماء دیکھے ہیں جو کسی کے پاس چل کر نہیں جاتے تھے —— اگر آپ کو کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے تو تشریف لے آیئے —— اور جو پوچھنا ہے پوچھ لیجئے! —— ہاں اپنے ساتھ سواروں اور پیادوں کی فوج ظفر موج مت لایئے! —— میں آپ کو نہیں صرف اور صرف اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہوں —— والسلام!"

یہ تحریر محمد بن سلیمان کے پاس پہنچی تو حماد کا اخلاص اور ان کی نظر میں علم اور علماء کا احترام براہ راست اس کے دل پر اثر انداز ہو گیا —— وہ فوری طور پر فتویٰ معلوم کرنے کے لئے حماد کے گھر پہنچ گیا —— تاکہ علماء کی ایسی مجلس میں حاضر ہو، جہاں دلوں کو حیاتِ نو ملتی ہے اور باطن کا زنگ دھل جاتا ہے۔

ایک دفعہ پھر دروازے پر دستک دی گئی۔

حماد نے اپنی بیوی سے کہا: دیکھو دروازے پر کون ہے؟

انہوں نے آکر بتایا:......... ''گورنر محمد بن سلیمان ہے۔''

فرمایا: ''اسے کہو تنہا آئے، اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔''

گورنر حماد کے کمرے میں داخل ہوا تو حد درجہ مرعوب ہو گیا جیسے کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو ــــ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ رعب کیوں طاری ہوا ہے؟ ــــ وہ سہا ہوا سراپا احترام بن کر بیٹھ جاتا ہے ــــ جیسے وہ عظیم الشان اور شان وشکوہ والے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو ــــ بڑی مشکل سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا:

'جناب! کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر ہیبت چھا جاتی ہے؟''

حماد نے بڑے باوقار لہجے میں فرمایا:

''جب عالم دین اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتا ہے تو اس کی ہیبت ہر چیز پر طاری ہو جاتی ہے ــــ اور اگر اپنے علم کو دنیا کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے تو خود ہر چیز سے مرعوب ہو جاتا ہے۔''

محمد بن سلیمان خاموش ہو گیا ــــ اور دل میں کہنے لگا: اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا ہے ــــ اگر علم کی دولت اخلاص کے ساتھ جمع ہو جائے تو حکومت کی عظمت اس کے سامنے ہیچ ہے ــــ علماء کا رعب اور دبدبہ اسی وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار ہوں ــــ اور اگر وہ اپنے علم سے دولت اور دنیا حاصل کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں سے ان کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔

پھر محمد بن سلیمان نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا انہوں نے جواب دے دیا ــــ جاتے ہوئے اس نے کچھ نذرانہ پیش کیا ــــ اس کا خیال تھا کہ چونکہ شیخ فقیر اور نادار ہیں اس لئے یہ ہدیہ ضرور قبول کر لیں گے ــــ شیخ نے سارے کا سارا مال واپس کر

دیا اور کچھ قبول نہیں کیا ــــ اس طرح انہوں نے دنیا پر اپنے دین کی حفاظت کو ترجیح دے دی۔

تبصرہ:

میں کہتا ہوں کہ دور اول کے علماء کی یہی شان تھی ــــ وہ فقر وفاقہ کے باوجود قناعت پسند تھے ــــ وہ امراء کے دروازوں پر اپنی غرض کے لئے نہیں بلکہ مسلم اُمہ کی حاجت کے لئے جاتے تھے ــــ وہ اپنے علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی تھے ــــ دنیا اور جاہ ومنزلت کو انہوں نے پس پشت ڈال رکھا تھا ــــ لہٰذا سلاطین اور امراء ان کے دروازے پر چل کر آتے تھے ــــ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت وسلطنت سے زیادہ رعب عطا فرمایا تھا۔

(''حلیۃ الاولیاء''، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

علامہ اقبال نے ایسے ہی مردان حر کے بارے میں کہا ہے:

فقیری میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

---

۱ حماد بن سلمہ ابن دینار ولاء کے اعتبار سے بصری تھے، ان کی کنیت ابوسلمہ ہے، وہ بصرہ کے مفتی تھے، علم حدیث کے امام، حافظ، معتمد علیہ اور ثقہ تھے، نیز امام فقیہ، فصیح اور اہل بدعت کے بارے میں سخت تھے، ان کی متعدد تصانیف ہیں، ۱۶۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۲ محمد بن سلیمان عباسی، مہدی کے زمانے میں بصرہ کے گورنر بنے، پھر معزول کر دیئے گئے، ہارون رشید نے انہیں بحال کر دیا اور اپنی بہن عباسہ بنت مہدی کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا، امیر کبیر تھے ۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲۔الاعلام۔

دین کی بنیادی تعلیمات

دورِ جاہلیت میں ایک شخص عربوں کا سردار تھا، جس کا نام مفروق تھا[1] ——— اس نے نبی اکرم ﷺ کا چرچا سنا تو آپ کے پیغام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ——— جب وہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے ——— وہ بھی ایک طرف بیٹھ گیا ——— حضرت ابو بکر صدیق نے کھڑے ہو کر اپنی چادر رسول اللہ ﷺ پر تان دی۔

مفروق نے پوچھا:

''آپ ہمیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''........ ہماری دعوت یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے ——— اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ——— نیز یہ کہ محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ——— تم ہمارا ساتھ دو اور اسلام کا پیغام پھیلانے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو، تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام دنیا تک پہنچائیں جس کا اس نے ہمیں حکم دیا ہے ——— کیونکہ قریش اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کمر بستہ ہیں ——— انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا ہے ——— اور حق کو چھوڑ کر باطل کو اپنا لیا ہے ——— اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریف کیا ہوا ہے۔''

مفروق نے مزید سوال کیا:

[1] مفروق بن عمرو اصم شیبانی نے نبی اکرم ﷺ سے گفتگو کی، ابو نعیم نے کہا کہ اس کا اسلام لانا میرے علم میں نہیں ہے۔ ۱۲ تجرید الصحابہ، حافظ ذہبی۔

اے قریشی! آپ ہمیں مزید کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

(قُلْ تَعَالَوا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُم عَلَيْكُم ، أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً، وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِنْ إِمْلَاقٍ، نحنُ نرزُقُكم وإِيَّاهُم، وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ منها وما بَطَنَ، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، ذٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُم تَعْقِلُون، وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ، وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ، لَا نُكَلِّفُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا، وَإِذَا قُلْتُم فَاعْدِلُوا وَلَو كَانَ ذَا قُرْبَىٰ، وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوا، ذٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُم تَذَكَّرُون، وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُم عَن سَبِيلِهِ، ذٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُم تَتَّقُون)(۱)

اے حبیب آپ فرما دیجئے: آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو کچھ تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے ——— یہ کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ ——— ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو ——— اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے سبب قتل نہ کرو ——— ہم تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں ——— اور تم بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ——— اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ ——— انہی کاموں کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہت عمدہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے ——— اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو ——— ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق ———

۱۔ سورۂ انعام ۶/ ۱۵۳-۱۵۱

اور جب تم گفتگو کرو تو انصاف کرو، اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو —— اور اللہ کا عہد پورا کرو —— یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں پختہ حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو —— اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو —— اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے —— اللہ نے تمہیں اس کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

مفروق یہ بلند مطالب، نادر روزگار بلاغت اور بے مثال فصاحت سن کر انگشت بدنداں رہ گیا —— کہنے لگا:

.........اے قریشی لقب! آپ مزید کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

((إنَّ اللّٰہ یأمُرُ بالعدلِ و الإحسان، وإیتاءِ ذي القُربَی، وینْھی عن الفَحشاءِ و المُنکرِ و البغيِ، یعِظُکُم لعلَّکُم تذَکَّرُونَ))[1]

''بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا —— قریبی رشتہ داروں کو عطا کرنے کا —— اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے —— وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے - تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

مفروق یہ سن کر مزید حیرت اور تعجب میں مبتلا ہو گیا —— اور بے ساختہ پکار اٹھا:

''اے گرامی قدر عرب! اللہ کی قسم! آپ بہترین اخلاق اور عمدہ ترین اعمال کی دعوت دیتے ہیں —— وہ لوگ جھوٹے ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی ہے اور جو آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔''

اس کے ساتھ دور جاہلیت کے چند سرکردہ لوگ تھے —— مثلاً: ھمام بن

---

[1] النحل: ۱۶/۹۰

قبیصہ (۲) مثنیٰ ابن حارثہ اور (۳) نعمان بن شریک (۴)۔

مفروق نے کہا:

''یہ ہمارے شیخ ھمام بن قبیصہ ہیں —— یہ عرب کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں''۔

ہمام نے کہا:

اے معزز قریشی! میں نے آپ کی گفتگو سنی، اور آپ کے فرمان کی تصدیق کی —— میری رائے یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایک نشست کے بعد ہمارا اپنے دین کو چھوڑ دینا اور آپ کی اتباع کرنا بے سروپا، سوچ کی لغزش، جلد بازی اور عاقبت نااندیشی ہے —— جلد بازی میں لغزش ہو سکتی ہے —— ہمارے پیچھے بھی کچھ لوگ ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ ان کے بارے میں کوئی معاہدہ کریں —— آپ بھی واپس جائیں، ہم بھی واپس جاتے ہیں —— آپ بھی غور و فکر کریں، ہم بھی سوچ بچار کرتے ہیں۔''

اس نے سوچا کہ مثنیٰ ابن حارثہ بھی اس کے ساتھ کلام میں شریک ہو —— کہنے لگا:

''یہ ہمارے بزرگ، راہنما اور جنگ کے کمانڈر مثنیٰ ابن حارثہ ہیں۔''

مثنیٰ نے کہا:

اے محترم قریشی! میں نے آپ کی گفتگو سنی جو مجھے پسند آئی ہے —— آپ نے جو کلام کیا وہ قابل قدر ہے —— میرا بھی وہی جواب ہے جو ہمام ابن قبیصہ کا ہے۔

''ہم یمامہ اور اس کی دونوں جانبوں میں قیام پذیر ہیں —— ایک جانب خطۂ عراق ہے جو سرزمین عرب ہے —— دوسری جانب خطۂ فارس ہے جہاں

کسریٰ کی نہریں بہتی ہیں ——— شاہ ایران نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ ہم کوئی نیا کام نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی نئے پروگرام والے کو پناہ دیں گے ——— ہمارا گمان ہے کہ آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اسے موجودہ دور کے سلاطین پسند نہیں کریں گے ——— خطۂ عرب کے رہنے والوں کا گناہ بخش دیا جائے گا اور عذر قبول کیا جائے گا ——— اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم سرزمین عرب سے متصل علاقوں میں آپ کی امداد کریں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے اچھا کیا کہ سچی بات کہہ دی ——— اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ وہی قائم ہوگا جو اس کا ہر جانب سے احاطہ کرے گا اور اسے مکمل طور پر قبول کرے گا''

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِنَّآاَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًاوَّ مُبَشِّرًاوَّنَذِیْرًاوَّ دَاعِیًااِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (۱)

''اے غیب کی خبریں دینے والے! ہم نے آپ کو حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔''

پھر نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئے۔

تبصرہ:

عربوں کی زندگی میں صاف گوئی اور بہادری ہے ——— اور ان کے ادب میں بلاغت ہے ——— نبی اکرم ﷺ نے ان کی بلاغت، صداقت، فکر کی موزونیت، پڑوسیوں کے ساتھ وفاداری اور زود اندیشی کو پسند فرمایا۔

۱۔ الاحزاب: ۳۳/۴۶-۴۵

۴۔ ھام بن قبیصہ ابن مسعود عامری نمیری:

بنو امیہ کے دور میں عرب کے بہادر ترین فرد تھے، حضرت عثمان غنی کے معاونین میں سے تھے ۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

۵۔ مثنیٰ ابن حارثہ ابن سلمہ شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

صحابی ہیں، بڑے شہسوار، بہادر اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے تھے، عراق اور فارس کی فتح کے قائدین میں سے تھے ۱۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ کسی قدر تصرف کے ساتھ۔)

۶۔ نعمان بن شریک شیبانی:

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابونعیم نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔

خالص نصیحت

زمانۂ ماضی کے سلاطین پیکر خلوص علماء کو اپنے ہم نشین منتخب کیا کرتے تھے ــــ بھول چوک کے خوف سے انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے ــــ اسی لئے ان کے معاملات میں درستی اوران کے اعمال میں راستی نمایاں ہوتی تھی۔

ایک دن عَمرو بن عُبید[1] خلیفہ منصور[2] کے پاس گئے ــــ اور کہنے لگے:

''اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا ــــ اور خیر وشر کے ایک ایک ذرے کے بارے میں آپ سے پوچھے گا ــــ یقین کیجئے! کہ امت مسلمہ قیامت کے دن آپ کے مدمقابل ہو گی ــــ اور اللہ تعالیٰ آپ سے وہی پسند فرمائے گا جس کو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں ــــ سنئے! آپ اپنے لئے یہی پسند کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے ــــ اللہ تعالیٰ بھی آپ سے یہی پسند فرمائے گا کہ آپ اس کی مخلوق سے انصاف کریں۔''

منصور پوری توجہ سے عمرو کی گفتگو سن رہا تھا ــــ اس نے خیال کیا کہ شاید ان کی گفتگو ختم ہو گئی ہے ــــ لیکن عمرو نے اسلام کا پیغام پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا ــــ اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''امیر المؤمنین! آپ کے اس دروازے کے پیچھے ظلم کے شعلے بلند ہو رہے ہیں ــــ اللہ کی قسم! آپ کے دروازے کے اُس پار نہ تو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق۔''

وہ ایسے دل سے گفتگو کر رہے تھے جو ایمان سے معمور تھا ــــ وعظ ونصیحت

سے ان کا مقصد نہ تو کوئی مرتبہ حاصل کرنا تھا اور نہ ہی مال و دولت ــــ ان کی اخلاص بھری نصیحت اس طرح منصور کے دل میں اتر گئی کہ خود اسے بھی پتہ نہ چل سکا ــــ منصور پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بری طرح رونے لگا ــــ سلیمان بن مجالد، منصور کے پاس کھڑا تھا ــــ اس نے جب منصور کو روتے ہوئے دیکھا، تو کہنے لگا:

''..... اے عمرو! ...... تم نے امیر المؤمنین کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔''

عمرو نے کہا: امیر المؤمنین! یہ کون ہے؟

منصور نے کہا: یہ آپ کا بھائی سلیمان بن مجالد ہے۔

عمرو نے منصور کی شاہانہ شان وشوکت سے مرعوب ہوئے بغیر، پوری بے باکی سے کہا:

''سلیمان! تجھ پر افسوس! امیر المؤمنین ایک دن مر جائیں گے ــــ اور تو جو کچھ اپنے سامنے دیکھ رہا ہے، سب گم ہو جائے گا ــــ اور سلیمان تو تو مردار ہے، کل فنا کے گھاٹ اتر جائے گا ــــ تجھے وہی نیک عمل فائدہ دے گا جسے تو آگے بھیجے گا ــــ امیر المؤمنین کے لئے تیری نسبت اس دیوار کا قرب زیادہ فائدہ مند ہے ــــ کیونکہ تو خود انہیں نصیحت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ــــ اور جو انہیں نصیحت کرتا ہے اسے منع بھی کرتا ہے۔''

پھر منصور کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا:

''امیر المؤمنین! ایسے لوگوں نے آپ کو اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے سیڑھی بنا رکھا ہے۔''

منصور یہ گفتگو سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا:

''پھر میں کیا کروں؟ ــــ آپ اپنے ساتھیوں کو بلائیے، میں معاملات

ان کے سپرد کردیتا ہوں۔"

عمرو نے کہا:

آپ خود انہیں اچھے عمل کے ذریعے بلائیے ــــــ اور لوگوں کی گردنیں دبوچنے والے اس شخص کو حکم دیجئے کہ انہیں آزاد کردے ــــــ آپ ایک دن میں ایسے حکام مقرر کیجئے کہ اگر ان میں سے کسی کے بارے میں شک پیدا ہو جائے یا کسی سے ناپسندیدہ فعل سرزد ہوجائے تو اسے معزول کردیجئے ــــــ اور اس کی جگہ کسی دوسرے کو حاکم مقرر کردیجئے ــــــ اللہ کی قسم! اگر آپ ان سے سوائے عدل کے کچھ قبول نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس رویّے کی بدولت ایسے لوگوں کو آپ کے قریب کردے گا جو اقتدار کے بھوکے نہیں ہوں گے۔"

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں پر رحم فرمائے جو مخلص علماء کی نصیحت قبول کرتے تھے ــــــ جو بے باک علماء کو اپنا عمدہ ہم نشین بناتے تھے ــــــ اور جب ان کے قدم ڈگمگاتے تھے تو علماء ان کی اصلاح کرتے تھے ــــــ نیز اللہ تعالیٰ ان علماء پر رحم فرمائے جنہوں نے علمی امانت اس کے مستحقین تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا ــــــ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوئے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَاتَکْتُمُوْنَہٗ (۱)

"اور جب اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کروگے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔"

۱۔ آل عمران: ۱۸۷/۳

انہوں نے یہ عہد پورا کیا ــــــ کتاب کے احکام بیان کئے ــــــ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان پر اثر انداز نہیں ہوئی۔

(المحاسن والمساوی، امام بیہقی، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

۱۔ ابوعثمان عمرو بن عبید تمیمی بصری:

مشہور عالم اور زاہد تھے، وعظ و ارشاد میں ان کا ایک مقام تھا، منصور ان کی قدر و منزلت کرتا تھا، ان کی وفات پر منصور نے مرثیہ کہا، اور یہ عجائب میں سے ہے کہ خلیفہ وقت کسی عالم کا مرثیہ کہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ کے قریب مہران میں فوت ہوئے۔ ۱۲ الاعلام بتصرف۔

۲۔ عبداللہ بن محمد علی بن عباس ابوجعفر منصور:

دوسرا خلیفۂ عباسی تھا، یہ عرب کے بادشاہوں میں پہلا خلیفہ تھا جس نے علوم کی طرف توجہ کی فقہ، ادب اور فلکیات کا علم رکھتا تھا، علماء کا محب تھا، اپنے بھائی سفاح کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا، اس نے شہر بغداد تعمیر کروایا اور ۱۴۵ھ میں اسے اپنا دارالحکومت بنایا، محتاط، عقل مند اور بہادر تھا ۱۵۸ھ میں فوت ہوا۔ ۱۲ الأعلام ج ۴ ص ۱۱۷

(اسی کے حکم سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے قید اور پھر شہید کیا گیا) ۱۲ اشرف قادری

امام سعید بن مُسیَّب کی استقامت

مدینہ طیبہ کے گورنر، ھشام بن اسماعیل[1] نے خلیفہ عبدالملک بن مروان[2] کو تحریر کیا:

"تمام اہل مدینہ ولید بن عبدالملک بن مروان کی بیعت کرنے پر متفق ہیں —— لیکن سعید بن مسیب[3] نے بیعت نہیں کی —— ان کا اپنے اسی موقف پر اصرار ہے —— ان کی بیعت کا مدینہ منورہ میں بڑا اثر ہے —— کیونکہ وہ اہل مدینہ کے امام ومقتدا ہیں۔"

عبدالملک نے جواب میں لکھا:

"ان کی گردن پر تلوار رکھو —— اگر پھر بھی نہ مانیں تو انہیں پچاس کوڑے مارو —— اور بازاروں میں ان کا جلوس نکالو۔"

جب یہ مکتوب گورنر کے پاس پہنچا —— تو سلیمان بن یسار[4]، عروہ ابن زبیر[5] اور سالم بن عبداللہ[6] حضرت سعید بن مسیّب کے پاس گئے —— اور کہنے لگے:

"ہم آپ کے پاس ایک ایسے معاملے میں آئے ہیں، جس کا فیصلہ ہو چکا ہے —— خلیفہ عبدالملک کا حکم آ گیا ہے —— اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو آپ کا سر قلم کر دیا جائے گا —— ہم آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتے ہیں، ان میں سے کوئی ایک قبول کر لیجئے —— گورنر اسے قبول کر لے گا۔"

(۱) آپ کے سامنے خلیفہ کا مکتوب پڑھا جائے تو آپ خاموش رہیں —— ہاں یا نہ میں جواب نہ دیں۔"

سعید نے کہا:

"میں یہ نہیں کر سکتا۔"

کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خاموشی کا مطلب بیعت کا اقرار ہوگا —— اور جب وہ ایک دفعہ انکار کر دیتے تھے تو بڑے سے بڑا آدمی بھی انہیں اقرار پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) "آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں —— اور کچھ دن نماز کے لئے باہر نہ نکلیں —— جب آپ کو کسی مجلس میں طلب کریں گے تو موجود نہیں پائیں گے —— یہ بھی منظور ہے۔"

سعید نے کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ میں اذان سنوں —— (حَیّ عَلَی الصَّلاۃِ) اور (حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ) کی آواز میرے کانوں میں پہنچے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں —— اللہ کی قسم! یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔"

(۳) آپ اپنی مجلس سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں —— گورنر کسی شخص کو آپ کی مجلس میں بھیجے گا اور آپ وہاں موجود نہیں ہوں گے تو وہ خاموش ہو جائے گا۔

سعید بن مسیّب ، عبدالملک کے خوف سے راہ فرار اختیار کرنے پر بھی تیار نہ ہوئے —— انہوں نے فرمایا:

"کیا مخلوق سے ڈرتے ہوئے اپنی نشست چھوڑ دوں؟"

میں ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا —— میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔

مذاکراتی ٹیم نے محسوس کیا کہ ان کا فیصلہ اٹل ہے —— اور ان میں کوئی لچک نہیں ہے —— وہ لوگ مایوس ہو کر چلے گئے —— سعید بھی ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے —— اور اسی جگہ بیٹھے جہاں ان کا معمول تھا —— گورنر نے نماز پڑھنے کے بعد انہیں دیکھا تو اپنے پاس طلب کیا —— اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا:

"امیر المؤمنین نے ہمیں تحریری حکم دیا ہے کہ اگر آپ بیعت نہیں کرتے تو

آپ کا سر قلم کر دیا جائے۔''

سعید نے کہا:

''رسول اللہ ﷺ نے دو بیعتوں سے منع فرمایا ہے۔''[1]

گورنر نے جب یہ دیکھا کہ وہ بیعت اور تعمیل پر آمادہ نہیں ہیں تو اس نے حکم دیا کہ انہیں برآمدے میں لے چلو —— انکی گردن جھکا دی گئی —— تلواریں میانوں سے باہر نکال لی گئیں —— سعید خاموشی سے سراپا صبر بنے ہوئے تھے —— ان پر خوف و ہراس کا معمولی سا اثر بھی نہیں تھا —— انہوں نے مخلوق کی خوشی کے لئے اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا —— اور اپنے خالق و مالک کی رضا کے مقام پر ثابت قدم رہے۔

گورنر نے جب دیکھا کہ یہ تو موت سے بھی نہیں ڈرتے تو اس نے دوسرا حکم دیا —— ان کے کپڑے اتار دئے گئے اور انہیں پچاس کوڑے مارے گئے —— مدینہ منورہ میں ان کا جلوس نکالا گیا —— اور لوگوں کو ان کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیا گیا —— سعید کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس بیٹھتا تو اسے فرماتے:

''یہاں سے اٹھ جا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تمہیں بھی تکلیف دی جائے۔

سعید مسجد کی ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے —— دوسری جگہ نماز نہیں پڑھتے تھے —— وہ اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے:

''جب تم ظالموں کے مددگاروں کو دیکھو تو تمہارے دل انکار سے بھرے ہوئے ہونے چاہئیں —— تاکہ تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔''

---

[1] علامہ سیوطی نے فرمایا: یہ حدیث (نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ) امام ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے (میں کہتا ہوں:) لیکن اس سے مراد بیع ہے جو تجارت کی دو جزؤں میں سے ایک جزء ہے۔

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ سعید بن مسیّب سے راضی ہو —— وہ بغیر کسی تکلف کے اللہ تعالیٰ کی راہ پر سختی کے ساتھ قائم تھے —— وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب نبی اکرم ﷺ کو راضی کرنے کے سلسلے میں بڑے سے بڑے آدمی کی پروا نہیں کرتے تھے —— ان کا عقیدہ ناقابل شکست تھا —— وہ حکومتی نمائندوں کی تمام تر کوشش کے باوجود ضمیر فروشی پر تیار نہیں ہوئے۔

انہیں مارا گیا —— سزا دی گئی —— توہین کی گئی —— انہوں نے موت کو سر کی آنکھوں سے دیکھا —— ننگی تلوار اپنے سر پر لہراتے ہوئے دیکھی —— لیکن وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے —— ان کا عزم متزلزل ہوا اور نہ ہی ان میں لچک پیدا ہوئی —— بلکہ ان کی ایمانی قوت میں مزید اضافہ ہوا —— انہوں نے اس خوفناک آزمائش کو اللہ تعالیٰ کی نعمت جانا —— اور ترقی درجات کا ذریعہ قرار دیا۔

وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے:

یہی وہ استقامت ہے جس کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے —— اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم امانت ادا کریں —— اور کسی لالچ یا دھمکی کی بنا پر حق سے روگردانی نہ کریں۔''

(صفة الصفوة، بتصرف)

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

''ان لوگوں نے خاک وخون میں لوٹنے کی کتنی اچھی رسم کی بنیاد ڈالی؟
اللہ تعالیٰ ان پاک طینت عاشقوں پر رحمت فرمائے۔''

[1] ہشام بن اسماعیل بن ولید بن مغیرہ مخزومی کی بیٹی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی ۸۲ھ میں مدینہ منورہ کا گورنر بنا اور ۸۷ھ میں فوت ہوا، ۱۲ الأعلام ج،۸، ص:۸۴

[2] عبدالملک بن مروان ۲۶ھ میں پیدا ہوا، وہ بنوامیہ کے عظیم اور ذہین خلفاء میں سے تھا، مدینہ منورہ میں پرورش پائی، وہ وسیع علم والا فقیہ تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سولہ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ کا گورنر بنایا، اپنے والد مروان کی وفات کے بعد ۶۵ھ میں خلیفہ بنا، وہ اپنے دشمنوں کے لئے سخت گیر اور شدید ہیبت والا تھا، اس کے دور میں فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے تاریخ اسلام میں دیناروں کا چیک جاری کیا، کہا جاتا تھا کہ ”امیر معاویہ حلم کے لئے اور عبدالملک احتیاط کے لئے ہیں“، دمشق میں ۸۶ھ میں فوت ہوا-۱۲ الأعلام ج:۴ص ۱۶۴-

[3] سعید بن مسیَّب بن حزن بن ابی وھب مخزومی، ان کی کنیت ابومحمد تھی، وہ تابعین کے سردار اور مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے، وہ حدیث، فقہ، اور زہد وورع کے جامع تھے، وہ زیتون کی تجارت سے گزربسر کرتے تھے اور کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتے تھے، انہیں ”راویة عمر“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت روایت کرنے والے) کہا جاتا تھا، مدینہ طیبہ میں ۹۴ھ میں وفات پائی-۱۲ الاعلام-

[4] سلیمان بن یسار ۳۴ھ میں پیدا ہوئے، وہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے، جب کوئی شخص فتویٰ لینے کے لئے حضرت سعید بن مسیَّب کے پاس جاتا تھا تو اسے کہتے تھے: کہ سلیمان کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ موجودہ دور کے علماء میں سے زیادہ علم والے ہیں، وہ مستند فقیہ اور حدیث کے بڑے عالم تھے- ۱۰۷ھ میں وفات پائی-۱۲ الاعلام

[5] عروہ ابن زبیر بن عوام ۲۲ھ میں پیدا ہوئے، مدینہ عالیہ کے سات فقہاء میں سے تھے، وہ دین کے عظیم عالم تھے، وہ صالح بھی تھے اور کریم بھی اور کسی فتنے میں داخل نہیں ہوئے، مدینہ منورہ میں ۹۳ھ میں وفات پائی-۱۲ الاعلام

[6] سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے تھے، تابعین کے اکابر اور مستند علماء میں سے تھے، مدینہ طیبہ میں ۱۰۶ھ میں رحلت ہوئی-۱۲ الاعلام-

---

خلیفۂ وقت قاضئ عدالت کے سامنے

کہتے ہیں کہ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [1] صِفِّین کی طرف روانہ ہوئے تو ان کی ایک زرہ گم ہو گئی —— جنگ ختم ہونے کے بعد کوفہ تشریف لائے تو آپ کو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس مل گئی —— جسے آپ نے پہچان لیا —— آپ نے یہودی کو فرمایا:

”یہ زرہ میری ہے —— میں نے نہ تو اسے فروخت کیا ہے اور نہ ہی اسے رہن رکھا ہے۔“

یہودی نے کہا:

”یہ میری زرہ ہے —— اور میرے قبضے میں ہے۔“

حضرت علی نے فرمایا:

”ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں —— وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔“

دونوں روانہ ہو گئے —— حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے اور قاضی شریح [2] کے پہلو میں بیٹھ گئے —— اور فرمایا: اگر میرا فریق مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا —— لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔

قاضی شریح نے کہا: ”امیر المؤمنین! فرمایئے! کیسے تشریف لانا ہوا؟“

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا:

”یہ زرہ جو یہودی کے پاس ہے میری ہے —— میں نے نہ تو فروخت کی ہے اور نہ ہبہ کی ہے۔“

قاضی شریح: ''امیر المؤمنین! آپ کے پاس گواہ ہیں؟''

حضرت علی: ''ہاں —— قنبر اور حسن گواہی دیں گے کہ یہ زرہ میری ہے۔''

قاضی شریح: ''باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی جائز نہیں ہے۔''

حضرت علی: ''ایک جنتی کی گواہی جائز نہیں ہے؟''

میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَ اشُبَّابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ''(۱)

''حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

جناب قانون یہ ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہے ——
قاضی شریح نے یہ کہا اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

یہودی یہ فیصلہ اور یہ عدل وانصاف دیکھ کر مبہوت رہ گیا —— ایسا انصاف تو اس نے کبھی دیکھا تھا اور نہ سنا تھا —— وہ سوچنے لگا کہ امیر المؤمنین مجھے اپنے قاضی کے پاس لے آئے —— قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا —— اس کے باوجود اُن کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی —— ان کے ہاں قانون کا اتنا احترام ہے؟ —— وہ بے ساختہ پکارا تھا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین برحق ہے —— میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں —— اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں —— امیر المؤمنین! میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ زرہ آپ کی ہے۔

تبصرہ:

یہ تھا دورِ اول کا محکمۂ عدل —— جو صرف حق وانصاف جانتا تھا —— حقوق

ا۔ یہ حدیث امام ترمذی نے باب المناقب میں، نیز ابن ماجہ (نمبر ۱۱۸) نے روایت کی، امام احمد بن حنبل نے کئی جگہ روایت کی ہے۔

اور ذمہ داریوں کو ایک ترازو میں رکھتا تھا —— یہاں تک کہ خلیفۂ وقت فریق مخالف یہودی کے ساتھ قاضی کے پاس چلے گئے —— اور جب قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا تو برہم نہیں ہوئے —— اللہ تعالیٰ ان ججوں پر رحم فرمائے —— اور ان خلفاء سے راضی ہو جنہوں نے اس نظام کے آگے سرِ تسلیم خم کیا —— اور اس کے قوانین اپنی ذات پر نافذ کئے —— اس طرح امت مسلمہ کو نظام مصطفےٰ (ﷺ) کے نافذ کرنے کی راہ دکھائی۔

تبصرہ (۲)

یہ تھی عدلیہ کی حقیقی آزادی کہ اس وقت کے قاضی (جج) خلیفۂ وقت کے خلاف فیصلہ دینے کی جرأت رکھتے —— اور ان پر فیصلہ اوپر سے مسلط نہیں کیا جاتا تھا ——

شرف قادری

ا حضرت علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب ہاشمی قریشی، آپ کی کنیت ابو الحسن ہے امیر المؤمنین، چوتھے خلیفۂ راشد اور ان فیروز بخت دس حضرات میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ مشہور جنگ آزما بہادر اور اکابر خطباء، علماء اور فقہاء میں سے ہیں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد (بچوں میں) سب سے پہلے اسلام لائے، اعلان نبوت سے تیرہ سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، اور ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید کئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲ قاضی ابو امیہ شریح بن حارث کندی، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے مشہور قاضی اور فقیہ تھے، اصلاً یمن کے رہنے والے تھے، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کوفہ کے قاضی رہے، حجاج کے زمانے میں استعفا پیش کر دیا، جسے اس نے منظور کر لیا، حدیث میں ثقہ اور قضاء میں امین تھے۔ شعر وادب میں بھی بلند مقام رکھتے تھے، طویل عمر پائی اور ۷۸ھ میں کوفہ میں رحلت فرمائی۔

علماء کرام کی شان وشوکت

[''اے مسکین! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ بادشاہ میرے ہاتھ کو بوسہ دے۔'']

تاریخ کے اوراق میں یہ وہ زریں مقولہ ہے جو سلطان العلماء عزّ الدین بن عبدالسلام[1] نے الملک الصالح[2] کے وزیر کو ارشاد فرمایا—— وزیر ان کے پاس بادشاہ کا رومال اس بات کی نشانی کے طور پر لایا تھا کہ بادشاہ نے آپ کو معاف کر دیا ہے—— وزیر میٹھی میٹھی باتیں کر کے انہیں شیشے میں اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگا:

''آپ کے اور الملک الصالح کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے—— آپ کو جن عہدوں سے معزول کیا گیا ہے، آپ ان پر دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں —— بلکہ آپ کو ترقی بھی مل سکتی ہے—— لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے ...... اور وہ یہ کہ آپ بادشاہ کے سامنے کسی قدر نرمی اختیار کریں—— اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دے دیں......''

وزیر کا خیال تھا کہ عہدوں (اور گریڈ) کے حاصل کرنے کے لئے شیخ خم کھا جائیں گے—— جیسے کہ دنیا حاصل کرنے کے لئے بہت سے علماء کا وطیرہ ہے—— لیکن شیخ جلال میں آ گئے—— ان کے دل میں پائے جانے والے ایمان اور علم کی عزت بھڑک اٹھی—— شیخ پورے جلال کے ساتھ فرمانے لگے:

اے مسکین! اللہ کی قسم! یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دوں—— میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دے۔

پھر گرجدار آواز میں فرمایا:

اے قوم! تم ایک وادی میں ہو اور میں دوسری وادی میں ہوں—— اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس خوشامد سے محفوظ رکھا ہے، جس میں تم گردن تک دھنسے ہوئے ہو۔

وزیر شیخ کی گفتگو سن کر سمجھ گیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں—— اس پر باعمل اور سراپا اخلاص علماء کا یہ انداز بھی منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے معاملے میں قدم اٹھاتے وقت حکومت اور بادشاہ سے اجازت نہیں لیا کرتے—— وزیر لالچ کا حربہ ناکام دیکھ کر دھمکی پر اتر آیا—— کہنے لگا:

''جناب عالی! یہ عرض کرتے ہوئے معذرت خواہ ہوں کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اگر آپ میری درخواست قبول نہ کریں تو آپ کو قید کر دوں۔'' اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

شیخ نے کہا:

''تم جو چاہو کرو—— میں اپنے موقف پر قائم ہوں—— اور اس سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔''

چنانچہ شیخ کو الملک الصالح کے خیمے کے پاس ایک خیمے میں قید کر دیا گیا—— شیخ اس طرح خوش خوش اس قید خانے میں داخل ہوئے جیسے کسی دلکش باغ میں جا رہے ہوں—— انہوں نے اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا تھا—— اور دنیا کی بجائے دین کو منتخب کر لیا تھا—— یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ جیل کے متلاشی تھے، تاکہ یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکیں—— بڑے لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ تنہائی اور علیحدگی کو پسند کرتے ہیں تاکہ پراگندہ خیالی کو دور کر سکیں—— اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں محو ہو جائیں—— شیخ نے پرسکون لہجے میں قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا—— اور اس کے معانی سے لطف اندوز ہونے لگے—— بادشاہ بھی انہیں

تلاوت کرتے ہوئے سنتا رہتا۔

بادشاہ کے پاس فرنگی بادشاہ آکر بطور مہمان ٹھہرے ہوئے تھے —— بادشاہ نے انہیں صیدا شہر اور قلعہ شقیف اس شرط پر دے دیا تھا کہ اسے اس کے دشمن نجم الدین ایوب[1] سے نجات دلا دیں —— ایک دن فرنگی بادشاہوں نے اپنے پڑوس میں شیخ کو تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے سنا —— تو الملک الصالح سے پوچھا:

''یہ کون پڑھ رہا ہے؟''

بادشاہ نے کہا:

''یہ ہمارا سب سے بڑا عالم دین ہے —— چونکہ میں نے مسلمانوں کے قلعے تمہارے سپرد کردئے ہیں، اس لئے انہوں نے مجھ پر نکتہ چینی کی تھی —— اس کی پاداش میں میں نے انہیں قید کردیا —— دمشق کی خطابت سے معزول کر دیا —— اور دوسرے تمام عہدوں سے سبکدوش کر دیا۔''

فرنگی بادشاہوں نے افسوس کر اظہار کرتے ہوئے کہا:

''اگر یہ عالم ہمارے پاس ہوتے تو ہم ان کے پاؤں دھوتے —— اور ان کے پاؤں کا دھوون پینے کو سعادت جانتے۔''

(اخلاق العلماء، بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھی اس باعمل اور پیکرِ اخلاص عالم کی عظمت خداداد —— انہوں نے اپنی خودداری سے اسلام کے مینارے کو بلند کر دیا —— بادشاہ کی چاپلوسی کی بجائے جیل اور ابتلا کو برداشت کیا —— یہاں تک کہ دشمنوں کے بادشاہ ان کے پاؤں کے دھوون پینے

[1] جس بادشاہ کا تذکرہ ہو رہا ہے اس کا نام نجم الدین ایوب ہے، اب یا تو غلطی سے اس کے دشمن کا نام نجم الدین ایوب لکھا دیا گیا ہے یا پھر ممکن ہے کہ مخالف کا نام بھی یہی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ اشرف قادری۔

کی آرزو کرنے لگے —— انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ یقینِ محکم پر قائم ہیں —— علماء کے مقام سے آشنا ہیں —— اور امت مسلمہ کو خودداری اور ثابت قدمی کا درس دینے والے ہیں —— یہی وہ راز ہے جسے اپنا کر علماء مسلم اُمّہ کے قائد بن سکتے ہیں —— اور امت مسلمہ ان مضبوط اور مستقیم بنیادوں پر گامزن ہو سکتی ہے، جس پر سلف صالحین چلتے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عزّ الدین بن عبد السلام کو ان کے معاصرین اور ان کے بعد کے علماء نے بالاتفاق سلطان العلماء کا لقب دیا —— اور وہ واقعی اس کے مستحق تھے۔

[1] عبدلعزیز بن عبد السلام مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے شافعی فقیہ تھے، ۵۷۷ھ دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، پہلے زاویۃ الغزالی میں خطیب اور مدرس مقرر ہوئے، پھر جامع اموی کے خطیب مقرر ہوئے، ۶۶۰ھ قاہرہ میں رحلت ہوئی، ان کی تصانیف بھی ہیں۔ ۱۲ الأعلام

[2] الملک الصالح: نجم الدین ایوب، صلاح الدین ایوبی کے والد اور اسد الدین ابن شیرکوہ کے بھائی تھے، جبل جور میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت موصل میں حاصل کی، نڈر اور دلیر بن کر ابھرے، بڑے رحیم و کریم، حلیم اور شفیق تھے، ان کے دروازے پر آنے والے وفدوں کا ہجوم رہتا تھا، ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ''هُوَ مُتْلِفُ الْمَوْجُوْدِ بِبَذْلِ الْجُوْدِ'' یعنی جو کچھ موجود ہوتا لٹا دیتے تھے، عماد کاتب کہتے ہیں کہ نجم الدین ایوب ۱۸ ذوالحجہ ۵۶۸ھ بروز پیر قاہرہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے تو باب النصر کے پاس گھوڑے نے انہیں گرا دیا، انہیں اٹھا کر گھر لیجایا گیا، اس واقعہ کے بعد آٹھ دن زندہ رہے اور ۲۷ ذوالحجہ بروز منگل اس دنیا سے رحلت کر گئے، انہیں دار سلطانیہ کے ایک کمرے میں ان کے بھائی اسد الدین کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا، پھر دو سال کے بعد ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں منتقل کر دیا گیا، 'میں کہتا ہوں' کہ ان دونوں کی قبروز یر موصل جمال الدین کی قبر کے پاس ہے۔ ۱۲ کتاب الروضتین ابوشامہ مقدسی ج:۱، ص:۲۰۹ ملخصاً۔

رسول اللہ ﷺ کے سفیر

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دینے کے لئے مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے پاس نمائندے بھجوائے —— تاکہ وہ اسلام کے پیغام سے آگاہ ہو جائیں —— یہ تعمیل تھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۱)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے۔

آپ چند لمحات ان نمائندوں میں غور کریں —— ان کے منتخب کرنے میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت ظاہر ہو جائے گی۔

❶ رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ بجلی [۱] کو یمن میں ذوالکلاع [۲] اور ذوعمرو کے پاس بھیجا —— ذوعمرو یہودی تھے، انہوں نے حضرت جریر کو کہا:

"اگر آپ کے صاحب سچے ہیں تو وہ آج اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں —— ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ اس مہینے اور اس دن وصال فرما جائیں گے —— اور وہ روئے زمین پر آخری نبی ہوں گے۔"

حضرت جریر اور ان کے ساتھیوں نے وہ تاریخ نوٹ کر لی —— کچھ دنوں کے بعد سواروں کی آمد پر اطلاع ملی کہ نبی اکرم ﷺ اسی دن رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے ہیں —— چنانچہ ذوالکلاع اور ذوعمر [۳] دونوں صدقِ دل سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ)

❷ رسول اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی [۴] کو شاہ روم قیصر کے پاس بھیجا

۱ سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷

—— قیصر نے نبی اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی اپنی جیب میں رکھ لیا —— حضرت دحیہ کلبی کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ "اگر میرے ملک میں ہوتے تو میں ضرور ان کی پیروی اور امداد کرتا۔"

❸ نبی اکرم ﷺ نے شجاع ابن وہب اسدی کو جبلہ ابن ایہم غسانی [۵] کے پاس بھیجا۔

❹ سرکار دو عالم ﷺ نے بنوالاسد ابن عبدالعزّٰی کے حلیف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ [۶] کو مقوقس [۷] صاحب اسکندریہ کے پاس بھیجا —— مقوقس نے حضرت حاطب کا احترام کیا —— اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپکے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ [۸] اور ان کی بہن، حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ حضرت سیرین بطور تحفہ بھجوائیں —— آپ نے حضرت سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیں —— اس کے علاوہ مقوقس نے ایک خچر اور دراز گوش بھی بھجوایا۔

❺ حضور جان نور ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری [۹] کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا جن کا نام اصحمہ تھا —— وہ اسلام لا چکے تھے —— نبی اکرم ﷺ نے انہیں ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی امّ المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ کا نکاح کرانے کے لئے وکیل بنایا۔ حضرت ام حبیبہ اپنے شوہر عبداللہ ابن جحش کے ساتھ ہجرت کر کے گئی تھیں —— وہ وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور عیسائیت پر ہی حبشہ میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام حبیبہ کی حفاظت فرمائی اور وہ اسلام پر قائم رہیں —— رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تو آپ نے انہیں پیغام نکاح بھجوایا —— اور حضرت نجاشی کو نکاح پڑھانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا —— نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے انہیں چار سو دینار بطور مہر دئے —— نیز نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چند ملبوسات بھجوائے —— ایک قمیص، شلوار، عمامہ، اسوانی چادر [۱۰] اور دو سادہ موزے —— نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

❻ حبیب خدا ﷺ نے بنو عامر ابن لؤی کے بھائی حضرت سُلیط ابن قیس [11] کو اہل یمن کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا۔

❼ شفیع روز محشر ﷺ نے بنو اُمیہ کے حلیف حضرت علاء ابن الحضرمی [12] کو بحرین کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا ——— وہاں کے لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے خراج بھجوایا ——— پہلے پہل بحرین کے خراج کا جو مال مدینہ طیبہ پہنچا وہ ستر ہزار درہم تھا ———

❽ سید انبیاء ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص سہمی [13] کو جلندی ابن مستکبر کے دو بیٹوں جیفر ازدی اور عبد ازدی کے پاس عمان بھیجا ——— وہ دونوں اسلام لے آئے اور عمان پر غالب آ گئے۔

❾ رسول رحمت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن حذافہ سہمی [14] کو شاہ ایران، کسریٰ ابن ہُرمُز کے پاس بھیجا ——— اس نے جب نبی اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی پڑھا تو کہنے لگا:

''انہوں نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے؟''

یہ کہہ کر مکتوب مبارک پھاڑ دیا ——— اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ سزا دی کہ ملک ایران مکمل طور پر پارہ پارہ کر دیا ——— اس کے بعد وہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکے ——— اللہ تعالیٰ نے ان کی جمعیت کا خاتمہ فرما دیا ——— اور مسلمان ان کے ملک کے وارث ہو گئے۔

(اَلْمُحَبَّر ——— محمد بن حبیب بغدادی، بتصرف)

۱۔ جریر بن عبداللہ ابن جابر بجلی، مشہور صحابی ہیں، ان کی کنیت ابو عمرو ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی، حضرت جریر بڑے وجیہ اور حسین و جمیل تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کی جنگ میں انہیں سرکردہ حضرات میں شامل فرمایا، ۵۴ھ میں ان کی رحلت ہوئی، رضی اللہ عنہ ۱۲۔ الاصابۃ۔

۲۔ ذوالکلاع: اَسْمَیْقَعْ ابن باکور، اسی طرح ''اصابہ'' میں ہے۔ ''الاعلام'' میں ہے: سمیفع ابن ناکور ابن بعفر، یمن کے بادشاہ تھے، دور جاہلیت کے آخر میں تھے، جب اسلام آیا تو مشرف با سلام

ہو گئے، نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ ان کے پاس حضرت جریر تشریف لے گئے تو وہ اسلام لے آئے اور چار ہزار غلام آزاد کئے، پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے غلام طلب کئے تو انہوں نے ان کے پاس فروخت نہیں کئے، بلکہ انہیں بھی آزاد کر دیا، جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور ۳۷ھ میں صفین میں شہید ہوئے۔ ۱۲ الاعلام و اصابہ۔

۳۔ ذوعمرو: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں یمن کے بادشاہ تھے۔ آپ کی دعوت پر اسلام لے آئے، ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے، دیکھئے اصابہ نمبر ۲۵۰۳

۴۔ دحیہ کلبی ابن خلیفہ مشہور صحابی ہیں، پہلے پہل غزوۂ خندق کے موقع پر حاضر ہوئے، اتنے حسین و جمیل تھے کہ بطور مثال ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا، امین وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت میں نازل ہوا کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں قیصر روم کے پاس نمائندہ بنا کر بھیجا۔ حضرت دحیہ جنگ یرموک میں شامل تھے، آپ دمشق تشریف لے آئے تھے، مقام مُزّہ میں قیام فرمایا، مروی ہے کہ وہیں وفات پائی، آپ کی قبر انور کی زیارت کی جاتی ہے، آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں تقریباً ۴۵ھ میں ہوئی۔

۵۔ جبلہ ابن ایہم: آل جفنہ سے تھا اور غسانیوں کا آخری بادشاہ تھا، ایک عرصہ دور جاہلیت میں زندہ رہا، دومۃ الجندل کی جنگ میں شریک ہوا، جنگ یرموک میں رومی عیسائیوں کی طرف سے شامی عربوں کے مقدمۃ الجیش میں شامل تھا، پھر اسلام لے آیا، مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، بعد ازاں مرتد ہو کر شام چلا گیا، واقعہ یہ ہوا کہ اس نے ایک اعرابی کی آنکھ پر تھپڑ رسید کر دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بدلے کے طور پر اعرابی اسے تھپڑ مارے، جبلہ نے کہا: کیا اس کی آنکھ میری آنکھ جیسی ہے؟ ——— اللہ کی قسم! میں ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جہاں آپ کی مجھ پر حکومت ہو، پھر مرتد ہو کر روم کے شہروں میں چلا گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ ۲۰ھ میں مر گیا ۱۲ فتوح البلدان بلاذری (اس واقعہ کی تفصیل ''زندۂ جاوید خوشبوئیں'' میں ملاحظہ فرمائیں) شرف قادری

۶۔ حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے، بڑے ماہر تیر انداز تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں مقوقس ابن راعیل کے پاس بھیجا، دور جاہلیت میں قریش کے نامور شہسوار اور شاعر تھے، ۳۰ھ مدینہ منورہ میں رحلت ہوئی۔ ۱۲ الاصابہ بتصرف۔

۷۔ مقوقس: قبطیوں کا فرماں روا تھا، اس کا نام مقوقس ابن راعیل ہے۔

۸۔ ماریہ قبطیہ بنت شمعون، نبی اکرم ﷺ کی کنیز اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ ہیں۔ اصل میں مصری تھیں۔ مقوقس نے انہیں اور ان کی بہن سیرین کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، آپ نے سیرین حضرت حسان بن ثابت ؓ کو عطا فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت ماریہ قبطیہ کو نان و نفقہ پیش کرتے رہے، ۱۶ھ مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۹۔ عمرو ابن امیہ ضمری ؓ بہادر ترین صحابہ میں سے ہیں، دور جاہلیت میں ان کی شہرت تھی، بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ شریک جنگ ہوئے، پھر اسلام لے آئے، بنو عامر نے انہیں گرفتار کیا، ان کے امیر عامر ابن طفیل نے انہیں رہا کر دیا، خلفاء راشدین کے دور میں زندہ رہے، بہت سی جنگوں میں شریک ہوئے، ان کی بہادری اور پیش قدمی کی بڑی شہرت ہوئی، حضرت امیر معاویہ کے دور خلافت میں ۵۵ھ مدینہ منورہ میں رحلت ہوئی۔

۱۰۔ اسوانی: ایک گاؤں اَسوان کی طرف نسبت ہے جو مصر کے آخر میں نُوبہ کے شہروں کے قریب ہے۔

۱۱۔ سُلَیط ابن قیس علوی انصاری ؓ بدری صحابی ہیں، تمام غزوات میں شریک ہوئے یوم الجسر میں شہید ہوئے، لاولد تھے۔

۱۲۔ علاء بن حضرمی ؓ صحابی ہیں، صدر اسلام کے نبرد آزما مردوں میں سے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بحرین میں صدقات کی وصولی پر مقرر فرمایا، نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے انہیں مقرر فرمایا، پھر حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں بصرہ بھیجا تو راستے میں ۲۱ھ میں ان کا انتقال ہو گیا — ؓ۔ الاعلام۔

۱۳۔ عمرو بن عاص ؓ: عرب کے عالی دماغ دانشور تھے، صلح حدیبیہ کے عرصے میں اسلام لائے، نبی اکرم ﷺ نے ذات السلاسل کی جنگ میں انہیں امیر مقرر فرمایا اور عمان کا گورنر مقرر کیا، شام کے جہاد میں لشکروں کے کمانڈر تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں مصر کے لئے امیر مقرر فرمایا تو اسے فتح کیا۔ ۴۳ھ قاہرہ میں رحلت فرما ہوئے۔ ۱۲، الاعلام۔

۱۴۔ عبداللہ ابن حذافہ سہمی ؓ، قدیم الاسلام صحابی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں شاہِ ایران کسریٰ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا، انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے، حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں رومیوں نے انہیں قید کر لیا، پھر رہا کر دیا، فتح مصر میں شریک ہوئے اور وہیں حضرت عثمان غنی ؓ کے زمانہ خلافت میں ۳۳ھ میں رحلت فرمائی۔

گناہوں کی شکایت

لوگوں نے پوچھا: ''آپ کو کیا شکایت ہے؟''

فرمایا: ''گناہوں کی شکایت ہے۔''

یہ الفاظ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ[1] نے کہے — جب وہ بیمار ہوئے اور حضرت عثمان غنی ؓ ان کی عیادت کے لئے گئے۔

پوچھا: ''آپ کو کیا شکایت ہے؟''

فرمایا: ''گناہوں کی۔''

دریافت کیا: ''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

فرمایا: ''اپنے رب کی رحمت۔''

سوال کیا: ''کیا آپ کے لئے حکیم کو بلاؤں؟''

فرمایا: ''حکیم ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے)

اچھا یہ بتائیں: ''آپ کو کچھ عطیہ بھجوادوں؟''

فرمایا: ''مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔''

مشورہ دیا: ''آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔''

فرمایا: ''آپ کو میری بیٹیوں کے فقر و فاقہ کے بارے میں کیوں خوف ہے؟'' میں نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کریں — میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی اسے کبھی فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔[1]

۱۔ یہ حدیث امام علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں (نمبر ۷۹۴۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، ابن اثیر نے جامع الاصول میں (نمبر ۶۲۵۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، اس میں یہ اضافہ ہے: مسبّحات (وہ سورتیں جو سبّح للّٰہِ سے شروع ہوتی ہیں) میں ایک آیت ہے جو ہزار آیات کے برابر ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے ـــ انہوں نے وفات سے پہلے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کر دیا تھا ـــ ابن مسعود نے دو سال بیت المال سے وظیفہ نہیں لیا تھا ـــ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو سال کا وظیفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ابن مسعود کے وارثوں کو دے دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(اسد الغابہ - اصابہ - بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھا ایمان خالص جس نے دلوں میں انقلاب برپا کر دیا ـــ ان میں قناعت رضائے الٰہی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ راسخ کر دیا ـــ وہ بیمار ہوتے تو کسی سے نہیں پوچھتے تھے کہ ڈاکٹر آیا یا نہیں؟ ـــ وہ اپنے دل میں اولاد کی فکر نہیں پالتے تھے ـــ وہ جانتے تھے کہ ہماری اولاد قرآن کی پناہ میں فقر اور تنگدستی سے محفوظ ہے ـــ چونکہ ان کا سینہ یقین کی ٹھنڈک اور ایمان کی روح سے سرشار تھا، اس لئے پرسکون نفس اور راحت سے مالا مال دل کے ساتھ اپنے رب کے دامن رحمت میں منتقل ہو گئے۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وفضل اور رسول اللہ ﷺ کے قرب کے اعتبار سے جلیل القدر صحابی بلکہ اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں، وہ مہاجرین سابقین میں سے ہیں انہیں چھٹے نمبر پر اسلام لانے اور مکہ معظمہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، وہ سفر وحضر میں نبی اکرم ﷺ کے خادم، رفیق اور صاحب راز تھے، نبی اکرم ﷺ کا تکیہ اور آپ کے مبارک نعلین ان ہی کے پاس ہوتے تھے۔ وہ "ابن اُم عبد" کے عنوان سے معروف تھے، ۳۲ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

مسلمانوں کی فتوحات کا راز

فتوحات کا پہلا سبب سچا اور خالص ایمان ہے ـــ دنیا بھر کے دانشور مسلمانوں کی فتح کے سبب مبہوت ہیں ـــ اور اس کا سبب تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں ـــ وہ قوم جو اپنے علاقے سے نکلتے ہوئے ڈرتی تھی ـــ قریب کی بڑی حکومتوں روم، ایران اور دیگر حکومتوں سے خوفزدہ رہتی تھی ـــ اور جو روم اور ایران کی حکومتوں کو ہمیشہ تعظیم واحترام کی نظروں سے دیکھتی تھی ـــ اس قوم کو یکا یک کیا ہوا؟ کہ اس نے تھوڑے سے عرصے میں اس وقت کی دوسُپر طاقتوں کو روند ڈالا۔

ہاں ہاں! قدیم اور جدید مفکرین حیران ہیں کہ عربوں میں یہ جرأت کہاں سے آ گئی؟ ـــ وہ چند ہزار تھے، ان کے پاس ستر عورت کے علاوہ بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑے نہیں تھے ـــ وہ بھوکے تھے، ان کے پاس جسم وجان کا رشتہ برقرار رکھنے سے زیادہ خوراک نہیں تھی ـــ ان کے پاس سامان جنگ بہت ناکافی تھا ـــ جو تلواریں تھیں ان پر پرانے کپڑے لپٹے ہوئے تھے ـــ نیزوں پر دھجیاں لپٹی ہوئی تھیں۔

ظہور اسلام سے پہلے عربوں کے پاس طاقت تھی نہ فوج ـــ وہ عجمی پڑوسیوں کے خوف کے مارے صحراؤں میں زندگی بسر کرتے تھے ـــ اچانک اسلام نے ان کے نحیف ونزار جسموں میں بجلیاں دوڑا دیں ـــ انہوں نے شہروں کے شہر پامال کر دئے ـــ اور اس وقت کی دوسُپر طاقتوں کا غرور مختصر مدت میں خاک میں ملا دیا ـــ اس جگہ ہم تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر کر غور وفکر کرتے ہیں تا کہ ہمیں پتا چلے کہ اس کا سبب کیا تھا؟

پہلا سبب یہ تھا کہ جب عرب اسلام لائے تو ان کا یقین محکم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی سرفرازی کی جو دعوت دی ہے، برحق ہے ـــ ان کا کوئی عمل دنیا کے لئے نہیں، بلکہ ہر عمل آخرت کے لئے تھا ـــ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ

غازی بنتے ہیں یا شہید —— وہ دنیا کی زندگی سے زیادہ شہادت پر خوش ہوتے تھے —— ذرا سنیئے! وہ غیر مسلم بادشاہوں سے کس طرح گفتگو کرتے تھے؟ —— آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ وہ موت سے کس قدر بے خوف تھے؟ —— بعض تو شہادت کا اس قدر شوق رکھتے تھے کہ اگر انہیں شہادت کے بغیر موت آجاتی تھی تو کفِ افسوس ملتے تھے۔

سنیئے! شاہ مصر، مقوقس ابن راعیل نے حضرت عبادہ ابن صامت ؓ کو رومیوں کے لشکروں، ان کی تعداد اور سازوسامان کی کثرت سے ڈرایا —— اس وقت مسلمان مجاہدین رومیوں کے کچھ قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے —— حضرت عبادہ نے ایمان سے لبریز لب و لہجے میں جواب دیا:

"سنو! تم اور تمہارے ساتھی کسی مغالطے میں نہ رہنا —— تم ہمیں رومیوں کے لشکروں کی کثرتِ تعداد اور سازوسامان کی فراوانی سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو؟ —— تم ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ ہم ان کے مقابلے کی تاب نہیں لاسکیں گے؟ —— میری زندگی کے مالک کی قسم! جن چیزوں سے تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو وہ ہمارے عزائم کو متزلزل نہیں کرسکتیں —— تم نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو اس نے رومیوں کے خلاف ہمارے جہاد کے شوق کو مہمیز لگائی ہے —— اور جذبۂ جاں بازی کی چنگاری کو شعلۂ جوالہ بنادیا ہے —— اگر ہم سارے کے سارے شہید ہو جائیں تو جب ہم اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو ہمارا عذر مقبول ہوگا —— ہمارے لئے اس کی محبت و رضا کے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہوگا —— ہمارے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھوں کی ٹھنڈک اور محبوب نہیں ہے۔

اس وقت تمہارے مقابل ہمارے لئے دو فضیلتوں میں سے ایک یقینی ہے۔

☆ اگر ہم تم پر غالب آگئے تو ہمیں دنیا کی عظیم غنیمت حاصل ہوگی۔

☆ اور اگر تم ہم پر غالب آگئے تو ہمیں آخرت کی غنیمت حاصل ہوگی۔

اور یہ ہمارے نزدیک دونوں میں سے زیادہ محبوب ہے اور ہم اسی کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ [1]

کتنے چھوٹے گروہ اللہ کے اذن سے بڑے گروہوں پر غالب آگئے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ہم میں سے ہر شخص صبح و شام اپنے رب سے دعا مانگتا ہے کہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما —— مجھے میرے وطن اور اہل و عیال کی طرف نہ لوٹا —— ہم میں سے کسی کو اپنے پس ماندگان کا کوئی غم نہیں ہے —— ہم میں سے ہر شخص اپنے اہل و عیال کو اپنے رب کے سپرد کر کے آیا ہے —— ہمیں اگر فکر ہے تو صرف آخرت کی —— تم نے جو کہا ہے کہ ہم معاشی طور پر تنگدستی اور ناداری کا شکار ہیں، تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم بڑے خوشحال ہیں —— اگر ہمیں پوری دنیا کی دولت بھی حاصل ہو جائے تو ہم اس میں سے اتنی ہی دولت لیں گے جتنی اس وقت لے رہے ہیں۔

تبصرہ:

تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہر سچے ایمان والے مسلمان کا یہی عقیدہ تھا —— اسی لئے بڑے بڑے سلاطین اور ملوک ان مسلمان عربوں سے خوف کھاتے تھے —— کیونکہ ان کے پاس ناقابل شکست عقیدہ اور ایسا سچ تھا جو ایک اٹل حقیقت تھا

۱۔ البقرۃ: ۲۴۹/۲

—— دوسروں کے پاس یہ زندہ اور محترم بنیادیں نہیں تھیں —— یہ بنیادیں سیدنا محمد عربی ﷺ لائے تھے اور ان کے رگ و پے میں اتار دی تھیں —— وہ لوگ ان پر عمل پیرا ہو کر اقوام عالم کے حکمران بن گئے — اور انہوں نے قیصر و کسریٰ کے محلات کو زمین بوس کر دیا —— حیران کن فتوحات حاصل کرنے، ظلم کے محلات خاک میں ملانے، ایوان عدل قائم کرنے اور اسلامی حکومت کے قیام کا بڑا سبب یہ تھا۔

اسلامی فتوحات کا ایک دوسرا سبب بھی تھا —— اور وہ یہ کہ مسلمانوں میں وہ مردانِ کار آزما تھے جو فتح و نصرت کے جھنڈوں کی شرائط کے حامل تھے —— اس دور کا امتیاز یہ ہے کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے نابغۂ روزگار افراد پیدا ہوئے —— اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے کامیابی مقدر فرما دی تھی —— لہٰذا انہیں سیاست، جنگ، حکمت و دانش اور صبر کے اعتبار سے ایسے باکمال کمانڈر عطا فرمائے جو دنیا بھر کے جنگی ماہرین کا انتخاب تھے —— مثلاً:

خالد بن ولید[2] سعد بن ابی وقاص[3] ابوعبیدہ ابن الجراح[4] حمزہ ابن عبدالمطلب[5]، علی بن ابی طالب، ضرار بن ازور[6] قعقاع ابن عمرو تمیمی[7]

زیرکی اور سیاسی مہارت میں مغیرہ ابن شعبہ[8]، معاویہ ابن ابی سفیان[9]، عمرو بن العاص[10]

اعلیٰ روحانی قائدین اور پیکران صداقت و تقویٰ میں سے ابوبکر صدیق[11] اور عمر بن خطاب[12] آخری دو حضرات عزم و ہمت، حکمت و دانش اور احتیاط میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسلام کے دورِ اول میں ان حضرات اور ان جیسے دیگر باکمال افراد کا وجود اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا ایک بڑا سبب تھا —— مشکل ترین حالات میں صبر ہی ان کا ساز و سامان تھا —— اسی لئے وہ صبر کے بعد ملنے والی کامیابی کو نیک فال تصور

کرتے تھے —— یوں بھی صبر نصف ایمان ہے —— یہ حضرات جنگوں میں جلد باز
سے کام نہیں لیتے تھے، ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ جس قدر ہو سکے جنگ کو طول دیا جا
—— اسی لئے عربوں نے ملک شام کے شہروں کے خلاف جنگ نہیں کی —— بلکہ ا
کے اطراف میں جنگ کرتے تھے —— اور جنگ کو طویل کرنے اور صبر کی پالیسی
گامزن رہتے تھے۔

جنگ ہو یا امن، مجاہدین اسلام ہر حال میں واپسی کا راستہ محفوظ رکھتے تھے ——
فتح کیسی بھی ہوتی اس پر مغرور نہیں ہوتے تھے —— شہروں پر اس وقت تک حکم جار
نہیں کرتے تھے جب تک ان کا اقتدار وہاں مستحکم نہ ہو جاتا اور مضبوط قیادت میسر نہ ہو جا
—— یہ سب اس بنا پر تھا کہ انہوں نے اسلامی شریعت کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا ت
—— اور وہ آخرت پر صرف ایمان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے لئے عمل بھی کرتے تھ
—— اسی لئے دنیا ان کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آئی —— اور ان کا چرچا بھی خوب ہ
اور اجر و ثواب بھی خوب —— یہ وہ قابل قدر اخلاق ہیں جنہیں چمکانے اور تیز کرنے ک
ضرورت ہے۔

اسلام نے آ کر اس جماعت کی صلاحیتوں کو نکھار دیا —— اور ان کی معنو
قوتوں کو معراج کمال پر فائز کر دیا —— انفرادی شجاعت و سخاوت کو عمومی اور اسلام
شجاعت و سخاوت کے سانچے میں ڈھال دیا —— اسلام نے قابل صد احترام دلوں او
عالی قدر عقلوں کو محبت کی چاشنی عطا کر دی —— اور ان کو جمع کر کے ایسی طاقت پید
کر دی جس کا ایک ہی مقصد تھا —— اسلام کے جھنڈوں کو دنیا بھر میں لہرانا ——
اور ہدایت و بصیرت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔

(ابن کثیر۔ الروض الانف۔ قصص العرب۔ الفتوۃ للدسوقی، بتصرف)

[1] عبادہ ابن صامت انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی ہیں، بدر میں حاضر ہوئے، بیعت عقبہ کے موقع

مقرر کئے جانے والے نقباء میں سے ایک تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت ابو مرثد غنوی کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا، وہ بدر کے بعد تمام مشاہد میں حاضر ہوئے - فتح مصر میں بھی حاضر ہوئے، وہ پہلے صحابی ہیں جو فلسطین کے قاضی مقرر ہوئے، وہ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے پورا قرآن پاک یاد کیا - ۳۴ھ مقام رملہ میں وفات پائی - رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

۳ خالد بن ولید ابن مغیرہ مخزومی قریشی، سیف اللہ (اللہ کی تلوار) عظیم فاتح، جلیل القدر صحابی ہیں - وہ اسلام اور جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور شہسواروں میں سے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تو نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں مجاہدین کا کمانڈر مقرر فرمایا، پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے انہیں اس منصب پر بحال رکھا، بعد ازاں معزول فرمادیا (یاد رہے کہ حضرت خالد بن ولید ؓ کو حضرت عمر فاروق ؓ نے معزول کیا تھا - ۱۲ قادری) اس کے باوجود وہ ایک سپاہی کی حیثیت سے جہاد میں مصروف رہے، فتوحات میں خاص توفیق ان کے شامل حال تھی، راجح قول کے مطابق ۲۱ھ حمص میں ان کی رحلت ہوئی - رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴ سعد بن ابی وقاص قریشی زہری ؓ جلیل القدر صحابی، عراق اور مدائن کے فاتح، اور ان چھ حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر فاروق ؓ نے خلافت کے لئے مقرر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلے تیر چلانے والے اور ان دس خوش بخت حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں زبان رسالت سے جنت کی خوشخبری دی گئی، انہیں "فارس الاسلام" (اسلام کا شہسوار) کہا جاتا ہے - ۱۷ سال کی عمر میں اسلام لائے، بدر میں حاضر ہوئے، قادسیہ فتح کیا، عرب کے قبائل کے لئے کوفہ بسایا، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ نے انہیں برقرار رکھا، پھر حضرت عثمان غنی ؓ نے انہیں معزول کردیا، آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور مدینہ طیبہ کے قریب رحلت فرماگئے، (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ قبل از نبوت ۶۲۳ء میں پیدا ہوئے اور ۵۵ھ میں ان کی رحلت ہوئی -

۵ ابو عبیدہ ابن عامر الجراح ؓ امیر، قائد، فاتح شام، جلیل القدر صحابی اور ان دس خوش نصیب حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، ان کا لقب "امین الامۃ" ہے، وہ پہلے پہل اسلام لانے والے صحابہ میں سے ہیں، تمام غزوات میں حاضر ہوئے، حضرت عمر فاروق ؓ نے جہاد شام کے لئے جانے والے لشکر کا کمانڈر مقرر کیا اور ان کے ہاتھوں فتح شام مکمل ہوئی، ان کی نرم دلی، امانت اور تواضع کی بنا پر لوگوں کے دل ان سے متعلق ہوگئے، ۱۸ھ طاعون عمواس میں رحلت ہوئی -

۶ ابو عمارہ حضرت امیر حمزہ ابن عبد المطلب بن ہاشم قریشی نبی اکرم ﷺ کے چچا، دور جاہلیت اور اسلام

میں قریش کے سرداروں اور سرکردہ لوگوں میں سے تھے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، جب اسلام کا ظہور ہوا تو پہلے انہیں اسلام کے قبول کرنے میں تردد ہوا، پھر قریش کی ناخوشی کے باوجود دل و جان سے ایمان لے آئے، قریش نے کہا: آج محمد (ﷺ) کو قوت حاصل ہوگئی، نیز نبی اکرم ﷺ کی ایذا رسانی سے بہت حد تک باز آگئے - حضرت امیر حمزہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، غزوۂ بدر اور دیگر مواقع پر حاضر ہوئے، غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا، ابوسفیان کی زوجہ ہندہ بنت عتبہ کے آزاد کردہ غلام وحشی نے انہیں شہید کیا - اعلان نبوت سے ۵۳ سال پہلے پیدا ہوئے، اور ۳ھ میں جام شہادت نوش کیا -

نوٹ: - حضرت علی مرتضیٰ ؓ کا تذکرہ اس سے پہلے کیا جاچکا ہے - ۱۲ قادری

۷ ضرار بن ازور اسدی ؓ جلیل القدر صحابی، اسلام کے عظیم جاں باز مجاہد، یرموک اور فتح دمشق میں حاضر ہوئے، وہ حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھیوں میں بہادر ترین شہسواروں میں سے تھے، انہوں نے یمامہ کے دن مالک بن نویرہ کو قتل کیا، ۱۱ھ میں رحلت ہوئی -

۸ قعقاع بن عمرو، عاصم کے بھائی، ؓ شہسوار صحابۂ کرام میں سے تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں پوچھا کہ آپ نے جہاد کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور گھوڑا، فرمایا: یہی تیاری کی انتہا ہے، ان کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: لشکر میں قعقاع کی آواز ہزار مرد سے بہتر ہے، جنگ قادسیہ میں انہوں نے بڑی جاں بازی کا مظاہرہ کیا

۹ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، عمرۂ حدیبیہ سے کچھ پہلے اسلام لائے، بیعت رضوان میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ سے حدیث روایت کی، یمامہ اور شام و عراق کی فتوحات میں شریک ہوئے، عرب کے زیرک ترین افراد میں سے تھے، حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں بصرہ کے گورنر رہے، پھر کوفہ کے گورنر رہے، بعد ازاں کوفہ ہی میں حضرت امیر معاویہ ؓ کی بیعت کی - ؓ ۵۶ھ کوفہ میں رحلت ہوئی -

۱۰ معاویہ ابن ابی سفیان صخر قریشی اموی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) شام میں بنو امیہ کی حکومت کے بانی اور عرب کے ممتاز اور بڑے دانشور، جلیل القدر صحابی ہیں، وہ فصیح بھی تھے اور حلیم بھی - مکہ معظمہ میں اعلانِ نبوت سے بیس سال پہلے پیدا ہوئے، فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے، کاتب وحی بھی تھے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ پھر حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں دمشق شام کا گورنر بنایا، حضرت عثمان غنی ؓ نے انہیں شام کے تمام شہروں کا گورنر بنا دیا، پھر حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے انہیں معزول کردیا، حضرت علی مرتضیٰ ؓ کی شہادت کے بعد ۴۰ھ میں تمام عالم اسلام کے خلیفہ بنے ۶۰ھ

دمشق میں ان کی رحلت ہوئی، وہ ایک سو تیس احادیث کے راوی ہیں اور تاریخ اسلام کے عظیم فاتح ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۱۔ عمرو بن عاص ؓ کا تذکرہ ''بادشاہوں کی طرف رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے سفیروں'' میں گزر چکا ہے۔

۱۲۔ ابوبکر صدیق ؓ:۔ عبداللہ ابن ابوقحافہ تیمی قریشی، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے پہلے مرد، پہلے خلیفۂ راشد اور دنیائے عرب کی عظیم ترین شخصیت، مکہ معظمہ میں اعلانِ نبوت سے اکاون سال پہلے پیدا ہوئے، عربوں کے ایک سردار کی حیثیت سے پرورش پائی، وہ عربوں میں امیر ترین اور قبائل کے انساب و احوال کے مشہور عالم تھے، ان کا لقب ''عالم قریش'' تھا۔ انہوں نے دورِ جاہلیت میں شراب اپنے اوپر حرام کر رکھی تھی، ۱۱ھ میں نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے دن ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، آپ نے مرتدین اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والوں سے جہاد کیا، آپکے دور میں بکثرت فتوحات ہوئیں، بڑے حلیم نرم مزاج اور نامور خطیب تھے، اس کے ساتھ ہی بڑے دلیر اور بہادر بھی تھے۔

آپ کی خلافت کی مدت دو سال اور ساڑھے تین ماہ تھی، ۱۳ھ مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی، (اور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ۱۲ قادری) نبی اکرم ﷺ نے واقعہ معراج کی خبر دی تو آپ نے بلاتردد اس کی تصدیق کی، اس لئے آپ کو ''صدیق'' کا لقب دیا گیا، بعض علماء نے اس لقب کی کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی ہیں، کتب حدیث میں آپ کی روایت کردہ ۱۴۲۔ احادیث ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۳۔ عمر بن خطاب ؓ:۔ عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی کی کنیت ابوحفص ہے، ہجرت سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے، دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، سب سے پہلے آپ کو امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا، جلیل القدر صحابی ہیں، شہرۂ آفاق بہادر، عادل، سراپا احتیاط اور بہت بڑے فاتح تھے، قریش کے نامور بہادروں اور سرداروں میں سے تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے اسلام لائے، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وفات سے پہلے ان کی وصیت کے مطابق ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور آپ کو خلیفہ بنادیا گیا، سب سے پہلے آپ نے ہجری تاریخ مقرر فرمائی، اور تاریخ اسلام میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے رجسٹر تیار کروائے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں لقب ''فاروق'' عطا فرمایا، ابولؤلؤہ فیروز نے دھوکے سے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ ۲۳ھ میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اے ہوا! انہیں گرفتار کرلے

الملک الصالح ایوب کے زمانے میں فرنگیوں نے دمیاط پر اس کے باشندوں کی بے خبری میں حملہ کردیا ـــــ ایوب منصورہ میں مقیم تھا ـــــ فرنگی دمیاط اور اس کے ساز و سامان پر قابض ہو گئے ـــــ وہاں کے باشندے اپنے اموال اور زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے ـــــ اور یہ غنیمت جانا کہ انہوں نے اپنی جانیں بچالی ہیں ـــــ بہت سے لوگ شہید اور بہت سے زخمی ہو گئے ـــــ اسی دوران الملک الصالح ایوب کا انتقال ہوگیا ـــــ ان کی کنیز شجرۃ الدُّر[1] نے اس خیال سے بادشاہ کی موت کو چھپائے رکھا کہ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں۔

یہاں تک کہ بادشاہ کا بیٹا طوران شاہ[2] آگیا ـــــ لوگوں نے اس کی حکومت اور اطاعت کی بیعت کی ـــــ اس نے ایک لشکر جرار تیار کیا ـــــ فرنگیوں سے جنگ کی، ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا ـــــ ان کے تیس ہزار افراد تہِ تیغ کئے ـــــ اور شہر دمیاط واپس حاصل کرلیا۔

مسلمانوں کے لشکروں میں عابد و زاہد اور علماء کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی، جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے تھے ـــــ ان ہی میں علم و عمل اور اخلاص کے پیکر، غیرتِ اسلامی کے سراپا شیخ عز الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے ـــــ زمانۂ ماضی میں علماء بھی جنگی ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت حاصل کیا کرتے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کمالِ جرأت سے لیس ہو کر اپنے شاگردوں سمیت خود بخود بادشاہوں کے سامنے پیش ہو جاتے تھے ـــــ اسی طرح وہ گھڑسواری اور تیراندازی کے مقابلوں میں بھی حصہ لیتے تھے ـــــ علماء اپنے شاگردوں کو تیراندازی، تیراکی، گھڑسواری اور

ضروریات جہاد کی ٹریننگ دیا کرتے تھے۔

شیخ عز الدین ابن عبدالسلام بھی اس لشکر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے ـــــ جب مسلمانوں اور فرنگیوں میں جنگ شروع ہوئی اور معرکہ کارزار گرم ہوا، تو ابتداء میں فرنگیوں کا پلڑا بھاری رہا ـــــ اچانک مسلمانوں کے رخ پر شدید آندھی آئی جس نے انہیں بے بس کر کے رکھ دیا ـــــ اگر اللہ تعالیٰ کی امداد نہ آتی تو قریب تھا کہ وہ شکست کھا جاتے ـــــ مجسمۂ اخلاص، مجاہد عالم شیخ عز الدین ابن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی ـــــ اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا مانگی ـــــ اور تین مرتبہ فرمایا:

''اے ہوا! دشمنانِ اسلام کو گرفتار کر لے''

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا کا رخ دشمنوں کی طرف ہو گیا ـــــ جس نے ان کی سواریوں کو بے کار کر کے رکھ دیا ـــــ اکثر فرنگی دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے ـــــ اس شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی ـــــ یہ صورت حال دیکھ کر ایک مسلمان بے ساختہ پکار اٹھا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں امتِ مصطفےٰ (ﷺ) میں ایسا شخص عطا کیا ہے جس کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی ہے۔''

(النجوم الزاہرۃ۔ بتصرف)

تبصرہ:

دور اول کے علماء بنفس نفیس جہاد میں حصہ لیا کرتے تھے ـــــ اپنے شاگردوں سمیت سامانِ جنگ تیار کیا کرتے تھے ـــــ لشکروں میں جاں نثاری اور ثابت قدمی کی روح پھونک دیا کرتے تھے ـــــ حقیقت میں یہی لوگ

فوجوں کے روحانی کمانڈر ہوا کرتے تھے ـــــ فوجی، علماء کے ارشادات اور ان کی مخلصانہ ہدایات دل کے کانوں سے سنا کرتے تھے ـــــ اسی لئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد دی جاتی تھی ـــــ علماء انہیں احکام فقہیہ کی تعلیم دیا کرتے تھے ـــــ انہیں پر خلوص حکام کی اطاعت و فرمانبرداری کی ضرورت سے روشناس کیا کرتے تھے ـــــ انہیں احکام جہاد سے آگاہ کرتے تھے ـــــ علماء کی ثابت قدمی اور سنگین حالات میں ان کے صبر کو دیکھ کر افواج کا مورال بلند ہو جاتا تھا ـــــ نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان جدھر رخ کرتے تھے، فتح و نصرت ان کا استقبال کیا کرتی تھی۔

---

۱ شجرۃ الدر بادشاہ کی کنیز تھی، پھر اس کے بیٹے کی ماں بن گئی، تو اس کی حیثیت بیوی والی ہو گئی۔

۲ طوران شاہ:

طوران شاہ ابن الملک الصالح نجم الدین ایوب ابن الملک الکامل محمد، مصر میں حکومت ایوبیہ کا آٹھواں اور آخری بادشاہ، اور الملک المعظم کا لقب اختیار کرنے والا تیسرا بادشاہ۔ اس کا قیام باپ کے نائب کی حیثیت سے دیار بکر کے قلعے میں تھا، جب ۶۴۷ھ میں اس کا باپ فوت ہو گیا اور شجرۃ الدرؒ نے اس کی موت کی خبر کو مخفی رکھ کر اسے بلایا تو وہ مصر آ گیا، طوران شاہ نے اپنے والد کی وفات کے چار ماہ بعد لباسِ شاہی زیب تن کیا، فرنگیوں نے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور دمیاط واپس حاصل کر لیا، پھر وہ شجرۃ الدر سے برگشتہ ہو گیا، جس نے بحری بادشاہ کو اس کے خلاف بھڑکا دیا، انہوں نے طوران شاہ کو فارسکور میں قتل کر دیا، اس کی حکومت کی مدت صرف چالیس دن تھی، اس مدت میں وہ نہ تو قاہرہ میں داخل ہوا اور نہ ہی اسے پہاڑی قلعے میں شاہی تخت پر بیٹھنا نصیب ہوا۔ اس کے قتل سے مصر میں حکومتِ ایوبیہ کا ۸۶ سالہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، ۶۴۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

سلطان نورالدین زنگی کا تقویٰ

الملک العادل سلطان نورالدین زنگی (۱) کی ملکہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ مجھے ملنے والا وظیفہ بہت کم ہے، اس میں اضافہ کیا جائے —— سلطان نورالدین نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ سرخ ہو گیا —— اور طیش کے عالم میں کہنے لگے:

''میں انہیں کہاں سے دوں؟ —— کیا ان کا اپنا مال ان کے لئے کافی نہیں ہے؟ —— اللہ کی قسم! میں ان کی خواہش پوری کرنے کے لئے جہنم میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں —— اگر ان کا خیال ہے کہ جو اموال میرے پاس ہیں وہ میری ملکیت ہیں تو یہ بہت ہی برا خیال ہے —— یہ مسلمانوں کے مال ہیں —— ان کے لئے اور ان کی ضروریات کے لئے محفوظ ہیں —— میں تو صرف ان کا محافظ ہوں —— میں ان میں خیانت نہیں کر سکتا۔''

پھر سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانوں کے بیت المال میں کچھ نہیں ہے —— ہاں! حمص میں تین دکانیں میری ملکیت ہیں وہ میں انہیں ہبہ کرتا ہوں —— وہ لے لیں اللہ تعالیٰ انہیں برکت عطا فرمائے۔''

سلطان نے اپنی ملکہ کو مسلمانوں کے بیت المال میں سے ایک درہم بھی نہیں دیا —— بلکہ اپنا ذاتی مال انہیں دے دیا —— ملکہ نے وہ دکانیں لے لیں —— ان دکانوں کی آمدن بہت کم تھی —— تاہم ملکہ نے اسی پر اکتفا کیا —— اور اس کے بعد کبھی سلطان سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔

---

۱ نورالدین زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ان کا نام محمود اور لقب الملک العادل تھا، شام، مصر اور دیار جزیرہ کے بادشاہ تھے، وہ اپنے زمانے کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ عادل، عظیم اور افصح تھے، اپنی رعایا کی ضروریات کا حد درجہ اہتمام کرتے تھے، انہوں نے بہت سے مدارس بنائے، بڑے متواضع مگر بارعب اور باوقار تھے، علماء کا انتہائی احترام کرتے تھے، وہ آرزو کیا کرتے تھے کہ انہیں شہادت کی موت آئے، چنانچہ وہ خوانیق کی بیماری کے سبب فوت ہوئے، تو انہیں شہید قرار دیا گیا، ۵۶۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

سلطان کے اخلاق کریمہ:

سلطان رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے عابد و زاہد اور عادل و منصف تھے —— ان کے بارے میں ابوالحسن ابن اثیر لکھتے ہیں:

''میں نے اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد آج تک کے گزشتہ بادشاہوں کی تاریخ کا وسیع مطالعہ کیا ہے —— لیکن مجھے خلفاء راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد کوئی ایسا سلطان نظر نہیں آیا جو الملک العادل نورالدین زنگی سے زیادہ اچھی سیرت والا اور ان سے زیادہ عدل و انصاف کے قریب ہو —— انہوں نے اپنے چوبیس گھنٹے عدل کے پھیلانے، جہاد کی تیاری، ظلم کے ازالے، عبادت کی ادائی اور احسان و انعام کے لئے وقف کر رکھے تھے —— اگر وہ کسی دوسری قوم میں ہوتے تو وہ ان پر فخر کرتی اور انہیں اپنی عزت قرار دیتی —— انہوں نے کھانے، پینے اور لباس میں تمام حرام چیزوں کو ترک کر رکھا تھا —— ان سے پہلے سلاطین گویا دور جاہلیت میں زندگی بسر کر رہے تھے —— ان کی تمام تر توجہ پیٹ اور جنسی خواہشات پر مرکوز تھی —— وہ کسی نیکی کو اچھا جانتے تھے اور نہ ہی کسی برائی کو برا جانتے تھے —— یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان زنگی کو حکومت عطا فرمائی —— وہ شریعت مبارکہ کے امر و نہی کے احکام پر عمل پیرا ہوئے۔''

جہاں تک ان کے زُہد، عبادت اور علم کا تعلق ہے، تو وہ وسیع مملکت اور شہروں کے کثیر ذخیرے کے باوجود صرف اپنی ملکیت سے کھاتے تھے —— اور اسی سے لباس زیب تن کرتے تھے —— اور ملکیت بھی وہ تھی جو انہوں نے مال غنیمت میں سے اپنے حصے سے خریدی تھی —— انہوں نے فقہاء کو بلایا اور ان سے فتویٰ طلب کیا کہ میرے لئے کیا

کچھ حلال ہے؟ ــــ انہوں نے جو فتوئی دیا اس سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ــــ انہوں نے بادشاہوں کے لئے عدل وانصاف کی سنت کی پیروی کا نیا معیار پیش کیا ــــ شریعت نے جو ریشم، سونا اور چاندی حرام کی ہے اسے کبھی نہ پہنا ــــ انہوں نے اپنے زمانے میں تمام شہروں میں شراب کے پینے اور بیچنے کو قانونی طور پر حرام قرار دیا ــــ وہ شراب پینے والے پر شرعی حد جاری کرتے تھے ــــ ان کے نزدیک سب لوگ برابر تھے ــــ شریعت مطہرہ کا دل سے احترام کرتے تھے ــــ اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تھے ــــ وہ کہا کرتے تھے:

''ہم شریعت کے پابند ہیں ــــ اور اسی کے احکام جاری کریں گے۔''

وہ بڑے پختہ کار زاہد تھے ــــ دنیا سے اتنا حصہ لیتے تھے جو مقدار کافی سے بھی کم ہوتا تھا ــــ ان کا مقولہ ہے:

''زُہد کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا آدمی کے ہاتھ میں نہ ہو۔

زُہد یہ ہے کہ انسان کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو۔

یہی زُہد کی حقیقت ہے ــــ ان کے جلیل القدر مناقب اتنے ہیں کہ اس مختصر مقالے میں بیان نہیں کئے جا سکتے ــــ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق تھا ــــ رات کو باقاعدہ نوافل پڑھا کرتے تھے۔

ابن اثیر کہتے ہیں:

''وہ رات کو بکثرت نوافل ادا کرتے تھے ــــ دعاء واستغفار اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ــــ یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جاتی۔''

اس گفتگو کے باوجود اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ نور الدین زندگی کون تھا؟

تو سنئے! الملک العادل، سلطان نور الدین زنگی ابوالقاسم محمود زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ

وﷺ نے دو مرتبہ دمشق کا محاصرہ کیا ــــ تیسری مرتبہ اسے فتح کر لیا ــــ وہاں سنت کو قائم کیا اور بدعات کا قلع قمع کر دیا ــــ وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے اٹھائے ــــ پھر انہوں نے مصر فتح کیا اور وہاں سنت مصطفےٰ (ﷺ) کا بول بالا کیا۔

انہوں نے اپنے لئے ایک دار تعمیر کیا ــــ اس کا نام ''دار العدل'' رکھا ــــ وہاں خود بیٹھ کر مظلوموں کی شکایات خود سنا کرتے تھے ــــ لوگوں کے مقدمات اور مظالم کا فیصلہ کیا کرتے تھے ــــ یہاں تک کہ ان کے ہاں ظلم وستم کا خاتمہ ہو گیا ــــ اور پولیس کی ضرورت ہی نہ رہی ــــ وہ آدھی رات قیام کرتے تھے ــــ نماز پڑھتے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور بکثرت دعائیں مانگتے ــــ رات کو جو دعائیں مانگتے ان میں سے ایک یہ ہے:

''میرے اللہ! محمود زنگی کی نہیں، اپنے دین کی امداد فرما!''

ان کے غیر مسلم دشمن کہا کرتے تھے:

''نور الدین کے پاس اگرچہ سامان جنگ کی کثرت ہے، فوجیں بھی کم نہیں ہیں ــــ لیکن اس کی فتح ونصرت کا راز یہ نہیں ہے ــــ اسے جو فتح وظفر دی جاتی ہے تو اپنے رب کی بارگاہ میں دعاء والتجا اور رات کی نماز کی بنا پر ہے ــــ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے ــــ اسکے دامنِ سوال کو مرادوں سے بھر دیتا ہے ــــ اور اس کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا ــــ اس طرح وہ ہم پر غالب آ جاتا ہے۔''

تبصرہ:

یہ ہے غیر مسلموں کا تاثر اور عقیدہ، سلطان نور الدین زنگی کے بارے میں

—— کاش کہ مسلمانوں کے موجودہ دور کے حکمران صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرتے —— ان کی سیرت میں ولولہ انگیز اور پاکیزہ روح ہے، جو حکام اور عوام الناس کی اعلیٰ ترین فضائل کی طرف راہنمائی کرتی ہے —— اور نظام مصطفےٰ (ﷺ) کے عملی نفاذ کی ٹریننگ دیتی ہے —— اگر نظامِ مصطفےٰ (ﷺ) عملاً نافذ ہو جائے تو امت مسلمہ کا حال[1] اور مستقبل سنور جائے۔

(الروضتین، ابوشامہ —— اور ابن اثیر، بتصرف)

یہی وہ خوش قسمت سلطان ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دو یہودیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''یہ دونوں ہمیں ایذا پہنچانے کے درپے ہیں، ان کا علاج کرو۔''

سلطان نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قریبی مکان سے سرنگ کھود کر سرکار دوعالم ﷺ کے روضۂ اقدس کے قریب پہنچ چکے ہیں —— سلطان نے روضۂ اقدس کے اردگرد انتہائی گہری خندق کھدوا کر ان دونوں موذیوں کو قتل کر کے اس میں پھینک دیا —— اور سیسہ پگھلا کر اس خندق کو بھر دیا —— تا کہ آئندہ کسی خبیث کو یہ جرأت نہ ہو سکے، رحمہ اللہ تعالیٰ -۱۲ اشرف قادری۔

---

[1] ابوالحسن ابن اثیر:

علی بن محمد عزالدین جزری معروف بہ ابن الاثیر محدث، مؤرخ، حافظ، ادیب، لغت، علم بیان اور انساب کے ماہر تھے، ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے، موصل میں رہے اور وہیں ۶۳۰ھ میں وفات پائی، ''الکامل فی التاریخ، اسد الغابہ، اللباب فی تہذیب الانساب'' وغیرہ ان کی تصانیف یادگار ہیں۔

عربوں کے ہاں موسیقی سے علاج

ابن اسحاق کندی[1] —— حکمت اور طب میں شہرۂ آفاق فلسفی اور حکیم تھا —— اس کا ایک پڑوسی بڑا امیر کبیر تاجر تھا —— اس کا ایک بیٹا بڑا ذہین اور فطین تھا —— جس نے اسے خرید و فروخت سے بے نیاز اور تجارت کی مشقت سے فارغ کر دیا تھا —— وہی آمد اور خرچ کا حساب کتاب رکھتا تھا —— وہ تاجر ابن اسحاق کندی کا دوست نہیں تھا —— بلکہ اس کی توہین اور اس پر طعن کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا —— ہمیشہ انہیں پریشان کرنے، لوگوں کو ان کے خلاف مشتعل کرنے اور انہیں اذیت دینے کے درپے رہتا۔

اس کے بیٹے کو اچانک دل کا سکتہ (ہارٹ اٹیک) لاحق ہو گیا —— جس نے اسے سراپا رنج و الم بنا دیا —— اسے اتنا شدید صدمہ لاحق ہوا کہ اس کے ہوش و حواس گم ہو گئے —— اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ اس نے لوگوں سے کیا لینا ہے اور کیا دینا ہے؟ —— اسے بیٹے کی بیماری سے سخت شاک پہنچا —— وہ بغداد کے ہر طبیب کے پاس چل کر گیا —— اور اچھے سے اچھے طبیب کو لا کر دکھایا تا کہ وہ اس کے بیٹے کا شافی علاج کرے —— لیکن سب کوششیں بے کار گئیں —— چونکہ بیماری بہت خطرناک تھی، اس لئے کوئی بھی طبیب اس کے بیٹے کا کارگر علاج نہ کر سکا —— اور اسے کسی سے بھی فائدہ نہ ہو سکا —— اس کی بے تابی دیکھی نہ جاتی تھی —— کیونکہ اس کا جواں سال اور لائق بیٹا اس کے سامنے موت کے خوفناک چنگل کا شکار ہو رہا تھا۔

کسی نے اسے کہا کہ تم نابغۂ روزگار فلسفی، طبیبوں کے استاد اور اس بیماری کے علاج کے سب سے بڑے ماہر کے پڑوسی ہو —— اگر تم ان سے رجوع کرو تو تمہاری دلی مراد پوری ہو جائے گی —— اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہارا مریض تندرست ہو جائے گا۔

اس نے سوچا کہ میں کندی کے پاس کیا منہ لے کر جاؤں؟ —— میں تو زندگی بھر اسے اذیتیں دیتا رہا ہوں —— لیکن مجبوری تھی، اس کے باوجود مارے شرمندگی کے خود تو ان کے پاس نہ جاسکا —— اپنے کچھ دوستوں کو ان کے پاس بھیج دیا —— کندی کو صورت حال معلوم ہوئی تو وہ فوراً تاجر کے گھر چلے آئے —— آتے ہی انہوں نے تاجر کے بیٹے کا معائنہ کیا اور اس کی نبض چیک کی —— اور حکم دیا کہ موسیقی میں میرے نامور شاگردوں اور رباب بجانے کے ماہرین کو بلایا جائے —— اور ایسے افراد کو حاضر کیا جائے جو دلوں اور جانوں کو تقویت دینے والی، غم انگیز اور شوق افروز نادر دھنوں کے ماہر ہوں —— چنانچہ اس قسم کے چار افراد حاضر کئے گئے —— انہیں حکم دیا کہ مریض کے سرہانے رباب کی ایسی دھنیں مسلسل بجاتے رہیں —— انہیں بجانے کا طریقہ بتایا —— اور یہ بھی بتایا کہ تمہاری انگلیاں رباب کی فلاں فلاں جگہ اس انداز میں لگنی چاہئیں۔

شاگرد اسی انداز میں لگا تار رباب بجاتے رہے —— کندی کی انگلیاں لڑکے کی نبض پر جمی رہیں —— یہاں تک کہ لڑکے نے لمبے لمبے سانس لینا شروع کر دیئے —— نبض کی حرکت میں تیزی آگئی —— آہستہ آہستہ اس میں زندگی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے —— اس نے حرکت کی، اٹھ کر بیٹھ گیا اور گفتگو کرنے لگا —— رباب بجانے والے اسی طرح مسلسل رباب بجاتے رہے۔

کندی نے اس کے باپ کو کہا: "اپنے بیٹے سے لین دین کے بارے میں جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو اور نوٹ کر لو —— وہ پوچھنے لگا، بیٹا اسے جواب دیتا رہا —— تاجر نے سب کچھ لکھ لیا۔"

جب وہ تمام ضروری باتیں پوچھ چکا تو رباب بجانے والوں کی توجہ بھی بٹ گئی —— اور جس طریقے سے وہ بجا رہے تھے وہ بھی انہوں نے چھوڑ دیا —— اچانک لڑکے کی پھر وہی پہلے والی حالت ہوگئی —— اور اس پر دوبارہ سکتہ طاری ہو گیا ——

اس کے باپ نے درخواست کی کہ آپ اپنے شاگردوں کو پھر حکم دیں کہ وہی

دھنیں چھیڑ دیں —— کندی نے کہا:

"یہ نہیں ہوسکتا —— اس کی زندگی کی تھوڑی بہت رمق باقی تھی جس سے ہم نے فائدہ اٹھالیا —— جو کچھ ہو چکا وہ دوبارہ نہیں ہوسکتا —— جس شخص کی مدتِ حیات ختم ہوگئی ہے اس میں، میں تو کیا کوئی انسان بھی اضافہ نہیں کر سکتا —— کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی کا جو حصہ اور عطیہ عنایت فرمایا تھا وہ اس نے حاصل کر لیا ہے۔"

(اخبار الحکماء ---- للقفطی، بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھی اطباء کی روحانی دانش —— انہوں نے طب کی جگہ موسیقی کو استعمال کیا —— کندی ایسے ماہرین سے لوگوں نے اس لئے فائدہ حاصل کیا کہ وہ ایماندار تھے او امت مسلمہ کی پرخلوص خدمت کی نیت رکھتے تھے —— دشمن کے بلانے پر بھی بغیر کسی پس و پیش کے چلے گئے —— فیس کے نام پر کوئی درہم طلب کیا اور نہ ہی دینار —— پاکدامنی، قناعت اور خدمت خلق ان کو گھٹی میں پلادی گئی تھی —— وہ اپنے اعمال میں سراپا خلوص تھے —— وہ لوگوں کے جان و مال اور عزتوں کے محافظ تھے —— انہوں نے اپنی جانوں اور زندگیوں کو مسلم اُمّہ کو فائدہ پہنچانے اور ان کا دکھ درد بانٹنے کے ل وقف کر رکھا تھا —— سلف صالحین میں طبیب وہی ہوتا تھا جو دین متین، عمدہ اخلاق پاکدامنی اور قناعت کا حامل ہوتا —— اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی قوت عطا فرمائی تھی جس ک بنا پر وہ عوام، علماء اور امراء پر حکمرانی کرتا تھا —— انہیں ماہ رمضان میں عذر شرعی کی بنا روزہ چھوڑنے کا حکم دیتا تھا —— اور بعض اوقات انہیں کھانے وغیرہ سے منع کر دیتا —— اللہ تعالیٰ نے اسے جانوں، مالوں اور عزتوں کی قیادت عطا فرما رکھی تھی ——

(مسلمان طبیبوں کا یہ بھی شیوہ رہا ہے کہ وہ نادار مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے —— ایک حکیم صاحب نے بتایا کہ اسلامی مدارس کے طلباء تو کجا، ہم تو سکھوں کے گوردوار

سے آنے والے طلباء کو بھی دوائی فری دیا کرتے تھے)

ڈاکٹرو! امتِ مسلمہ سے شفقت سے پیش آو ـــــ نادار، فقیر اور مسکین مریضوں کی رعایت کرو ـــــ تمہیں سلف صالحین اطباء اور امت مسلمہ کے محسنوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ـــــ تم جانوں، مالوں اور عزتوں کے امین (پاسدار) ہو اور امین خیانت نہیں کرتا ـــــ تم ملت اسلامیہ کا نچوڑ ہو، لہذا غریبوں پر رحم کرو۔

ہمارے نبی محترم محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَّنْ فِى السَّمَاءِ (۲)

رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرمائے گا۔تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان کا مالک تم پر رحم فرمائے گا۔

؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

---

۱ ابن اسحاق کندی:

ابو یوسف یعقوب بن اسحاق کندی، اپنے زمانے میں عرب اور اسلام کے نادر روزگار فلسفی اور شاہان کندہ کی اولاد میں سے تھے، بصرہ میں پلے بڑھے، پھر بغداد جا کر علم حاصل کیا، طب، جیومیٹری، موسیقی اور فلکیات کے علوم میں شہرۂ آفاق ہوئے، ۲۶۰ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

۲ یہ حدیث امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، امام احمد، ترمذی اور حاکم نے یہ اضافہ کیا: قرابت داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیچیدہ تعلق ہے، جس نے صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا، اور جو اسے قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کردے گا، ایک روایت میں حدیث کے درمیان عباد الرحمٰن (یعنی اِرْحَمُوْا عِبَادَ الرَّحْمٰنِ) ہے ۱۲ دیکھئے جامع صغیر

مظلوم کی دعا کی تاثیر

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں مامون کے پاس حاضر ہوا ـــــ کیا دیکھتا ہوں کہ چمڑے کا فرش بچھا ہوا ہے ـــــ اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے ـــــ اس کے سر پر جلاد برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔

مامون نے کہا:

"عبداللہ! اس شخص کو سنبھال۔"

میں نے آستین کلائی سے اوپر چڑھائی ـــــ اور اس شخص کے سر پر کھڑے ہو کر تلوار میان سے نکال لی ـــــ میں مامون کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا حکم دیتا ہے؟ ـــــ اللہ تعالیٰ نے مامون پر اونگھ طاری کردی ـــــ اس کا سر نیند کے اثر سے بار بار جھک رہا تھا۔

مامون کہہ رہا تھا:

"میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب گار ہوں......... میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگتا ہوں"

شام ہوئی تو اس نے مجھے کہا:

"یہ شخص تمہارے سپرد ہے ـــــ اس کی حفاظت کرو۔"

میں نے تلوار کی پٹی اس کے گلے میں ڈالی اور اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا ـــــ میں اسے اپنے گھر لے گیا ـــــ دوسرے دن اسے مامون کے دربار میں حاضر کردیا ـــــ دوسرے دن بھی وہی کچھ ہوا جو پہلے دن ہوا تھا ـــــ تیسرے دن مامون نے مجھے کہا کہ:

"اسے رہا کردو ـــــ اور اسے دس ہزار درہم دے دو۔"

میں بڑا خوش ہوا ـــــ اور اپنے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس

شخص کو قتل سے نجات عطا فرمائی —— میں نے اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا —— لیکن تلوار کی پیٹی اس کے گلے میں نہیں ڈالی۔

اس نے کہا:

"کیا وجہ ہے؟ کہ آج آپ نے میرے گلے میں پیٹی نہیں ڈالی۔"

میں نے کہا: "تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔"

اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہنے لگا:

"جب مجھے معاف کر دیا گیا ہے تو مجھے رہا کر دیجئے!"

میں نے کہا: "مجھے امیر المؤمنین نے حکم دیا ہے کہ تمہیں دس ہزار درہم دوں۔"

کہنے لگا: "مجھے دراہم کی حاجت نہیں ہے —— اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، مجھے رہا کر دیجئے!"

میں نے کہا: "جب امیر المؤمنین ہمیں کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو ہم اسے پورا کر کے رہتے ہیں —— حکم کی تعمیل ضروری ہے۔"

جب وہ میرے پیچھے سوار تھا تو اس کے طرز عمل نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا تھا —— میں نے اس سے پوچھا:

"جب تم میرے پیچھے سوار تھے تو چپکے چپکے کیا کہہ رہے تھے؟ —— میں دھیمی دھیمی آواز تو سن رہا تھا، لیکن یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

کہنے لگا: "جب میں ناقابل برداشت غم والم کا شکار ہوا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ملجأ و ماوی دکھائی نہ دیا —— میں اس کی مقدس بارگاہ کی طرف دل سے متوجہ ہوا —— اور بے کسی کے عالم میں میری زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے:

......اَللّٰھُمَّ اَنْتَ کُلَّ یَوْمٍ فِیْ شَأْنٍ —— لَایَشْغَلُکَ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ —— فَاجْعَلْ مِنْ شَأْنِکَ رَحْمَةً تَنْقُلُ مَافِیْ قَلْبِ هٰذَاالرَّجُلِ مِنَ

الْغَضَبِ اِلَی الرِّضَا —— وَمِنَ الْغِلْظَةِ اِلَی اللِّیْنِ وَالرَّأْفَةِ —— یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ —— یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ —— یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

"اے اللہ! تو ہر آن نئی شان میں ہے —— تجھے ایک شان دوسری شان سے منع نہیں کرتی —— تو اپنی شان سے ایسی رحمت عطا فرما جو اس شخص کے دل میں پائے جانے والے غیظ وغضب کو خوشنودی سے بدل دے —— اور سختی کو نرمی اور رحمت سے بدل دے۔

اے سب سے بڑے مہربان! —— اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! —— اے سب سے زیادہ مہربان!"

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے مامون کے غصے کو خوشنودی سے اور سختی کو نرمی سے تبدیل فرما دیا —— حقیقت یہ ہے کہ بھروسہ اللہ کی رحمت پر ہی ہے۔

(المحاسن والمساوی —— للبیہقی، بتصرف)

تبصرہ:

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں —— وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں انقلاب برپا کر دیتا ہے —— دل کی کیا طاقت ہے؟ —— برے کام سے اجتناب اللہ تعالیٰ کے اذن ہی سے ہے —— اس لئے انسان کو جو بھی غم اور صدمہ لاحق ہو اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہیے —— اور اس یقین سے معمور دل سے دعا مانگنی چاہیے کہ وہ کریم اپنے کرم سے ضرور قبول فرمائے گا —— وہی تو ہے جو دلوں کو جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

بے شک وہ جو چاہے کرے۔

جیسے حکمران، ویسے عوام

پہلے زمانوں کے خلفاء ایسے تھے کہ جب لوگوں کو شریعت مبارکہ سے منحرف اور خواہشات میں ڈوبا ہوا دیکھتے تو پہلے اپنے آپ کو سیدھا کرتے تھے ——— اور جب حکمران سیدھا ہو جاتا تو رعایا بھی راہ راست پر آ جاتی تھی۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب خلافت کی طلب کے بغیر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنائے گئے ——— تو ان کے سامنے ایسی سواریاں پیش کی گئیں جن پر کبھی کسی نے سواری نہیں کی تھی ——— رواج یہ تھا کہ مستعمل سواریاں فوت ہونے والے خلیفہ کے بیٹوں کے لئے ہوتی تھیں ——— نئی اور غیر مستعمل سواریوں کا استعمال کرنا نئے خلیفہ کا حق شمار کیا جاتا تھا ——— جب نئی سواریاں پیش کی گئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

"یہ کیا ہے؟" انہیں چھوڑ کر اپنا خچر تلاش کرنے لگے، مزاحمؒ کو حکم دیا کہ یہ سواریاں مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔"

پھر ان کے لئے نئے پردے لٹکائے گئے جنہیں کسی نے استعمال نہیں کیا تھا ——— یہ خلیفہ کی پہلی نشست کے لئے اہتمام تھا۔

فرمایا: "یہ کیا ہے؟"

انتظامیہ نے بتایا کہ یہ پردے اور نشستیں ہیں جن پر کبھی کوئی شخص نہیں بیٹھا ——— یہ نئے خلیفہ کی پہلی نشست گاہ ہے ——— ان کا خیال تھا کہ نیا خلیفہ ان انتظامات سے خوش ہوگا ——— اور ان انتظامات کو برقرار رکھ کر ان سے لطف اندوز ہوگا ——— حضرت عمر ثانی نے فرمایا:

"مزاحم! یہ سب پردے مسلمانوں کے اموال میں جمع کرادو۔"

پھر اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس چل دیئے ——— آگے کیا دیکھتے ہیں کہ نئے

قالین بچھے ہوئے ہیں، جن پر آج تک کوئی نہیں بیٹھا تھا ——— یہ بھی نئے خلیفہ کی پہلی نشست کا اہتمام تھا ——— آپ نے پاؤں سے قالین الٹ دیا اور براہ راست چٹائی پر بیٹھ گئے ——— مزاحم کو حکم دیا کہ:

"یہ بھی مسلمانوں کے بیت المال میں بھیج دو ——— ہمیں ان کی حاجت نہیں ہے۔"

یہ بھی اس زمانے کی رسم تھی کہ جس بوتل سے خوشبو اور تیل استعمال کیا گیا ہو وہ سابق خلیفہ کی اولاد کے لئے ہوتی تھی ——— نئی بوتل نئے خلیفہ کے لئے ہوتی تھی ——— سلیمان بن عبدالملکؒ کے اہل وعیال رات بھر تیل اور خوشبوئیں ایک بوتل سے دوسری بوتل میں منتقل کرتے رہے ——— اور نئے نئے کپڑے پہن کر انہیں مستعمل بناتے رہے ——— صبح ہوئی تو سلیمان کے گھر والوں نے کہا:

"یہ بوتلیں ہماری ہیں اور یہ آپ کی ——— یہ کپڑے آپ کے ہیں اور یہ ہمارے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

"یہ کیا ہے؟ اور یہ کیا ہے؟"

انہوں نے کہا:

"یہ مرحوم خلیفہ کے مستعمل کپڑے ہیں ——— یہ اس کے استعمال میں آنے والی خوشبوئیں ہیں ——— یہ سب چیزیں خلیفہ کی اولاد کے لئے ہیں ——— غیر مستعمل کپڑے اور خوشبوئیں بعد والے خلیفہ یعنی آپ کے لئے ہیں۔"

حضرت عمر نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا:

"یہ سب کچھ میرے لئے اور سلیمان کے لئے ہے اور نہ ہی تمہارے لئے۔ مزاحم! یہ سب اسلامی بیت المال میں جمع کرادو ——— ان میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے ——— مزاحم نے حکم کی تعمیل کی اور سب چیزیں بیت المال میں جمع کرادیں۔"

وزراء نے جب دیکھا کہ خلیفہ تو اپنے لئے کوئی چیز مختص کر ہی نہیں رہا، تو وہ سر جوڑ کر بیٹھے ——— اور اپنے دل میں کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! جب خلیفہ اپنی ساری چیزیں بیت المال میں جمع کرا رہا ہے تو ہمیں کیا حصہ ملے گا؟ اور ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ —— ان پر پری پیکر اور زہرہ جمال کنیزوں کا حربہ آزمانا چاہیے —— کیونکہ عورتیں شیطان کے ناقابل شکست جال ہیں —— ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کے دام میں آجائیں —— پھر تو ہماری عید ہوگی —— تب ہم بھی اپنے دلوں کے ارمان پورے کرسکیں گے۔

انہوں نے آپ کے سامنے مورتیوں ایسی گل بدن اور نازنین کنیزیں پیش کیں —— یہ بھی نئے خلیفہ کا حق تھیں —— حضرت عمر نے انہیں دیکھا تو ایک ایک سے پوچھنے لگے:

''تم کون ہو؟ تم کس کی ملکیت تھیں؟ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟''

آپ کے استفسار پر ہر کنیز اپنی اصلیت بتاتی رہی —— اور یہ کہ وہ کس کی تھی؟ اور کس طرح پکڑی گئی؟ —— آپ ساتھ ہی ساتھ حکم دیتے رہے کہ انہیں باعزت طریقے سے ان کے گھر والوں تک پہنچا دیا جائے —— یہاں تک کہ سب کو رخصت کردیا۔

وزراء نے حضرت عمر ثانی کا طرز عمل دیکھا تو ان کے دل ٹوٹ گئے —— انہیں پتا چل گیا کہ یہ سب لوگوں کو راہ حق پر چلائیں گے —— اور ہمیں ان سے کچھ نہیں ملے گا —— اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عوام اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں۔

حضرت عمر تین دن اپنے گھر میں گوشہ نشین رہے —— کسی کو ملاقات کی اجازت نہ تھی —— بنو مروان اور بنو امیہ کے بڑے بڑے لوگ دروازے پر آپ کے منتظر بیٹھے تھے —— وہ یہ دیکھنے کے خواہش مند تھے کہ اس دروازے سے کیا برآمد ہوتا ہے؟ —— انہوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ سیاست کا رخ بدل چکا ہے —— اور مال و دولت کا حصول ناممکن ہے —— وہ تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے اموال ہمارے درمیان تقسیم کئے جائیں گے —— لیکن اب مایوسی نے انہیں گھیر لیا —— وہ اس انتظار میں تھے کہ خلیفہ اپنے گھر سے نکلیں اور ہم پر ان کی حقیقت کھلے اور معلوم ہو کہ ان

کے عزائم کیا ہیں؟

ایک صبح آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے —— اور عوام و خواص سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کردیا —— آپ نے تمام رعایا کو نظام مصطفےٰ (ﷺ) پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جسے لوگوں نے خوب اچھی طرح سمجھ لیا —— ظالموں سے مظلوموں کا حق دلوایا —— کتاب و سنت کے احکام کو زندہ کیا —— عدل و انصاف کا پرچم لہرایا —— دنیا سے بے تعلقی اختیار کی —— اللہ تعالیٰ کی امداد سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لئے وقف کردیا —— آپ نے عالم باعمل کی زندگی بسر کی —— للّٰہیت میں وقت گزارا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے —— رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ

تبصرہ:

وقت کے حکمران کے راہِ راست پر آتے ہی تمام امت مسلمہ سدھر گئی —— جب شاہانِ وقت اور حکمران سیدھے ہوجائیں تو رعایا بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہوجاتی ہے

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز یکتائے روزگار خلیفہ تھے —— جب وہ خلیفہ بنے تو بیت المال لوٹ مار کی آماجگاہ بنا ہوا تھا —— وزراء اور ان کے حواری عوام کے مال میں حصہ دار بن چکے تھے —— آپ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا کیا —— ہر ظلم کا خاتمہ کرکے عدل و انصاف کا معیار قائم کیا —— یہ سب ان کے قوی ایمان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا نتیجہ تھا —— اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کی اور ان کی آرزوئیں پوری کیں —— اسی طرح جو حکمران بھی عوام کا خیر خواہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے نصرت و امداد کے دروازے کھول دیتا ہے —— اور اس کا مددگار اور یاور ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ حکمرانوں کے مشیر اور حاشیہ بردار فساد کی جڑ ہیں —— اور ان کا مقصد سوائے جاہ و مال کے کچھ نہیں —— تو ان کے حزن و ملال کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا —— انہوں نے مزاحم کو فرمایا:

''میرا گمان ہے کہ کاروبارِ خلافت چلانے کے لئے کوئی معاون نہیں ملے گا!''

مزاحم نے جواب میں ایسی بات کہی جس سے حضرت عمر کا سب دکھ کافور ہو گیا۔

اس نے کہا:

''امیر المؤمنین! آپ کی حیثیت ایک بازار کی سی ہے ——— اور بازار میں وہی مال لایا جاتا ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے۔

یہ حضرت عمر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے وزیر اور معاون عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب کاموں میں ان کے دست و بازو بنے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔''

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ——— ابن عبدالحکم ——— بتصرف)

۱؎ عمر بن عبدالعزیز:
ابن مروان قریشی اموی کی کنیت ابو حفص تھی، پیکر صلاح و تقویٰ، پانچویں خلیفۂ راشد، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور وہاں کے امیر بنے، سلیمان بن عبدالملک نے ان کے تقویٰ اور نیکی کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا، آپ کی مدت خلافت طویل نہیں تھی، کہا گیا ہے کہ انہیں معرّہ کے قریب دیر سمعان میں زہر دیا گیا، اڑھائی سال خلیفہ رہے، عدل، ایثار اور مسلمانوں کی خدمت کے سلسلے میں ان کے بہت سے واقعات ہیں، انہیں ''اشجُّ بنی امیة'' (بنو امیہ کا پختہ ارادے والا) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

۲؎ مزاحم: حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے، حضرت عمر ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کے معترف تھے۔

۳؎ سلیمان بن عبدالملک بن مروان، اموی خلیفہ تھا، دمشق میں پیدا ہوا، اپنے بھائی کی وفات کے دن خلیفہ بنا، عقل مند، فصیح اور فتوحات کا شائق تھا، اس کے دور میں جرجان اور طبرستان فتح ہوا۔ ۹۹ھ میں حلب اور معرة النعمان کے درمیان دابق میں فوت ہوا۔

صاحب اقتدار صحابۂ کرامؓ کا زُہد

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مقرر کردہ امراء اور عاملوں کو چیک کرتے رہتے تھے ——— تاکہ ان کی زندگی اور خوشحالی کو ملاحظہ فرماتے رہیں ——— اور معلوم ہو کہ وہ عیش و عشرت کی پُر کیف زندگی بسر کرتے ہیں یا زاہدانہ؟ ——— اور یہ بھی پتہ چلے کہ وہ مسلمانوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ ——— یا انہیں کس حد تک نظر انداز کرتے ہیں؟ ——— وقت کے حکمران کی یہ ہمہ وقتی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عاملوں کا کڑا محاسبہ کرتا رہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا:

''میں نہیں چاہتا کہ آپ اپنی آنکھوں کا پانی بہائیں!''

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم نہ ہو سکا کہ آنکھوں کا پانی بہانے سے ان کی مراد کیا ہے؟ ——— حضرت فاروقِ اعظم، مسلمانوں کے وزیر مال ابوعبیدہ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی چیز بھی دکھائی نہ دی ——— انہوں نے اظہار حیرت کرتے ہوئے فرمایا:

''ابوعبیدہ! تمہارا ساز و سامان کہاں ہے؟۔

مجھے تو سوائے ایک پلیٹ، کمبل اور پرانے مشکیزے کے کچھ دکھائی نہیں دیتا ——— حالانکہ آپ امیر ہیں، آپ کے پاس غلہ بھی ہے، ساز و سامان اور مال بھی ہے؟!''

ابوعبیدہ اٹھ کر گئے اور ایک صندوقچی سے روٹی کے چند ٹکڑے نکال کر لے آئے ——— امیر اور وزیر ہونے کے باوجود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ کی زاہدانہ زندگی دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے:

''امیر المؤمنین! میں نے آپ سے عرض نہیں کیا تھا؟ کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے گھر اپنی آنکھوں کا پانی بہائیں ——— میرے لئے اتنی جگہ کافی ہے، جہاں دوپہر کو تھوڑی دیر ستالیا جائے۔''

فاروق اعظم خود دنیا سے بے تعلق تھے اس کے باوجود فرمایا:

''ابوعبیدہ! تمہارے علاوہ ہم سب کو دنیا نے فریب دیا ہے ——— واللہ! دنیا نے ہمیں دامِ فریب میں جکڑ لیا ہے۔''

تبصرہ:(۱)

اسلام کے دورِ اوّل میں اسلامی حکومت کے وزیرِ مال ایسے ہوتے تھے ——— مال ان کی دسترس میں تھا، لیکن انہوں نے بقدر کفایت بھی نہ لیا ——— امت مسلمہ نے ان کی اقتدا کی ——— انہوں نے قناعت اختیار کی تو عوام بھی قناعت پسند ہوگئے ——— اگر وہ بندۂ حرص و ہوس ہوتے تو عوام وخواص بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب افواج نے مال غنیمت کے انبار لگا دئے ——— تو انہیں فوجیوں کی پاکدامنی پر تعجب ہوا ——— حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''امیر المؤمنین! آپ خود پاکدامن ہیں ——— لہذا رعایا بھی پاک دامن ہے۔
آپ کا دامن خیانت سے پاک ہے ——— لہذا آپ کا عملہ بھی خیانت سے تر دامن نہیں ہے۔''

تبصرہ:(۲)

اگر حکمران لالچی ہوں تو رعایا بھی حرص اور لالچ کی خوگر ہوگی۔

رسول اعظم ﷺ کی دعا کی برکت

''اے اللہ! اسے بخش دے ——— اس پر رحم فرما ———
اے اللہ! اسکے دل کو غنا کا گہوارہ بنا دے!''

یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے ایک نوخیز لڑکے کے لئے فرمائی ——— وہ بنولیذی کے وفد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اراکین وفد نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس اپنے مالوں کی زکوٰۃ لے کر آئے ہیں۔''

فرمایا: تم نے اسے اپنے فقراء میں کیوں تقسیم نہیں کیا؟

کہنے لگے: ''ہم وہی مال لائے ہیں جو ہمارے فقراء سے بچ گیا تھا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کہنے لگے:

''یارسول اللہ! میں نے ایسا وفد کوئی نہیں دیکھا!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ وفد کئی دن نبی اکرم ﷺ کے پاس مہمان رہا ——— آپ نے اسے بھی دوسرے وفود کی طرح تحفے تحائف عنایت فرمائے۔''

ایک دن ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی باقی بھی ہے؟(۱)

کہنے لگے: ایک نوخیز بچہ ہے، جسے ہم اپنے کجاووں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔

فرمایا: اسے ہمارے پاس بھیج دو! ——— وہ بچہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے بھی وہ تحائف عطا کئے جو وفد کو عطا فرمائے تھے ——— لڑکے نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے ——— اور میرے دل کو دولتِ غنا سے مالا مال فرمادے۔''

---

(۱) سرکار دوعالم ﷺ کی وسعتِ نظر بھی دیکھئے اور لطف وکرم کی بارش بھی ملاحظہ کیجئے! کہ ایک بچے کو بھی محروم کرم نہیں فرمایا، اور اس بچے کی خوش قسمتی کا بھی اندازہ کیجئے! سبحان اللہ وبحمدہٖ (۱۲ اشرف قادری)

نبی اکرم ﷺ نے دعا کی:

"اے اللہ! اسے بخش دے ——اے اللہ! اس پر رحم فرما! ——اے اللہ! اس کے دل کو غنا سے معمور فرما۔"

دوسرے سال پھر وہ وفد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔

انہوں نے عرض کیا: "ہم بنوابذی ہیں جو اس سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔"

فرمایا: اس لڑکے کا کیا حال ہے؟ جو تمہارے ساتھ تھا۔

انہوں نے عرض کیا: "اللہ کی قسم! وہ ہم سب سے زیادہ دنیا سے بے نیاز اور آخرت کی رغبت رکھنے والا ہے——وہ ہمیں ہمارے دین کی یاد دلاتا رہتا ہے—— یہاں تک کہ اگر لوگ دنیا کا مال آپس میں تقسیم کریں تو وہ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ہر تعریف اللہ کریم کے لئے ہے——ہمیں امید ہے کہ وہ بڑے اطمینان قلب کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگا۔"

انہوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں سے ہر شخص اطمینان قلبی کے ساتھ فوت نہیں ہوگا؟"

فرمایا: عام آدمی کی خواہشات اور تفکرات دنیا کی وادیوں میں بکھرے ہوئے ہوتے ہیں—— قبل اس کے کہ ان میں سے کسی وادی میں اس کا آخری وقت آجائے ——تو اللہ تعالیٰ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا ہے؟ (۲)

(اخلاق العلماء——از سلیمان، بتصرف)

---

(۲) حدیث شریف کے کلمات کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنادے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غم کے لئے کفایت کرے گا اور جس شخص کے غم دنیا کے احوال میں بکھر جائیں تو اللہ تعالیٰ پروا نہیں فرمائے گا کہ وہ دنیا کی کس وادی میں ہلاک ہوا ہے؟——اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ص نمبر ۲۵۷ پر ابن مسعود ؓ سے مرفوعاً روایت کیا، اس کی سند میں گفتگو ہے، تاہم دنیا سے تعلق کی مذمت اور اس سے بچنے کی تلقین پر احادیث متفق ہیں۔

قید خانے میں تصنیف و تالیف

ہم نے سنا ہے کہ امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے بادشاہ وقت کو ایک نصیحت کی —— اس نے برہم ہو کر انہیں ایک کنوئیں میں قید کر دیا —— امام کے شاگرد کنوئیں پر بیٹھ جاتے —— اور جو کچھ وہ ارشاد فرماتے اسے لکھتے جاتے —— اس عظیم ابتلا پر صبر کرتے ہوئے کنوئیں میں وقت بسر کرتے رہے —— یہ قید اور سزا انہیں علم کی اشاعت اور تالیف سے نہ روک سکی —— ان کے پاس کوئی کتاب تو تھی نہیں —— وہ اپنی یادداشت کی بنا پر لکھواتے رہے —— انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور اور معتمد کتاب "مبسوط سرخسی" اسی حال میں لکھوادی —— یہ کتاب حاکم شہید کی "الکافی" کی شرح ہے —— یہ پندرہ جلدوں پر مشتمل اور متقدمین احناف کی کتابوں کا خلاصہ ہے —— قید و بند کی صعوبتیں اور تکالیف انہیں اشاعتِ علم کے جذبے سے نہ روک سکیں۔

اسی لئے جب وہ عبادات کی شرح سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

"اس جگہ واضح ترین معانی اور مختصر ترین الفاظ کے ساتھ عبادات کی شرح ختم ہوئی اسے اُس شخص نے لکھوایا جو جمعوں اور جماعتوں سے روک دیا گیا ہے۔"

اور جب اقرار کی شرح کے آخر میں پہنچے تو ٹھنڈا سانس لیتے ہوئے فرمایا:

"اقرار کی شرح ختم ہوئی، جو اسرارِ معانی پر مشتمل ہے، یہ اس شخص نے لکھوائی جو اشرار کی جیل میں قید ہے۔"

کنوئیں میں سے جو کتابیں انہوں نے لکھوائیں ان میں سے ایک امام محمد بن حسن شیبانی کی "سیر کبیر" کی شرح —— اور اصول الفقہ کی کتاب ہے جو اصول سرخسی کے نام سے مشہور و معروف ہے، اور چھپ چکی ہے —— جب "باب الشروط فی السیر" تک پہنچے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہائی مل گئی۔

آپ کو رہا کر دیا گیا، آپ کنوئیں سے نکل آئے —— لیکن علم کی اشاعت اور تالیف کا جذبہ سرد نہیں ہوا —— چنانچہ فرغانہ چلے گئے —— وہاں کے امیر حسن نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور بھرپور عزت افزائی کی —— اسے پتا چل گیا کہ آپ کا تمام تر سرمایہ علم دین کی خدمت و اشاعت ہے —— اس نے آپ کے لئے علمی مجالس کا اہتمام کیا اور طلباء فراہم کئے —— آپ نے کنوئیں میں جن کتابوں کے لکھوانے کا آغاز کیا تھا، انہیں مکمل کیا —— رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ —— اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔

تبصرہ:

تاریخ اسلام کے دورِ اوّل میں ایسے سراپا اخلاص علماء تھے، جن کے پیشِ نظر بلند و بالا مقصد، اشاعتِ علم کے علاوہ کچھ نہ تھا —— اگرچہ انہیں اس سلسلے میں تکلیفوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں امام سرخسی بھی تھے جن کا ابھی ذکر ہوا —— کنوئیں کی گہرائی میں قید بھی ان کے عزم اور استقلال کا رخ نہ بدل سکی —— وہ لکھواتے رہے اور شاگرد لکھتے رہے —— جیسے وہ قید خانہ نہیں، بلکہ جامع مسجد کا حلقۂ درس ہو —— یہی وہ بلند ہمت لوگ تھے جو علم کا اجالا پھیلانے میں پوری طرح مخلص تھے —— عالم اگر دنیا میں علم کی اشاعت نہیں کرتا، خلق خدا کو خالص نصیحت اور راہنمائی نہیں کرتا تو اس کی زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے؟ —— اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق اور امداد عطا فرمائے اور ایسے کاموں پر ثابت قدمی عطا فرمائے جو اسے راضی کریں۔

(الفوائد البهيه في تراجم الحنفيه، للعلامة عبدالحی لکھنوی، بتصرف)

(۱) محمد بن احمد بن سھل، ابوبکر، شمس الائمہ سرخسی، اکابر احناف میں سے تھے، خراسان کے موضع سرخس کے رہنے والے تھے، ان کی مشہور ترین کتاب ''مبسوط'' اور ''اصول سرخسی'' ہے، خاقان (بادشاہ) کو ایک نصیحت کرنے کے سبب کنوئیں میں قید کیے گئے، رہائی کے بعد فرغانہ میں رہے اور ۴۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲۔ الاعلام: ۳۱۵/۵

نبی اکرم ﷺ کی چلتی پھرتی تصویریں

یہ متعدد حضرات تھے جو شکل وصورت میں نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے —— بعض حضرات کو چال ڈھال میں مشابہت کا شرف حاصل تھا۔

① سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھنے والی ہستی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں —— ان کی چال نبی اکرم ﷺ سے بہت ملتی جلتی تھی۔

② حضرت قابس بن ربیعہ ابن مالک —— نبی اکرم ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور یہ بات لوگوں میں مشہور تھی —— حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتا ہے —— انہوں نے بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ اس شخص کو عزت واحترام کے ساتھ میرے پاس بھجوائیں —— جب وہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی مشابہت کا احترام کرتے ہوئے امیر معاویہ اپنی چارپائی سے اترے، کئی قدم چل کر ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا —— اور ایک قطعۂ زمین ان کے نام الاٹ کر دیا۔

③ حضرت علی مرتضیٰ کے صاحبزادے حضرت حسن مجتبیٰ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما —— آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب انہیں بہلاتی تھیں تو کہا کرتی تھیں:

وَبِأَبِی شِبْهُ اَبِی —— غَیْرُ شَبِیْهٍ بِعَلِیّ

''میرے والد ماجد ﷺ (کے رب) کی قسم! یہ میرے والد کے مشابہ ہیں —— علی مرتضیٰ کے مشابہ نہیں ہیں۔''

حضرت حسن مجتبیٰ اپنے والد ماجد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

④ حضرت قُثم بن عباس بن عبدالمطلب[2] (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) —— حضرت عباس ان

کے بچپن میں انہیں کھلاتے ہوئے کہا کرتے تھے:

اَیَابُنَیَّ اَیَاقُثَمُ اَیَاشَبِیۃَ ذِی الْکَرَمْ

''بیٹے!۔۔۔۔اے قثم!۔۔۔۔اے تصویرِ سراپا لطف وکرم!''

⑤ حضرت محمد بن جعفر بن ابی طالب[۳] (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اپنے والد حضرت جعفر کی طرح نبی اکرم ﷺ کا عکس جمیل تھے۔

⑥ حضرت مغیرہ ابن حرث ابن عبدالمطلب[۴]، ان کی کنیت ابوسفیان تھی۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب پیدا ہوئے۔۔۔۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی تصویر تھے۔

⑦ حضرت عبداللہ ابن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب[۵]، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ کی شبیہ تھے۔

⑧ حضرت سائب بن عبد یزید بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

یہ حضرات ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے ۔۔۔۔ بعض حضرات رنگ میں، بعض اخلاق میں اور بعض چال میں گہری مشابہت رکھتے تھے اور اس معاملے میں معروف بھی تھے۔

(المحبّر۔۔۔۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

۱۔ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور پھول ہیں ۳ھ ماہ شعبان کے وسط میں پیدا ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا: یہ دونوں ہمارے بیٹے اور ہمارے نواسے ہیں، اے اللہ! ان سے محبت فرما، ان سے محبت رکھنے والے سے محبت فرما، مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی تو اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا: میرے والد (کے رب) کی قسم یہ نبی اکرم ﷺ کے مشابہ ہیں، رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو حسنین کریمین ؓ آپ کی پشت پر چڑھ جاتے، آپ انتظار فرماتے اور ان کے لئے سجدہ دراز فرمادیتے، پھر فرماتے: تمہاری سواری اچھی

سواری ہے اور تم بھی اچھے سوار ہو۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہمارا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا۔ امام حسن ؓ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

۲۔ قثم بن عباس: ان کی والدہ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، یہ نبی اکرم ﷺ کے بہت مشابہ تھے، ان کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے، سمرقند کی طرف جہاد کے لئے گئے اور شہید ہوگئے۔

۳۔ محمد بن جعفر بن ابی طالب: تاریخ اسلام میں سب سے پہلے ان کا نام محمد رکھا گیا، نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں پیدا ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سیدہ ام کلثوم بنت علی سے نکاح کیا، تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

۴۔ مغیرہ ابن حارث بن عبدالمطلب: یہ صحابی ہیں اور حضرت ابوسفیان بن حرث کے بھائی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب پیدا ہوئے۔

۵۔ عبداللہ ابن نوفل بن حارث: جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں گھٹی دی اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا، ثقہ تھے اور ان کی نیکی ظاہر و باہر تھی، ۳۳ھ میں عمان میں فوت ہوئے۔

کمانڈران چیف صحابی کی تواضع

حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس خوش نصیب صحابۂ کرام میں سے ایک تھے جنہیں زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت دی گئی ——— اس دور کا ایک یادگار واقعہ جب وہ اسلامی افواج کے کمانڈران چیف تھے۔

شاہِ روم نے حضرت ابوعبیدہ کو پیغام بھیجا:

''ہم آپ کے پاس ایک نمائندہ صلح کا پیغام دے کر بھیجنا چاہتے ہیں ——— وہ آپ کو انصاف کی دعوت دے گا ——— اگر آپ قبول کرلیں تو امید ہے کہ آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتر ہوگا ——— اور اگر قبول نہ کریں تو اس میں ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہی کا نقصان ہے۔''

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: جسے چاہو بھیج دو!

انہوں نے ایک دراز قد، سرخ رنگ اور نیلگوں آنکھوں والے شخص کو بھیجا ——— جب وہ مسلمانوں کے قریب آیا تو اسے کمانڈروں کا رعب اور دبدبہ رکھنے والا کوئی شخص نظر نہ آیا ——— وہ امتیازی وضع قطع نہ رکھنے کے سبب حضرت ابوعبیدہ کو پہچان نہ سکا ——— اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ابوعبیدہ ان میں موجود بھی ہیں یا نہیں۔

آخر مجبور ہو کر اس نے پوچھا:

اے گروہِ عرب! تمہارے کمانڈر کہاں ہیں؟

اسے بتایا گیا کہ یہ جو تمہارے سامنے موجود ہیں، یہی کمانڈر ہیں ——— اس نے دیکھا کہ ابوعبیدہ زرہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں ——— ان کے ہاتھ میں تیر ہیں جنہیں وہ الٹ پلٹ کر رہے ہیں ——— وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے ——— ان کے پاس کوئی خادم تھا اور نہ ہی سیکورٹی کا کوئی انتظام تھا ——— کمانڈروں کا خصوصی امتیازی نشان بھی ان کے

کندھوں پر سجا ہوا نہیں تھا۔

نمائندے نے پوچھا: آپ ان کے کمانڈر ہیں؟

فرمایا: ہاں!

اس نے کہا: آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ ——— اگر آپ گدے یا قالین پر بیٹھے ہوتے تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا مقام کم ہو جاتا؟ ——— یا وہ اپنی نوازشیں کم کر دیتا؟

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں فرماتا ——— میں تمہیں سچ سچ بتاتا ہوں ——— آج میری ملکیت میں صرف ایک گھوڑا ہے، تلوار ہے یا چند دوسرے ہتھیار ہیں ——— کل مجھے خرچ کے لئے کچھ رقم کی ضرورت تھی، جو میں نے اپنے بھائی معاذ بن جبل سے قرض لے کر پوری کی ——— اگر میرے پاس گدا یا قالین موجود بھی ہوتا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پر بیٹھ جاتا اور اپنے اس بھائی کو زمین پر بٹھا دیتا جس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے بہتر ہو ——— ہم اللہ کے بندے ہیں، زمین پر چلتے ہیں ——— اسی پر کھاتے پیتے ہیں اور اسی پر سوتے ہیں ——— اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا درجہ کم نہیں ہو جاتا ——— بلکہ ہمارے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور ہمارے درجے بلند ہوتے ہیں۔

اچھا بتاؤ! کس مقصد کے لئے آئے ہو؟''

(صفۃ الصفوۃ ——— ابن جوزی کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھا سلف صالحین کا انصاف ——— اس دور میں حکمران ایسا انداز اختیار نہیں کرتے تھے کہ عوام سے ممتاز دکھائی دیں ——— وہ اجر و ثواب میں دل چسپی رکھتے تھے ———

یہاں تک کہ معاملات میں عوام کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے —— دیکھئے جب سرزمین حجاز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط واقع ہوا(۱) تو بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ میں گڑگڑ کی آواز پیدا ہوئی —— انہوں نے اپنے پیٹ پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

"اے پیٹ! تو ضرور مر جائے گا، جب تک مدینہ طیبہ میں گھی اوقیہ کے حساب سے (مہنگا) فروخت ہوتا رہے گا۔"

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! غور فرمائیں ان کے پاس مسلمانوں کے کثیر اموال تھے، اس کے باوجود وہ کس قدر تواضع پسند اور دنیا سے بے رغبت تھے؟ —— وہ حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے —— ایک شعبے کے سربراہ کے پاس صرف ایک دن کی خوراک ہوتی تھی —— اس کے گھر میں کپڑے دھونے کے برتن، نمدہ اور جبّہ کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا —— اس کے باوجود وہ دن رات مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے —— یہ وہ لوگ ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے مدرسہ سے فارغ ہو کر نکلے —— انہوں نے ایک دنیا کو فتح کیا —— تختوں کو سرنگوں کیا اور عدل و انصاف کی حکومت قائم کی۔

(الریاض النضرۃ اور فتوح الشام کسی قدر تصرف کے ساتھ)

نوٹ:۔ اسلامی افواج کے کمانڈران چیف پروردۂ بارگاہِ رسالت تھے —— ان کی بے نفسی اور تواضع کا تذکرہ آپ سطور بالا میں پڑھ چکے ہیں —— حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جن کا نام سن کر قیصر و کسریٰ کانپ جایا کرتے تھے —— کاش آج کے فوجی جرنیل ان بزرگوں کے نقوشِ پا کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنالیں —— شرف قادری

(۱) یہ قحط ۱۷ھ میں واقع ہوا، دیکھئے تاریخ الخلفاء، اس سال کا نام عام الرمادۃ رکھا گیا یعنی قحط سالی کے سبب لوگوں کے چہرے دھندلا گئے تھے۔

فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری علم میں سب سے کم

دورِ اول کے علماء سے فتویٰ طلب کیا جاتا تو وہ دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے —— اور خود اس وقت فتویٰ دیتے جب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہ جاتا —— حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم میں سے جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری ہو، وہ سب سے زیادہ آگ پر جرأت کرنے والا ہے۔"[1]

سلف صالحین فتویٰ دینے سے گھبراتے تھے اور خوف زدہ ہوتے تھے —— اس لئے استفتاء دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے۔

حضرت عُمیر بن سعید[2] سے روایت ہے کہ میں نے ایک مسئلہ حضرت علقمہ[3] سے پوچھا —— انہوں نے فرمایا: فلاں فقیہ کے پاس جاؤ —— ان کے پاس گیا تو انہوں نے ایک تیسرے فقیہ کے پاس بھیج دیا —— جس کے پاس جاتا وہ کسی اور فقیہ کے پاس بھیج دیتا —— یہاں تک کہ میں پھر حضرت علقمہ کے پاس پہنچ گیا اور انہیں ماجرا بیان کیا —— انہوں نے فرمایا: عُمیر! اس بات پر تعجب نہ کرو کہ یہ فقہاء استفتاء ایک کے بعد دوسرے کے پاس بھیج دیتے ہیں —— بزرگ فقہاء کہا کرتے تھے:

جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جرأت کرنے والا ہو جان لو کہ وہ سب سے کم علم ہے۔

اسی لئے سلف صالحین صحابہ اور تابعین فتویٰ دینے کو ناپسند کرتے تھے —— استفتاء دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے —— تاکہ وہی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں —— لیکن جب یہ ذمہ داری ان کے سر آ جاتی اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہوتا تو وہ ڈرتے ہوئے فتویٰ صادر کرتے تھے —— ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ کاش کوئی دوسرا اس ذمہ

داری کو قبول کر لیتا ـــــــ بعض فقہاء مثلاً امام شافعی اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے تھے ـــــــ انہوں نے اکثر و بیشتر اپنے قدیم اقوال سے رجوع کیا ہے ـــــــ اسی طرح امام عزالدین ابن عبدالسلام نے ایک دن ایک فتویٰ دیا، پھر انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے فتویٰ دینے میں غلطی کی ہے ـــــــ انہوں نے مصر میں اعلان کرا دیا:

''میں نے خطا کی ہے ـــــــ میں نے حق کی طرف رجوع کیا ـــــــ اور حق میرے فتوے کے خلاف تھا۔''

(اعلام الموقعین ـــــــ بتصرف)

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ ان سراپا اخلاص اور طیب و طاہر روحوں پر رحم فرمائے جو سرچشمۂ ایمان سے بار بار سیراب ہوئیں ـــــــ کسر نفسی ان کا شیوہ تھا ـــــــ وہ حق کی طرف رجوع کرنے سے گریز کرتے تھے اور نہ ہی شرماتے تھے ـــــــ کیونکہ ان کا مقصود حق ہی ہوتا تھا جہاں بھی ہوتا ـــــــ جس مسئلے کا انہیں علم نہ ہوتا صاف کہہ دیتے میں نہیں جانتا ـــــــ انہیں جھوٹی عزت گناہ پر نہیں ابھارتی تھی ـــــــ وہ زبان حال سے کہتے تھے:

''اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور ہمیں اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما ـــــــ اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی طاقت عطا فرما۔''

---

(۱) اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن جعفر سے مرسلاً روایت کیا، امام سیوطی اسے جامع میں نمبر ۱۸۳ پر اور امام عجلونی نمبر ۱۱۳ پر لائے ہیں۔

(۲) ابو یحییٰ عُمیر بن سعید نخعی صہبانی کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت علی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، ان سے امام شعبی اور ابو حصین روایت کرتے ہیں، ابن حیان نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ ۱۰۷ھ میں فوت ہوئے، ابن سعد نے فرمایا: ۱۱۵ھ میں وفات پائی۔

(۳) حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی ہمدانی کی کنیت ابو شبل تھی، وہ تابعی اور عراق کے فقیہ تھے، طور طریقہ اور فضیلت میں حضرت ابن مسعود کے مشابہ (اور ان کے شاگرد) تھے، نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے، صحابۂ کرام سے حدیث روایت کی اور ان سے بہت سے محدثین نے حدیث روایت کی، صفین میں حاضر ہوئے اور ۶۲ھ کوفہ میں فوت ہوئے۔ ۱۲ الأعلام: ۲۴۸/۴۔

علماء کی رحلت اور علم کا خاتمہ
لازم و ملزوم ہیں

صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[1] نے انہیں فرمایا:

میرے بھانجے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ عبداللہ ابن عمرو[2] ہمارے پاس سے گزر کر حج کے لئے جا رہے ہیں ـــــــ تم ان سے ملو اور احادیث مبارکہ کے بارے میں ان سے دریافت کرو ـــــــ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بہت علم حاصل کیا ہے ـــــــ اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے ان احادیث کے بارے میں سوال کرنا جو وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث بیان کیں ـــــــ ان میں ایک حدیث یہ تھی:

❶ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس علم کو سلب نہیں فرمائے گا ـــــــ لیکن علماء کو قبض فرمائے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھا لے گا ـــــــ لوگوں میں جاہل سرکردہ لوگ رہ جائیں گے ـــــــ جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے ـــــــ وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔(۱)

حضرت عروہ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس بات کو بعید جانا اور اس کا انکار کیا ـــــــ انہوں نے فرمایا: کیا عبداللہ ابن عمرو نے تمہیں یہ بیان کیا کہ انہوں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ

---

(۱) یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے، اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے روایت کیا، اس حدیث کی بہت سی روایات ہیں، جو معنی میں متفق ہیں، دیکھئے جامع الاصول لابن اثیر، تحقیق عبدالقادر ارناؤط ج ۸ ص ۳۴۔

سے سنی ہے؟ ـــــ حضرت عروہ نے کہا: جی ہاں! ـــــ آیندہ سال حضرت عائشہ نے مجھے فرمایا:

''ابن عمرو آئے ہیں ـــــ تم ان سے ملاقات کرو اور ان سے علم کے بارے میں وہ حدیث دریافت کرو جو انہوں نے گزشتہ سال تمہیں بیان کی تھی۔''

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے وہ حدیث اسی طرح بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی ـــــ جب میں نے یہ بات سیدہ عائشہ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے سچ ہی بیان کیا ہے ـــــ کیونکہ انہوں نے کمی بیشی کے بغیر بعینہ وہ حدیث بیان کی ہے ـــــ امام بخاری کی ایک روایت کا ترجمہ یہ ہے: وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

اللہ کی قسم! عبداللہ نے حدیث یاد رکھی۔ واللہ! انہوں نے حدیث صحیح یاد رکھی

(أعلام الموقعین ـــــ بتصرف)

تبصرہ:

باعمل اور پیکر اخلاص علماء بہت کم ہیں، جنہوں نے اپنی عمریں علم کے حاصل کرنے اور پھیلانے میں صرف کیں ـــــ صرف دمشق میں چالیس سے زیادہ ایسے باعمل علماء تھے جو سلف صالحین کے طریقے کے مطابق علم کی اشاعت کرتے تھے ـــــ ان کے سردار محدث اکبر شیخ محمد بدرالدین حسنی [3] سید محمد بن جعفر کتانی [4] اور ان جیسے دیگر علماء تھے۔

میرے استاد علامہ شیخ صالح اسعد حمصی [5] رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیان کیا کہ میں دمشق کی دوسری جامع مسجدوں کا ذکر نہیں کرتا ـــــ میں نے صرف جامع بنی اُمیہ میں

علم کے تینتالیس حلقے دیکھے ہیں ـــــ اس وقت گنتی کے صرف چند حلقے رہ گئے ہیں ـــــ جہالت سے کنارہ کشی اور علم کا حصول اللہ تعالیٰ کی امداد ہی سے ہو سکتا ہے ـــــ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آخر زمانہ میں عبادت گزار، جاہل اور عالم، فاسق ہوں گے۔ [6]

---

[1] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت ام رومان بنت عامر بن عویمر کنانی ہیں، حضرت عائشہ اعلانِ نبوت کے چار سال بعد پیدا ہوئیں، حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر سات (بلکہ چھ سال تھی، دیکھئے بخاری شریف ج ۱ ص ۵۵۱، ۲۱ شرف قادری) سال تھی، رخصتی ۱ھ ماہ شوال میں نو سال کی عمر میں ہوئی، نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی، ان کے بھانجے عبداللہ ابن زبیر تھے، ان کی نسبت سے حضرت عائشہ کی کنیت اُم عبداللہ تھی، آپ فقیہ ترین لوگوں میں سے تھیں، جمال اور ذکاوت سے موصوف تھیں، نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں محبوب ترین ام المؤمنین ہیں، دس صفات میں دیگر امہات المؤمنین سے ممتاز ہیں، زاہدہ تھیں، کثرت سے روزے رکھا کرتی تھیں، نبی اکرم ﷺ سے کثیر احادیث روایت کیں، مدینہ منورہ میں منگل کی رات سترہ رمضان المبارک ۵۸ھ میں رحلت فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

[2] حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص مکی، عابد و زاہد جلیل القدر صحابی ہیں، اپنے والد سے پہلے اسلام لائے، عبادت بکثرت کیا کرتے تھے، جنگوں اور غزوات میں حاضر ہوتے رہے، یرموک کے دن اپنے والد کا جھنڈا اٹھایا، ۶۵ھ میں رحلت ہوئی، اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ رحلت ہوئی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[3] اپنے زمانے کے محدث الشام علامہ محمد بدرالدین حسنی مراکشی مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ دمشق میں پیدا ہوئے، صحیح بخاری اور مسلم شریف سندوں سمیت زبانی یاد کیں اور متون کے تقریباً بیس ہزار اشعار یاد کئے، پھر عبادت اور تدریس کے لئے ریز رو ہو گئے، متقی، پرہیزگار، بکثرت روزے رکھنے والے اور دنیا سے دور تھے، بیک وقت حکمرانوں اور عوام اہل شام میں ان کا مقام بلند تھا، دمشق میں ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دار آخرت کی طرف رحلت ہوئی۔

[4] مؤرخ، محدث، کثیر التصانیف عالم سید محمد جعفر کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو دفعہ حجاز شریف کی طرف رحلت کی، پھر دمشق منتقل ہو گئے اور وہاں ۱۳۴۵ھ تک مقیم رہے، اس کے بعد مغرب چلے گئے اور اسی سال وفات پائی، تقریباً ساٹھ کتب کے مصنف ہیں۔

۵۔ شیخ صالح بن شیخ اسعد حمصی دمشق میں ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے، بچپن سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے، اپنے دور کے اکابر علماء مثلاً شیخ بکری عطار، شیخ احمد حلبی، شیخ محمد منینی اور شیخ حطانی کے آگے زانوئے تلمذ طے کئے، شیخ عطاء اللہ الکسم، شیخ محمد بدرالدین حسنی، سید محمد جعفر کتانی اور شیخ عبدالحکیم افغانی کے پاس تکمیل کی اور علوم میں بلند مقام حاصل کیا، ان کے مشائخ خاص طور پر شیخ عطاء اللہ الکسم نے ان کی فضیلت کی گواہی دی، پھر انہوں نے مدارس، مساجد میں اور اپنے گھر پر علوم کی تدریس شروع کی اور تقریباً چالیس سال تک اس وظیفے کو ادا کرتے رہے، دور اول کے بزرگوں کی طرح بڑے خوددار تھے، عوامی اجتماعات اور خصوصی محافل سے الگ تھلگ رہے، عبادت وذکر میں بلند ہمت کے مالک تھے، مخلوق خدا سے میل جول اور جفاکشی میں اخلاق محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حامل تھے، فقہ حنفی کے علوم، اصول فقہ اور تصوف میں راقم الحروف (شیخ سید محمد صالح فرفور) میرے بھائی علامہ عبدالوہاب دبس وزیت رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ شیخ محمد سعید برہانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء نے ان سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں وفات پائی اور دحداح میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

۶۔ اس حدیث کو امام سیوطی وغیرہ نے روایت کیا اور اس کے صحیح ہونے کا اشارہ دیا، البتہ امام مناوی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے، تاہم چونکہ اس کا ضعف شدید نہیں ہے اس لئے فضائل میں مقبول ہے۔

تیرے پیٹ کا بچہ، اللہ تعالیٰ کے سپرد

ایک دن امیر المؤمنین عمر بن خطاب تشریف فرما تھے —— مختلف لوگ ان کے پاس سے گزر رہے تھے —— اتنے میں ایک شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ گزرا —— حضرت فاروق اعظم نے اسے فرمایا: بندۂ خدا! تم دونوں کے درمیان تو اتنی مشابہت ہے کہ دو کوؤں کے درمیان بھی نہیں ہوتی —— اس نے کہا:

'امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! اسے اس کی ماں نے اپنی وفات کے بعد جنم دیا''

فاروق اعظم کو تعجب ہوا، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: بتاؤ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟

اس نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانے لگا تو اس کی ماں امید سے تھی —— اور بچے کی پیدائش کا وقت قریب تھا —— اس نے مجھے کہا کہ میں حاملہ ہوں، آسانی کے ساتھ چل پھر بھی نہیں سکتی —— اس حال میں آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟

میں نے کہا:

جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے، اسے میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔

میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گیا —— جب واپس آیا تو میرا دروازہ بند تھا۔

میں نے پوچھا کہ دروازہ کیوں بند ہے؟ —— اور میری بیوی کہاں گئی؟

لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے —— میں اس کی قبر پر گیا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا رہا —— رات کے وقت میں اپنے چچا کے بیٹوں کے پاس بیٹھا ہوا اس مرحومہ کی عفت و پاکبازی، تقویٰ اور دین داری

کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا ـــــ سامنے ہی اس کی قبر تھی ـــــ اچانک مجھے قبروں کے درمیان آگ دکھائی دی۔

میں نے چچازاد بھائیوں سے پوچھا کہ یہ آگ کیسی ہے؟

انہوں نے بتایا کہ یہ تو تمہاری بیوی کی قبر پر ہر رات دکھائی دیتی ہے ـــــ میں نے کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون ـــــ اللہ کی قسم! وہ بکثرت روزے رکھنے والی، نوافل ادا کرنے والی، پاکباز اور طیبہ طاہرہ تھی ـــــ اللہ کی قسم! میں ضرور اس کی قبر کھودوں گا ـــــ اور اس کا حال دیکھ کر رہوں گا۔

میں نے کدال لیا اور اس کی قبر کے پاس آیا ـــــ وہاں جو حیرت انگیز منظر دیکھا اس نے مجھ پر سکتہ طاری کر دیا ـــــ کیا دیکھتا ہوں؟ کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور یہ بچہ اپنی ماں کی میت کے پاس کھیل رہا ہے۔

کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا:

''تم نے اپنی امانت اللہ تعالیٰ کے سپرد کی تھی ـــــ اگر اس کی ماں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تو دونوں کو محفوظ پاتے۔''

جناب! میں نے بیٹے کو اٹھا لیا ـــــ اور قبر خود بخود بند ہو گئی۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وہی بچہ ہے جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

ـــــ حضرت فاروق اعظم کو تعجب ہوا اور ہر ممکن پر قدرت رکھنے والے اللہ کریم کی قدرت پر ان کا یقین مزید مضبوط ہو گیا۔[1]

(المحاسن والمساوی ـــــ بتصرف)

---

[1] (ا) امام بخاری اور بیہقی کی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو وہ اپنے کرم سے اس کی حفاظت فرماتا ہے، دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر ۶۷۸۔ ۱۲ فرفور
[2] (ب) نیز دیکھئے من عاش بعد الموت، ص ۲۷ (بیروت) (جو شخص موت کے بعد زندہ رہا) تصنیف امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید القرشی المعروف بابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) ۱۲ اشرف قادری

ثابت قدمی کی برکتیں

عظیم نحوی یحیی طائی ملّاح[1] تھا، لوگوں کو کشتی کے ذریعے دریا کے پار پہنچاتا تھا ـــــ علم نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں تھی ـــــ کشتی کے سوار آپس میں مسائل علمیہ پر گفتگو کرتے تو یہ توجہ سے سنا کرتا تھا ـــــ یہیں سے اسے علم کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا ـــــ اور جب یہ شوق عروج پر پہنچا تو اس نے دل ہی دل میں سوچا:

میری عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی ہے ـــــ اور مجھے کشتی چلانے کے علاوہ کوئی ہنر نہیں آتا ـــــ میں یہ عظیم علوم کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ ـــــ جب کہ میرا اُن کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ اس کی نظر ایک چیونٹی پر پڑی ـــــ وہ ایک گٹھلی کو لے کر دیوار پر چڑھ رہی تھی، تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچی تھی کہ گر پڑی ـــــ اس نے پھر گٹھلی اٹھائی اور دیوار پر چڑھنے لگی ـــــ وہ بار بار گرتی رہی اور گٹھلی کو اٹھا کر دیوار پر چڑھتی رہی ـــــ یہاں تک کہ آخر کار وہ دیوار پر چڑھ ہی گئی۔

یحیٰ ملاح یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے دل میں سوچا:

یہ چیونٹی ایک کمزور سا جانور ہے ـــــ یہ جدوجہد، استقامت اور ثابت قدمی کی بدولت اپنی منزل پر پہنچ سکتی ہے تو مجھے اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے ـــــ اگر میں ثابت قدمی اور جدوجہد سے کام لوں تو میں بھی اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہوں۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور کشتی بیچ کر دار العلوم میں داخل ہو گیا ـــــ وہاں اس نے نحو، لغت اور منطق کی تعلیم حاصل کی ـــــ اس نے اتنی محنت کی کہ ان علوم میں یگانۂ روزگار ہو گیا اور اس کی شہرت دور دراز تک پہنچی ـــــ اس نے ان علوم میں بڑی تعداد میں عمدہ کتابیں لکھیں۔

تبصرہ:

ہر طالب علم کو اسی طرح ثابت قدمی اور مجاہدہ سے کام لینا چاہیے —— یہاں تک کہ اپنی منزل مراد کو پالے —— استقامت اور لگن ہی کامیابی کے دو زینے ہیں —— اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (سورۂ ہود: ۱۱۲)

آپ ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

(اَخبار العلماء —— بتصرف)

---

(۱) یحییٰ ابن واقد بن محمد بن عدی بن جذیم طائی نحوی بغدادی کی کنیت ابو صالح ہے، ابو نعیم کہتے ہیں: عربی ادب اور نحو میں امام تھے، ھیشم، ابن ابی زائدہ اور ابن علیہ کے شاگرد ہیں، یاقوت کہتے ہیں کہ انہوں نے اصمعی سے علمی استفادہ کیا۔ ان کی ولادت ۱۶۵ھ میں ہے۔ ۲۔ الخیۃ الوعاۃ

بخاری شریف وہی بخاری ہے

اور علماء بھی وہی علماء ہیں لیکن......

مصر کے فوجی قائدین کی باہمی چپقلش کی وجہ سے جب مصری افواج کو پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اسمٰعیل بن ابراہیم نے علماء کو از ہر شریف میں قبلہ رو ہو کر بخاری شریف کی تلاوت کا حکم دیا —— علماء نے بخاری شریف کی تلاوت شروع کر دی —— لیکن شکست کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔

شاہِ مصر غصے سے بھرا ہوا از ہر شریف میں گیا —— اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ —— اس نے غیظ و غضب کے عالم میں چلاتے ہوئے کہا:

تم یہ کیا پڑھ رہے ہو؟ —— کیا یہ صحیح بخاری نہیں ہے؟ —— کیا تم علماء کے اس زمرے میں شامل نہیں ہو، جن کا تذکرہ ہم سلف صالحین سے سنتے رہے ہیں؟ —— کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت اور تمہاری تلاوت کی برکت سے کوئی مصیبت بھی دور نہیں کی —— اور تمہاری کوئی دعا بھی قبول نہیں فرمائی۔

علماء اس کی گفتگو سن کر دم بخود رہ گئے —— اور حیرت کے مارے انہیں کچھ نہ سوجھا کہ وہ کیا جواب دیں؟ —— وہ ایک دوسرے کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے —— اچانک علماء کی صف کے آخر میں بیٹھا ہوا ایک بزرگ عالم کھڑا ہوا —— اس نے پُر جلال آواز میں فرمایا:

اسمٰعیل! یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہے۔ اسمٰعیل! یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔

ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پہنچا ہے:

"تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا تم پر اللہ تعالیٰ

تمہارے برے لوگ مسلط فرمادے گا—— پھر تمہارے بہترین لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔''

علماء ومشائخ پر سکتہ طاری ہوگیا—— اس گفتگو کے انجام کے بارے میں سوچ کر دوسرے علماء کے چہروں کا رنگ فق ہوگیا—— بادشاہ ایک لفظ منہ سے نکالے بغیر واپس چلا گیا—— اس سے اس عالم کی گفتگو کا جواب نہیں بن پڑا تھا—— یوں معلوم ہوتا تھا کہ حدیث شریف اس کے حواس پر چھا گئی ہے—— اور اسے محسوس ہوگیا ہے کہ شکست کا سبب واقعی اس کی طرف سے پایا گیا ہے—— تاہم اسے اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی۔

علماء نے اس بزرگ عالم کی جان اور اپنی جان کے خوف کی بنا پر اسے ملامت کی اور کہا کہ تم نے شاہ مصر کو کھری کھری کیوں سنا دیں؟—— اتنے میں شاہ کا خادم آیا اور پوچھنے لگا:

شاہ کو ایسا ایسا جواب کس نے دیا ہے؟

شیخ نے کہا: میں نے دیا ہے۔

شیخ بالکل خوف زدہ اور مرعوب نہ ہوئے—— وہ بادشاہ کے پاس جانے لگے تو علماء نے انہیں اس طرح رخصت کیا جیسے وہ کبھی واپس نہ آئیں گے۔

شیخ شاہی محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ کمرۂ ملاقات میں بیٹھا ہوا تھا—— اس کے سامنے خالی کرسی پڑی تھی، شیخ کو اس پر بٹھا دیا گیا۔

شاہ نے اسے کہا:

''استاذ! تم نے جو بات وہاں کہی تھی وہ دوبارہ کہو۔

شیخ نے پوری بے باکی کے ساتھ اپنی گفتگو دہرادی—— اور حدیث کی تفصیلی

شرح بیان بھی بیان کردی۔

شاہ نے کہا: ہم نے کیا جرم کیا ہے؟ جس کی بنا پر ہم پر وہ مصیبت نازل ہو جو تم نے بیان کی ہے۔

شیخ نے کہا:

''کیا مخلوط عدالتوں نے سود کے جائز ہونے کا قانون پاس نہیں کیا؟ —— کیا یہاں زنا کا لائسنس نہیں دیا جاتا؟—— کیا یہاں شراب حلال نہیں ہے؟—— اسی طرح کے متعدد حرام کاموں کی ایک لسٹ پیش کردی جو بغیر روک ٹوک جاری ہیں۔''

اور اس کے بعد کہا:

''اس کے باوجود ہم آسمانی امداد کا انتظار کریں تو کس طرح کریں؟—— جب کہ تم نے ان حرام کاموں کو روا رکھا ہوا ہے، جو انتقام لینے والے اور جبار اللہ کو ناراض کرنے والے ہیں—— حد یہ کہ تم علماء کو طعنہ دیتے ہو کہ ان کی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ خود اپنی حالت کو بدل دیں۔''

شاہ نے کہا:

''استاذ! پھر ہم کیا کریں؟—— ہم غیر ملکیوں (انگریزوں) کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں—— اور یہ ان کی ثقافت ہے۔''

شیخ بادشاہ کے اقرار پر خوش ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے:

''پھر بخاری شریف کا کیا گناہ ہے؟ ——— اور علماء کا کیا جرم ہے؟''

شاہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا ——— پھر اس نے سر اٹھایا تو مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل رہی تھی ——— کہنے لگا:

''آپ نے سچ کہا ——— آپ نے سچ کہا۔''

اس نے حکم دیا کہ شیخ کو ہر ماہ تین جُنیہہ (مصری پونڈ جو آج کل ۱۵ پاکستانی روپے کے برابر ہے۔ ۱۲ ق) دیئے جائیں ——— شیخ اپنے احباب کے پاس واپس پہنچے تو وہ اتنے خوش ہوئے جیسے شیخ کو نئی زندگی مل گئی ہو ——— کیونکہ وہ ان کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔

(اخلاق العلماء ——— بتصرف)

تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی واپسی ایسے ہی تھی جیسے وہ ابھی پیدا ہوئے ہوں ——— باعمل اور صاحب اخلاص علماء دوٹوک الفاظ میں حق بیان کر دیتے ہیں ——— اور ڈنکے کی چوٹ پر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پرچار کر دیتے ہیں ——— اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کا راستہ نہیں روک سکتی ——— وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ——— اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حکمرانوں کو خالص نصیحت کی باتیں پہنچا دیتے ہیں ——— یہ نصیحت ایسے دل سے برآمد ہوتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ——— ایسی نصیحت دل سے برآمد ہوتی ہے اور دل پر اثر انداز ہوتی ہے ——— اور حکمران روشن حق اور راہِ صواب کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں علمی مدارس کی بہار

اسلام نے بہترین اور علم پر مبنی نظام حیات عطا کیا ہے ——— سب سے پہلے اس عظیم دین کو عربوں نے گلے لگایا ——— کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان میں سے مبعوث کئے گئے اور آپ نے ان ہی میں نشو ونما پائی ——— قرآن عظیم تمام علوم اسلامیہ کی بنیاد ہے ——— اور اس کی تعلیم اسلامی تعلیم کی بنیاد ہے ——— قرآن پاک کا پہلا سبق یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے اور اس کے معانی سمجھے جائیں ——— اسلام کے پہلے معلم رسول اللہ ﷺ ہیں ——— آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''ہمیں علم سکھانے کے لئے بھیجا گیا'' ——— آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ——— صحابۂ کرام نے دوسرے لوگوں کو قرآن پاک اور اس سے متعلق اور اس سے حاصل ہونے والے علوم کی تعلیم دی۔

اسی لئے مسلمانوں کے مدارس ان کی جامع مسجدوں میں تھے ——— اور مسجدوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو حلقہ بگوش کہا جاتا تھا ——— شاگردوں کا اپنے استاذ کے گرد ایک حلقہ ہوتا تھا ——— پھر زمانے کے گزرنے کے ساتھ ان کے دائرے مختلف قسموں میں منقسم اور وسیع ہوتے گئے ——— یہاں تک کہ ایک علم کے متعدد حلقے بن گئے ——— اکثر حلقوں کی نسبت ان کے استاذ کی طرف کی جاتی تھی ——— کہا جاتا کہ یہ شیرازی کا حلقہ ہے ——— یہ کرخی کا حلقہ ہے، اسی طرح دوسرے حلقے تھے ——— ہر جامع مسجد میں مطالعہ اور نقل کرنے کے لئے لائبریری قائم کی جاتی تھی۔

علاوہ ازیں تعلیم مسجدوں کے ساتھ خاص نہیں تھی ——— بلکہ مسافر خانوں، منزلوں اور گھروں میں بھی دی جاتی تھی ——— البتہ خلفاء، مالدار، امراء اور اصحاب ثروت اپنی اولاد کو تعلیم دینا چاہتے تو اساتذہ کو اپنے گھروں میں بلا لیتے تھے۔

مسلمانوں میں مختلف علوم کے نابغۂ روزگار علماء پیدا ہوئے، خواہ ان علوم کا تعلق

دین سے تھا یا زبان وادب اور سائنس سے —— ان کے ہاں علوم کے پڑھانے کے لئے مستقل مدرسہ نہیں تھا —— جیسے آج عموماً مدارس قائم ہیں —— مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے پانچویں صدی ہجری کے وسط میں شاہ سلجوقی اور الپ ارسلان کے وزیر نظام الملک طوسی[1] نے مدارس قائم کئے —— اس مدرسہ میں دی جانے والی تعلیم اُس زمانے میں ترقی کا بڑا سبب بنی —— اس میں دینی، فقہی اور لسانی علوم اور ان کی ذیلی شاخوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔

پھر نظام الملک کے قائم کردہ مدارس کی پیروی میں بادشاہوں اور امراء نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں مدارس قائم کئے —— جن میں اُس وقت مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

ان میں سے مشہور ترین، دمشق کے سلطان نورالدین محمود زنگی تھے —— انہوں نے دمشق، حلب، حمص، حماۃ اور دوسرے شہروں میں مدارس قائم کئے —— پھر سلطان صلاح الدین ایوبی[2] نے مدارس قائم کئے —— وہ اصل کے اعتبار سے کردی تھے —— انہوں نے مصر، اسکندریہ اور بیت المقدس وغیرہ شہروں میں مدارس قائم کئے —— سلطان صلاح الدین ایوبی کے بعد آنے والوں نے ان کی پیروی کی —— اور مدارس قائم کرنے میں پیش رفت کی —— یہاں تک کہ مدارس کی تعداد پچیس تک پہنچ گئی۔

اور جب غلاموں کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے متقدمین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی —— پھر وزراء، امراء اور سرکردہ لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی۔

سلطنت عثمانیہ میں سب سے پہلے سلطان اُورخاں[3] (م۔ ۷۶۱ھ) نے مدارس قائم کئے —— ان کے بعد عثمانی سلاطین بھی ان کی روش پر چلتے رہے۔

ان میں سب سے مشہور وہ مدارس عثمانیہ تھے جو سلطان سلیمان نے قائم کئے —— دمشق میں مدارس کی تعداد بیس اور بغداد میں تیس تھی —— رہا اندلس تو اس میں

بہت سے مدارس بنائے گئے —— غرناطہ میں سترہ مدارس تھے —— قرطبہ، اشبیلیہ، طُلَیطلہ اور دانیہ میں بہت سے چھوٹے بڑے مدارس تھے —— تاہم اندلس میں جتنے مدارس تھے وہ سب مدرسہ نظامیہ، بغداد کی طرز پر بنائے گئے۔

پھر استاذ کی اپنے فن میں جتنی شہرت ہوتی تھی طلباء بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے تھے —— اور جتنے طلباء زیادہ ہوتے اتنی ہی استاذ کی شہرت اور مقبولیت زیادہ ہوتی تھی —— نیز تعلیم ہر طبقے کے لوگوں کے لئے ہوتی تھی —— یہاں تک کہ غلاموں، لونڈیوں اور مزدوروں کو بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

جب نظام الملک طوسی نے بغداد وغیرہ میں مدارس بنائے تو کچھ لوگوں نے ان کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے —— اور کہا کہ نظام الملک نے ملتِ اسلامیہ کا بڑا سرمایہ ضائع کر دیا ہے —— یہ سرمایہ بڑے لشکر پر صرف کیا جاتا تو اس کے لئے کافی ہوتا۔
نظام الملک نے ملک شاہ سلجوقی[4] کو کہا:

"بیٹے! میں عجمی شخص ہوں —— اگر میری بولی لگائی جائے تو کوئی شخص پانچ دینار سے زیادہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا —— تم ترکی ہو (اور گورے چٹے ہو) —— اگر تمہاری بولی لگائی جائے تو ہو سکتا ہے تمہاری قیمت تیس دینار تک پہنچ جائے —— تم اپنی لذتوں میں مشغول ہو —— خواہشات میں محو ہو —— تمہیں شکار اور لہو ولعب سے فرصت نہیں ملتی —— اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں تمہاری اطاعت نہیں بلکہ تمہارے گناہ پہنچتے ہیں —— تمہارے لشکر بھی ایسے ہی ہیں —— تمہارے فوجی گناہوں، شرابوں اور عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

میں نے تمہارے لئے ایسا لشکر تیار کیا ہے، جسے رات کا لشکر کہا جاتا ہے —— جب تمہارے لشکر رات کو سو جاتے ہیں تو رات کے یہ لشکر صف بستہ، اپنے

پاؤں پر کھڑے ہو کر رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں ـــــ وہ آنسوؤں کا ارمغان بھیجتے ہیں ـــــ ان کی زبانیں محوِ ثنا ہوتی ہیں ـــــ اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر تمہارے لئے اور تمہارے لشکروں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں ـــ پس تم اور تمہارے لشکر ان کی حفاظت میں جی رہے ہیں ـــــ ان کی دعا سے راتیں خیریت سے بسر کرتے ہیں ـــــ اور ان کی برکتوں سے تمہیں بارش اور رزق دیا جاتا ہے۔"

ملک شاہ نے یہ گفتگو سنی تو اس کا دل نرم ہو گیا ـــــ اس نے ایک ایک بات کو اپنے دل پر نقش کر لیا اور قبول کیا ـــــ اور نظام الملک کے سچے دل سے نکلنے والی اس خالص نصیحت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

مدارس کے قائم کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ مدارس بادشاہ یا امیر کے مذہب کی تائید اور اشاعت کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلامی شہروں میں جس نے یہ مدارس قائم کئے اور ان کا نام مدارس نظامیہ رکھا وہ نظام الملک طوسی ہی تھے ـــــ انہوں نے یہ مدارس پانچویں صدی ہجری کے وسط میں قائم کئے ـــــ جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا ـــــ ان میں سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ، بغداد ہی کو ملی ـــــ دریائے دجلہ کے کنارے اس کی تعمیر کی نگرانی ۴۵۷ھ میں ابو سعید صوفی نے کی ـــــ اس پر نظام الملک کا نام لکھا ـــــ اور اس کے لئے متعدد بازار، عمارات اور حمام وغیرہ وقف کئے۔

دنیائے اسلام میں اس مدرسہ کا بڑا مقام ہے ـــــ اس سے جلیل القدر علماء کی بڑی جماعت تیار ہو کر نکلی، جن کی شہرت اس وقت کی جانی پہچانی دنیا کے کونے کونے تک

پہنچی ـــــ ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

ابو اسحاق شیرازی [5] ـــــ امام ابو نصر صباغ [6] ـــــ امام ابو حامد غزالی [7] ـــــ ابو القاسم دبوسی [8] ـــــ شاشی [9] ـــــ کیاہراسی [10] ـــــ سہروردی [11] ـــــ اور کمال انباری [12] ـــــ اور ان کے علاوہ بڑے بڑے علماء اور دنیائے اسلام کے فکر و عرفان کے امام پیدا ہوئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ دور عباسی گزر گیا، علم میں پختگی آ گئی ـــــ مختلف زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ مسلمانوں کی زبان میں کیا گیا ـــــ لیکن ان کا کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا گیا جو تاریخ کے سینے میں محفوظ ہو ـــــ البتہ مسلمانوں نے چند مدارس نظام الملک کے مدرسہ سے پہلے خراسان کے دار الحکومت نیشا پور میں ضرور قائم کئے تھے۔

ان میں سے چند مدارس کے نام یہ ہیں:

1- مدرسہ ابن فورک (م-۴۰۶ھ) [12]
2- مدرسہ بیہقیہ، جسے بیہقی [13] (م-۴۵۰ھ) نے قائم کیا۔
3- نیشا پور میں کچھ دوسرے چھوٹے چھوٹے مدارس قائم کئے گئے۔

یہ مدارس نظام الملک سے پہلے نیشا پور میں قائم کئے گئے ـــــ پھر الپ ارسلان کی حکومت میں نظام الملک نے امام الحرمین [14] کے لئے مدرسہ قائم کیا۔

تاہم سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ، بغداد ہی کو ملی ـــــ اور اس کا نام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا ـــــ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب سے بڑا مدرسہ تھا ـــــ وہاں تعلیم مفت دی جاتی تھی ـــــ طلباء کو وظیفے دئے جاتے تھے اور ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کی جاتی تھیں ـــــ اسی لئے دوسرے مدارس کی نسبت اس کی زیادہ شہرت ہوئی ـــــ اور دور دراز سے لوگ علمی سیرابی کے لئے وہاں آنے لگے۔

یہ حقیقت شک وشبہہ سے بالا ہے کہ پہلے پہل اسلامی مدارس غلاموں کے خاندان کے امراء، ان کے وزراء اور معاونین ہی نے قائم کیے —— آپ جانتے ہیں کہ مسلم امہ کا علماء، فقہاء اور محدثین کے ساتھ عظیم رابطہ رہا ہے —— اسی لئے جب کوئی بادشاہ مسندِ اقتدار سنبھالتا تو سب سے پہلے علماء کا قرب حاصل کرتا اور ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتا —— تا کہ عوام کا قرب حاصل ہو —— مدارس، مساجد اور جامع مسجدیں تعمیر کرواتا —— یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں علمی ترقی کا آغاز ہوا —— جامع مسجدوں اور مدارس کی بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی گئیں —— وہاں اکابر علماء جمع ہوئے —— ان کے وظیفے مقرر کیے گئے —— اور طالبانِ علم اور نادار مدرسین کو مالی وسائل مہیا کیے گئے۔

علمی ترقی کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک نے علماء کے لئے خانقاہیں تعمیر کروائیں —— اور ان کے وظیفے مقرر کیے —— اور یہ سلسلہ پورے ملک یعنی شام، عراق، دیار بکر، خراسان اور سمرقند میں پھیل گیا —— ان مدارس کے سالانہ اخراجات تقریباً چھ لاکھ دینار تھے (جو آج کے اربوں روپے تک پہنچیں گے)

(وفیات الاعیان۔ ابن جبیر۔ الشقائق النعمانیہ۔ مجلّہ التمدن الاسلامی)

(کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

۱ نظام الملک طوسی: وہ حسن بن علی طوسی ہیں، ان کا لقب قوام الدین تھا، بڑے دانشور وزیر تھے، سلطان الپ ارسلان کے دربار میں حاضر ہوئے، اس نے انہیں وزیر بنالیا، عملاً ان ہی کی حکومت تھی، وہ نادر روزگار تھے پھر ملک شاہ سلجوقی نے انہیں وزیر بنالیا، انہوں نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ اور دیگر مدارس قائم کیے، ۴۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۵ھ میں دھوکے سے شہید کیے گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ، بغداد کی تعمیر ماہ ذوالحجہ ۴۵۷ھ میں شروع کی، جو دو سال

میں مکمل ہوئی، ۱۰/ ذیقعدہ ۴۵۹ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا، اس کے علاوہ اصفہان، نیشاپور، بصرہ، ہرات اور روم کے آخری حصے میں مدارس قائم کیے۔

۲ صلاح الدین یوسف بن ایوب: ان کا لقب الملک الناصر تھا، اور وہ تاریخ اسلام کے مشہور ترین سلطان تھے، دمشق میں پلے بڑھے، علم فقہ وادب حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی، فرنگیوں نے دمیاط پر حملہ کیا تو صلاح الدین ایوبی نے اسے روکا، نور الدین زنگی فوت ہوئے تو شام اور جزیرہ کے شہروں کا انتظام وانصرام صلاح الدین ایوبی کے سپرد کیا گیا، انہوں نے دمشق اور مصر کی داخلی اصلاح اور عیسائیوں کے حملوں کا سدّباب کیا، فلسطین میں حطّین کے دن فرنگیوں کو شکست فاش دی، سلطان بڑے دلیر ہونے کے باوجود بڑے نرم دل تھے، سیاست دان بھی تھے، اور میدان جنگ کے شہسوار بھی، اس کے باوجود متواضع بھی تھے، ۵۸۹ھ میں وفات پائی۔ فرفور۔

نوٹ: سلطان صلاح الدین ایوبی وہ مشہور زمانہ سلطان اور کمانڈر تھے جنہوں نے عیسائیوں کو مختلف محاذوں پر پے در پے شکست دی، بیت المقدس کو دوبارہ آزاد کرایا اور مصر کو رافضیوں سے پاک کیا، آج بھی مصر میں ان کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲- شرف قادری

۳ سلطان اُورخان: وہ سلطان غازی عثمان خان اول کے بیٹے اور عظیم فاتح تھے، انہوں نے اپنی نئی فتوحات اور متعدد تنظیمات کے ذریعے حکومت کو تقویت بخشی، ۶۸۰ھ میں پیدا ہوئے، انہیں غازی کا لقب دیا گیا، ان کے زمانے میں ان کے بھائی علاء الدین اور ان کے بعد خیر الدین صدر اعظم تھے، ۷۶۱ھ میں فوت ہوئے اور ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان مراد اول بادشاہ بنے۔

۴ ملک شاہ سلجوقی: وہ ابوالفتح ملک شاہ ابن الپ ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق ابن دقاق تھے، ان کا لقب جلال الدولۃ تھا، ان کے والد نے وفات سے پہلے وصیت کی کہ انہیں سلطان بنایا جائے، چنانچہ حکومت کے سرکردہ افراد نے الپ ارسلان کی اطاعت کی اور ان کی زندگی میں ملک شاہ کے لئے حلف اٹھایا، ان کے والد کی وفات کے بعد اپنی قسموں کو نبھایا، اور نظام الملک کو ان کا وزیر بنایا۔ ملک شاہ سیرت کے اعتبار سے بہترین بادشاہ تھے، ان کا لقب السلطان العادل تھا، خلفاء متقدمین کے بعد ان کی مملکت اتنی وسیع تھی کہ تاریخ اسلام کے کسی بادشاہ کی مملکت اتنی وسیع نہیں تھی، اس نے مدارس اور مساجد کو مضبوط کیا، خانقاہیں اور مسافر خانے تعمیر کیے، عدل قائم کیا اور ظلم کا خاتمہ کیا، خلیفہ مقتدی

بامر اللہ نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا، امام ابو اسحاق شیرازی ان کے درمیان واسطہ بنے، ملک شاہ کی ولادت ۹ رجمادی الاولی ۴۴۷ھ کو اور وفات ۱۶ رشوال ۴۸۵ھ کو ہوئی، اصبہان میں فقہ حنفی اور شافعی کے لئے وقف کردہ مدرسہ میں دفن کئے گئے۔

۵۔ ابو اسحاق شیرازی: علامہ اور مناظر ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی، جدل اور مناظرہ میں ان کے دلائل کی قوت مشہور تھی، وزیر نظام الملک نے ان کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا، علامہ شیرازی اس کے ناظم اور مدرس تھے، فقر کی حالت میں صبر و سکون سے زندگی بسر کی، بڑے خوش اخلاق مسکراتے چہرے والے اور مناظر تھے، فقہ شافعی میں ''مہذب'' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۴۷۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۶۔ ابو حامد غزالی: امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، فلسفی اور صوفی تھے، دو سو سے زیادہ ان کی تصانیف ہیں، ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے، نیشاپور، حجاز، مصر، بغداد، بلاد شام کا سفر کیا، پھر اپنے شہر لوٹ گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات ہوئی، ان کی مشہور ترین تصانیف احیاء علوم الدین وغیرہ کتب ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرفور —— جامعہ نظامیہ بغداد کے سربراہ رہے، جس سال دل برداشتہ ہو کر بغداد سے رخصت ہوئے اسی سال حضور سیدنا غوث اعظم بغداد میں تشریف لاتے ہیں۔ ۱۲ اشرف قادری

۷۔ ابو القاسم دبوسی: عبید اللہ ابن عمر بن عیسیٰ دبوسی، مشہور سات قاضیوں میں سے ایک تھے، اور ان علماء میں سے تھے جن کو وقت نظر اور استنباط دلائل میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے، وہ اکابر علماء احناف میں سے جلیل القدر فقیہ تھے، ماوراء النہر کے خاتم المشائخ تھے، علامہ استروشنی، ابن الفضل سبذمونی اور ابو حفص صغیر سے علم فقہ حاصل کیا، علم الخلاف کی آپ ہی نے بنیاد رکھی، ان کی تصانیف میں ''تاسیس النظر، تقویم الادلۃ، فتاوی منظوم'' وغیرہ کتب ہیں، ۴۳۰ھ میں بخارا میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۸۔ الشاشی: فخر الاسلام ابو بکر محمد بن احمد شاشی تفال: اپنے دور میں عراق کے شافعیہ کے رئیس تھے، نظامیہ بغداد میں مدرس رہے، یہاں تک کہ ۵۰۷ھ میں وفات ہوئی۔

۹۔ کیاہراسی: عماد الدین ابو الحسن علی بن محمد کیاہراسی طبرستانی: ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے، فقہ، اصول اور علم کلام کے امام تھے، امام الحرمین سے فقہ پڑھی، نظامیہ بغداد میں مدرس رہے اور بغداد ہی میں ۵۰۴ھ میں انتقال ہوا۔

۱۰۔ سہروردی: عبد القادر بن عبد اللہ بن محمد بکری صدیقی، فقیہ شافعی: واعظ اور ائمۂ صوفیہ میں سے تھے، نظامیہ میں مدرس رہے اور بغداد میں ۵۶۳ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۱۔ کمال انباری: کمال الدین عبد الرحمٰن بن محمد، لغت، ادب اور تاریخ و تذکرہ کے عالم تھے، زاہد متقی، روکھی سوکھی کھانے اور موٹا جھوٹا پہننے والے تھے، کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے، بغداد میں رہے اور وہیں ۵۷۷ھ میں فوت ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۲۔ ابن فورک: ابو بکر محمد بن حسن بن فورک انصاری، واعظ، اصول و کلام کے عالم اور فقہاء شافعیہ میں سے تھے، انہوں نے نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا، وسیع علم رکھتے تھے اور ان کی بہت سی تصانیف ہیں ۴۰۶ھ میں وفات ہوئی۔

۱۳۔ امام بیہقی: غالب گمان یہ ہے کہ یہ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ہیں، یہ حدیث اور فقہ شافعی میں حجت تھے، ۳۸۴ھ میں نیشاپور کے گاؤں بیہق میں پیدا ہوئے، بہت سے شہروں کا سفر کیا، حدیث اور شیخ اشعری کے مذہب پر عقائد کا وسیع علم حاصل کیا، انہیں فقہ شافعی کی تدریس کے لئے نیشاپور بلایا گیا اور وہیں ۴۸۵ھ میں وفات پائی، پھر ان کی میت ان کے شہر (خسروجرد) لائی گئی، سنن کبریٰ وغیرہ ان کی تصانیف ہیں، اس پر اچھی طرح غور کریں۔ (مقام غور بات یہ ہے کہ بیہقی سے مراد مشہور امام بیہقی صاحب سنن کبریٰ ہیں۔ یا کوئی دوسرے عالم۔ ۱۲ اشرف قادری)

۱۴۔ امام الحرمین: ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ جوینی، متاخرین میں سب سے بڑے عالم، مذہباً شافعی تھے، پہلے بغداد تشریف لے گئے، پھر مکہ معظمہ، وہاں سات سال مقیم رہے، پھر مدینہ منورہ گئے، فتوی دیا اور علوم کی تدریس کی، تمام مذاہب کے جامع تھے، پھر نیشاپور لوٹ آئے، نظام الملک نے نیشاپور میں ان کے لئے مدرسہ قائم کیا، ان کے درس میں اکابر علماء حاضر ہوا کرتے تھے، ۴۷۸ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

نوٹ: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور / شیخوپورہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کا عظیم ترین ادارہ ہے، جس میں بحمدہ تعالیٰ اس وقت (۱۴۲۳ھ) تقریباً اڑھائی ہزار طلباء اور طالبات زیر تعلیم ہیں، نظامیہ بغداد کے نام پر ہی اس کا نام نظامیہ رکھا گیا، نیز حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نسبت بھی ملحوظ تھی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نسبت سے ''رضویہ'' نام کا حصہ بنایا گیا، أقامها الله تعالىٰ وأدامها إلى يوم القيامة۔ ۱۲ اشرف قادری

علم اور علماء کی تعظیم

دلوں کے تقویٰ کا نتیجہ ہے

[ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء سے اسی احترام سے پیش آئیں]

یہ کلمات حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما[1] نے اس وقت کہے جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے —— ابن عباس نے بڑے والہانہ انداز میں ان کا استقبال کیا —— ان کی رکاب کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ وہ خچر سے نیچے اتر آئے —— حضرت زید نے انہیں فرمایا: ''آپ کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا'' —— اس وقت ابن عباس نے یہ تاریخی کلمات کہے۔

حضرت زید نے انہیں اپنے پاس بلایا۔

حضرت ابن عباس کو معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ —— جب وہ قریب ہوئے تو حضرت زید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا —— اور فرمایا:

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت سے اسی طرح محبت کا حکم دیا ہے۔

(الاصابہ —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

حضرت زید نے ہاتھوں کو بوسہ دینے کا حکم اس روایت سے معلوم کیا کہ صحابۂ کرام نے نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس کو بوسہ دیا تو آپ نے انکار نہیں فرمایا —— اسی طرح تابعین نے صحابۂ کرام کے ہاتھوں کو بغیر کسی انکار کے بوسہ دیا —— اسی طرح بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا —— اسی لئے باعمل اور علماء آخرت اور رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت کے ہاتھوں کو بوسہ دینا صحیح ہے —— شرط یہ ہے کہ جس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے

اس کی یہ خواہش نہ ہو کہ میرے ہاتھوں کو چوما جائے۔

حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ بصرہ کے لوگ اپنے معاملات میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں —— اور دین و دنیا کے مسائل ان سے پوچھتے ہیں —— تو حضرت احنف نے فرمایا:

''ہر وہ عزت جس کی بنیاد علم دین نہ ہو اس کا انجام ذلت ہے۔''

---

[1] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: جلیل القدر صحابی، حبر الامۃ (امت مسلمہ کے عالم) قریشی ہاشمی، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، نبی اکرم ﷺ سے احادیث صحیحہ روایت کیں، آخری عمر میں بینائی جاتی رہی، طائف میں ۶۸ھ میں رحلت ہوئی۔

[2] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ: وہ زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی ہیں، ان کی کنیت ابو خارجہ ہے، اکابر صحابہ اور کاتبانِ وحی میں سے ہیں، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں نشو و نما پائی، ابھی چھ سال کے تھے کہ ان کے والد قتل کر دئے گئے، گیارہ سال کی عمر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، دین اور فقہ کا علم حاصل کیا، قضاء، فتویٰ، قراءت اور علم میراث کے امام تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: آج امت مسلمہ کا بڑا عالم رحلت فرما گیا ہے اور امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں گے، ۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نصیحت

[اپنے لئے اور انبیاء کرام کے وارثوں کے لئے]

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

دین خیر خواہی کا نام ہے —— ہم نے عرض کیا: ”یارسول اللہ! کس کے لئے؟“ —— فرمایا: ”اللہ کے لئے —— اس کے فرشتوں کے لئے —— اس کی کتابوں کے لئے —— اس کے رسولوں کے لئے —— مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے —— اور عامۃ المسلمین کے لئے“۔[1]

یہ چند نصیحتیں ہیں جن کا پہلا مخاطب میں ہوں —— کیونکہ میں ان کا زیادہ محتاج ہوں —— پھر از راہِ خیر خواہی علم شریف کے حاملین بھائیوں (علماء) کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

❶ عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو —— اور یہ جانے کہ علم کا حاصل کرنا اس پر فرض ہے —— تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اس کے حکم کے مطابق کی جائے —— نیز یہ بھی یقین رکھے کہ علم کے حاصل کرنے میں میری کوئی فضیلت نہیں ہے —— بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ جاننے کی توفیق عطا فرمائی ہے کہ اس کی عبادت کیسے کی جائے؟ —— اس کے فرائض کیسے ادا کئے جائیں؟ —— اور اس کے منع کئے ہوئے امور سے کیسے بچا جائے؟

❷ جب اہل ایمان میں یہ شہرت ہو جائے کہ وہ صاحب علم ہے —— قابلیت حاصل ہونے پر اس کے اساتذہ اسے تعلیم دینے کی اجازت سے سرفراز کر دیں —— اور لوگ

[1] اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایت کیا، جن کے معانی قریب قریب ہیں۔

جس علم کے محتاج ہیں اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس آئیں —— تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں سے تواضع اور سکون سے پیش آئے —— اس طرح مخلوق کے دل میں اس کی محبت زیادہ ہوگی —— وہ اس کا قرب پسند کریں گے اور لوگوں کے دل اس کی طرف کشش محسوس کریں گے —— اس کے سامنے اور پس پشت اس کے لئے کثرت سے دعائیں کریں گے —— یہاں تک کہ اس کی زیارت کے لئے سراپا اشتیاق بن جائیں گے —— اس کے دیدار سے دلی سکون محسوس کریں گے —— اور اس کی دعا سے برکت حاصل کریں گے۔

❸ اس پر واجب ہے کہ اپنے علم کے ذریعے حکمرانوں، شاہانِ وقت اور ارباب ثروت کی قدر و منزلت کا طلبگار نہ ہو —— اپنے علم کے بدلے دنیا کی کسی چیز کا طالب نہ ہو —— ہاں اگر طلب اور انتظار کے بغیر اللہ تعالیٰ اسے کوئی چیز عطا فرما دے تو کوئی حرج نہیں ہے —— اور جب وقت کے حکمرانوں کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو اپنی ذات کے مقاصد کے لئے نہیں بلکہ مسلم اُمّہ کو درپیش معاملات کے لئے جائے —— اللہ تعالیٰ اس کے دل کے ارادوں کو جانتا ہے —— ہر ظاہر اور مخفی چیز اس پر عیاں ہے —— حکمران اور امراء اسی وقت علماء کو نوازتے ہیں جب علماء ان کے دنیاوی مفاد کے لئے ان سے ملاقات کریں —— دنیا کی محبت اور اس کی طرف میلان ہی وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑے لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔

❹ اس علم کا ارادہ کرے جس میں امت مسلمہ کا زیادہ فائدہ ہو —— افضل ترین علم وہ ہے جس پر عمل کیا جائے —— اور جس کے پھل سے نفع حاصل کیا جائے —— کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سب سے زیادہ بعید وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے —— پس سب سے پہلے علم ہے، اس کے بعد عمل اور اس کے بعد اخلاص ہی

ہے —— جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے نفع نہیں دیا ہوگا۔'' ۲

5 عوام کی بے اعتدالیوں کو برداشت کرے اور ان پر صبر کرے —— کیونکہ انہیں بعض اوقات علماء کے مقام کا علم ہی نہیں ہوتا —— ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے —— اور ان کی لغزشوں پر گرفت نہ کرے —— طیش آئے تو غصّے کو پی جائے —— جو اسے تکلیف دے اسے معاف کردے اور درگزر کرے —— بے وقوف کو احمقانہ جواب نہ دے —— بلکہ خاموشی اختیار کرے اور اس سے دامن بچا کر نکل جائے —— اور قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرے —— جب سوئے تو اس کا دل ہر کدورت اور کینے سے پاک ہو —— برائی کرنے والے اور ایذاء دینے والے سے چشم پوشی کرے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جاہل عابد اور بدعمل عالم کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو''

---

۲ اس حدیث کو امام سیوطی نے ابن عدی، ابن ماجہ اور طبرانی سے روایت کیا، اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا، لیکن امام مناوی نے فرمایا: اس حدیث کی مضبوط اصل ہے، اسے حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن شدید ترین عذاب والے لوگوں میں سے ایک وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ (یعنی جس کا علم بے فیض ہو۔ ۱۲ق)

کامیاب جج

اللہ کی قسم! وہ جج کامیاب نہیں ہے جو صحیح طریقے سے حق وصول نہیں کرتا

یہ وہ کلمات ہیں جو رقہ کے قاضی نے امیر المؤمنین ہارون الرشید کو رقہ میں کہے۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر امیر عیسیٰ ابن جعفر ۱ کے خلاف مقدمہ دائر کیا —— کہ عیسیٰ نے اس شخص سے پانچ لاکھ درہم لے کر واپس نہیں کیے۔

رقہ کے قاضی نے بڑے لطف وکرم کا اظہار کرتے ہوئے عیسیٰ کو یاددہانی کراتے ہوئے لکھا:

''حمد وثنا کے بعد! اللہ تعالیٰ امیر کو تادیر زندہ سلامت اور اپنی حفاظت میں رکھے اور انہیں انعامات سے نوازے —— میرے پاس فلاں ابن فلاں آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے امیر کے ذمہ (اللہ تعالیٰ انہیں زندگی اور عزت عطا فرمائے) پانچ لاکھ درہم ہیں —— اگر آپ پسند کریں تو خود عدالت میں تشریف لائیں —— یا اپنے وکیل کو بھیج دیں جو مدعی کے دعوے کا جواب دے یا اسے راضی کرے —— اللہ تعالیٰ آپ کو قائم ودائم رکھے۔''

اس تحریر پر مہر لگائی اور ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی کہ عیسیٰ کو پہنچادے۔

عیسیٰ کو وہ تحریر پیش کی گئی تو اس نے اپنے ملازم کے سپرد کردی —— اس نے نہ تو تحریر کو کوئی اہمیت دی اور نہ ہی جواب دینے کی ضرورت محسوس کی، جیسے کہ جاہ وجلال رکھنے والے حکمرانوں اور قانون نافذ کرنے والوں کا وطیرہ ہے —— قاصد نے جب اپنے سر

کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ عیسیٰ نے بری طرح توہین عدالت کی ہے تو وہ افسوس اور شرمندگی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بوجھل قدم اٹھاتا ہوا واپس چلا آیا۔

قاضی کو جب عیسیٰ ابن جعفر کے طرزِ عمل کا علم ہوا تو اس نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ —— اس نے دوبارہ قلم اٹھایا اور تحریر کیا:

''اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے، اپنی حفاظت و امان میں رکھے اور انہیں اپنی مکمل نعمتیں عطا فرمائے —— میرے پاس فلاں شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا ہے کہ اس کا آپ پر شرعی حق ہے —— لہٰذا اس کے ہمراہ آپ خود تشریف لائیں یا اپنے وکیل کو بھیج دیں۔''

پھر اس تحریر پر مہر لگائی اور ایک شخص کے ہاتھ عیسیٰ کے پاس بھیج دی —— قاضی نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اس دفعہ ضرور جواب دے گا یا اپنے وکیل کو بھیج دے گا —— ہمیں بھی اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن وہ شخص حق و انصاف سے کوسوں دور تھا —— اسے عزت نفس اور لیڈری نے گناہ پر ابھارا، جیسے اس قسم کے لوگوں کو ابھارا کرتی ہے —— ایسے لوگ اپنی طاقت اور لیڈری کے غرور میں عوام کے اموال، ان کی جانوں اور عزتوں پر ظلم کرتے ہیں —— گویا دنیا کی ہر چیز بلا شرکتِ غیرے ان کے باپ کی وراثت ہے۔

یہ تاکیدی حکم نامہ عیسیٰ ابن جعفر کے پاس پہنچا تو وہ غصے سے بپھر گیا، اس نے وہ تحریر پھینک دی، نہ صرف تحریر بلکہ قاضی کی بھی توہین کی —— اس نے قاضی کو اہمیت دی اور نہ ہی اس کے فیصلے اور عدالت کی پروا کی —— قاصد نے دیکھا کہ امیر کا پارہ چڑھ گیا ہے اور اس نے طیش میں آ کر قاضی کا حکم نامہ پھینک دیا ہے —— تو وہ شرمندگی اور حیا سے پانی پانی ہو گیا —— اور واپس جا کر قاضی کو اس واقعے کی اطلاع دی —— قاضی نے کہا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ —— اس امیر نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم کرسئ عدالت چھوڑ دیں اور اس منصب سے استعفاء دے دیں۔

تبصرہ:

اس سراپا خلوص اور پیکر تقدس جج پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی جس نے دنیا پر دین کو ترجیح دی —— اس نے ظالم اور غاصب امیر کی حرکت پر صبر کیا جو دین اور شریعت کے آگے جھکنے کے لئے تیار ہی نہیں تھا —— وہ اپنی طاقت اور شوکت کے گھمنڈ میں یہ سمجھتا تھا کہ میں جو چاہوں کرتا رہوں —— مجھے کون پوچھ سکتا ہے؟ —— اس کے باوجود قاضی مایوس نہیں ہوا —— اسے اب بھی امید تھی کہ ممکن ہے اس کے دل میں عدل و انصاف کا جذبہ بیدار ہو جائے —— اور وہ اس سرکشی کے بعد حق کے سامنے سر جھکا دے قاضی نے قلم پکڑا اور آخری مرتبہ لکھا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے —— آپ کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے شکر کی توفیق عطا فرمائے —— اے انصاف پسند امیر! ضروری ہے کہ آپ خود یا آپ کا وکیل عدالت میں آئے —— اگر آپ اس پر تیار نہ ہوئے تو میں آپ کا معاملہ امیر المؤمنین کے سامنے پیش کر دوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔''

پھر یہ حکم نامہ اپنے دو کارندوں کے ہاتھ بھیج دیا —— وہ دونوں جا کر عیسیٰ کے دروازے پر بیٹھ گئے —— جب امیر عیسیٰ اپنے گھر سے باہر آیا تو انہوں نے قاضی کا حکم نامہ پیش کر دیا —— اس نے پڑھے بغیر اسے پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا اور جوشِ غضب میں زمین پر پھینک دیا —— کارندوں نے واپس آ کر قاضی کو امیر کے رویے کی اطلاع دی —— قاضی نے دیکھا کہ باطل سنا جا رہا ہے اور حق کی کوئی شنوائی نہیں —— غصب اور ظلم کی حکومت کامیاب اور حق و انصاف کی حکومت ناکام ہے —— وہ اٹھا اور مقدمات کے کاغذات ایک بیگ میں ڈالے —— اور اس خوف سے کہ کہیں وہ ضائع نہ

ہوجائیں، ان پر مہر لگادی —— اور خود اپنے گھر میں داخل ہوکر دروازے بند کر لئے۔

تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ جب بادشاہوں اور حکمرانوں کے تیر حق کی حکمرانی قائم کرنے سے برگشتہ ہوجائیں —— اور وہ اپنی خواہشات کے گھوڑوں پر سوار ہوکر ظلم، تجاوز، غصب اور لوگوں کو غلام بنانے کے راستوں پر چل پڑیں —— تو قاضیوں (ججوں) پر لازم ہے کہ وہ یہی طریقہ اختیار کریں۔

ہارون الرشید کو پتا چلا کہ قاضی نے کرسیٔ عدالت چھوڑ دی ہے اور ایوان عدالت بھی بند کردیا ہے —— تو اس نے پیغام بھیج کر قاضی کو بلایا —— خلیفۂ وقت اس قاضی پر اعتماد کرتا تھا اور اس کا بڑا احترام کرتا تھا —— قاضی نے حاضر ہوکر گزارش کی کہ:

''امیر المؤمنین! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے منصب عدالت سے فارغ کر دیجئے! —— اللہ کی قسم! وہ قاضی (جج) کامیاب نہیں ہے جو کمزور کا حق طاقتور سے لے کر نہیں دیتا —— حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ اس گروہ کو گناہوں سے پاک نہ فرمائے جو طاقتور کو جھنجوڑ کر اس سے ضعیف کا حق نہیں دلواتا۔ [۲]

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے —— میرا استعفا منظور کر لیجئے!''

ہارون الرشید نے کہا کہ ''آپ کو حق کے قائم کرنے سے روکنے والا کون ہے؟ —— اسے قاضی کے اصرار اور منصب قضاء کے چھوڑنے پر تعجب تھا —— قاضی نے عیسیٰ ابن جعفر کا سارا کچا چٹھا بیان کردیا —— اور بتایا کہ میں نے انہیں ہر ممکن نرمی سے

۲؎ اس حدیث کو امام طبرانی نے ابویعلیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید انصاری سے روایت کیا۔

تین بار پیغام بھیجا —— لیکن انہوں نے عدالت کی اپیل کو ذرہ برابر وقعت نہ دی —— تحریر پھاڑ کر زمین پر پھینک دی —— اور قاضی سمیت عدالت کا تمسخر اڑایا —— ہارون الرشید کا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما اٹھا —— عملے کو حکم دیا کہ فوراً جاکر عیسیٰ ابن جعفر کے تمام دروازوں کو سیل کردو —— اور کسی کو باہر نکلنے یا اندر جانے کی اجازت نہ دو —— یہاں تک کہ وہ مدعی کے ساتھ عدالت میں حاضر ہوجائے —— خواہی نخواہی قاضی کا فیصلہ سنے —— اور مدعی کا پورا پورا حق ادا کرے۔

پانچ سو طاقتور گھڑ سواروں نے عیسیٰ کے گھر کا محاصرہ کرلیا —— اور دروازوں کو بند کر کے سیل کردیا —— تاکہ نہ تو کوئی باہر نکل سکے اور نہ ہی اندر داخل ہو —— عیسیٰ نے اپنے گھر والوں کا شور و شغب اور واویلا سنا تو اٹھ کر دروازے پر یہ دیکھنے آیا کہ ہوا کیا ہے؟ —— اسے گمان ہوا کہ شاید ہارون الرشید نے یکا یک کوئی برا فیصلہ کیا ہے اور وہ مجھے قتل کر کے مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے —— اسی لئے اس نے من مانی کرتے ہوئے فوج کو میرے گھر کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا ہے —— وہ دروازے کے پیچھے سے اپنے کچھ واقف کاروں سے دریافت کرنے لگا —— اس کا ایک واقف دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا —— عیسیٰ نے اسے پوچھا:

''یہ کیا مصیبت ہے؟ جو ہم پر ٹوٹ پڑی ہے —— خلیفہ ہارون الرشید ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے؟ —— اور یہ ناقابل برداشت سزا ہم پر کیوں ٹوٹ پڑی ہے؟''

اس نے کہا:

''یہ سب قاضی کے مطالبے کی بنا پر ہے —— اس نے خلیفہ کے پاس جاکر استعفا پیش کردیا ہے —— اور تمہاری وجہ سے کرسیٔ عدالت چھوڑ دی ہے۔

اس لئے خلیفہ ناراض ہوگیا ہے اور اس نے حکم دیا کہ تمہارے تمام دروازے سیل کردئے جائیں اور تم اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتے، جب تک وہ حق ادا نہیں کردیتے جو تم پر لازم ہے۔"

تب عیسیٰ کو اپنے جرم کی سنگینی کا احساس ہوا —— اور اس پر منکشف ہوگیا کہ ظلم دنیا اور آخرت میں ایک اندھیرا نہیں کئی اندھیروں کا مجموعہ ہے —— اور یہ کہ ظلم کی رسی خواہ کتنی ہی لمبی ہوجائے، اس کا انجام خوفناک ہے۔

اس کے حکم پر پانچ لاکھ درہم حاضر کردئے گئے —— پھر اس نے حکم دیا کہ یہ دراہم مظلوم شخص کو دے دیے جائیں —— اس سے معذرت کی جائے اور معافی بھی مانگی جائے —— مدعی نے وہ دراہم لے لئے —— خلیفہ کو اطلاع پہنچی کہ حق دار کو اس کا حق مل گیا ہے —— تو اس نے حکم دیا کہ چونکہ صاحب حق کو اس کا حق مل گیا ہے، اس لئے عیسیٰ کے دروازے کھول دو —— اسے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دو —— اور اسے بتادو کہ آیندہ ایسی حرکت نہ کرے —— قاضی اور مخلوق خدا کے ساتھ اپنے رویئے اور معاملے کو درست کرے —— اور ہرگز ہرگز کبھی بھی قاضی کے فیصلے کے آڑے نہ آئے۔

(ابن اثیر —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھا مخلص قاضیوں اور حکام کے ساتھ شاہانِ اسلام کا رویہ —— اور یہ تھا قاضیوں کا امراء کے ساتھ انداز —— جب امیر نے حق سے روگردانی کی اور ظلم کا راستہ اختیار کیا تو قاضی نے امیر کی پروانہ کی —— اور جب دیکھا کہ حق کو نظر انداز اور ضائع کیا جارہا ہے، تو اس نے امیر سے اپنا مشاہرہ تک نہ مانگا —— بلکہ دنیا کو پس پشت ڈال دیا —— اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے طریقے پر ثابت قدم رہے۔

اس عادل اور محتاط خلیفہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی —— اسے معلوم تھا کہ امراء کو زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر کس طرح عدل وانصاف کے اسباق سکھائے جاسکتے ہیں؟ —— اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حدیث شریف اور آزاد ضمیر کی اس آواز پر عمل کیا:

اللہ تعالیٰ اس گروہ کو گناہوں سے پاک نہ فرمائے جو طاقت ور کو جھنجھوڑ کر کمزور کا حق نہ دلائے۔[1]

---

[1] عیسیٰ ابن جعفر بن منصور عباسی، بنو عباس کے امراء میں سے ایک قائد، ملکہ زبیدہ (ہارون الرشید کی بیوی) کا بھائی اور ہارون الرشید کا چچازاد بھائی تھا، ۱۸۵ھ میں اس کی وفات ہوئی -۱۲-۱۱ اعلام-

علم خود محافظ ہے
بشرطیکہ اس کی حفاظت کی جائے

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم نے اسے نفع نہیں دیا۔"[1]

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے:

"اگر علماء، علم کی حفاظت کرتے اور اسے اس کے اہل کے سپرد کرتے تو اس کے ذریعے اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے ـــــ لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں کے لئے صرف کیا تاکہ ان کی کچھ دنیا حاصل کر لیں ـــــ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا والوں کی نظر میں ان کا وزن کم ہوگیا ـــــ میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اپنے تمام غموں کو ایک غم، یعنی آخرت کا غم بنادیا ـــــ اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کفایت کرے گا ـــــ اور جس شخص کے تفکرات دنیا کے احوال میں بکھر گئے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پروا نہیں فرمائے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوگیا؟"[2]

تبصرہ:

دور اول کے علماء اپنے علم کی بدولت دوسروں کے مال سے بے نیاز تھے ـــــ چونکہ وہ دنیا اور آخرت میں علم کی فضیلت اور برتری کے قائل تھے، اس لئے وہ دنیا کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے۔

۱ دیکھئے جامع صحیح، امام سیوطی حدیث نمبر ۱۰۵۳

۲ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے "باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ" میں روایت کیا، حدیث نمبر ۲۵۷۔

دنیا والے ان کے معزز علم میں دلچسپی رکھتے تھے ـــــ اور ان کا قرب حاصل کر کے عوام کی نظروں میں محترم بننا چاہتے تھے ـــــ اس لئے علماء پر اپنی دنیا خرچ کرتے تھے ـــــ آج ہمارے زمانے کے بعض اہل علم دنیا والوں کا دنیاوی تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنا علم صرف کرتے ہیں ـــــ اس کا اثر یہ ہوا کہ علم میں دنیا والوں کی دلچسپی ختم ہو گئی ـــــ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ علم کوئی معزز اور محترم چیز ہوتی، تو یہ علماء اسے حقیر چیز (دنیا کے مال) کے حاصل کرنے کے لئے ہمارے سامنے صرف نہ کرتے ـــــ لہذا انہوں نے علم کو بھی حقیر جانا اور علماء کو بھی ـــــ رہے سلاطین اور امراء تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر اور جہالت کو علم پر ترجیح دی ـــــ اس طرح علماء اور امراء دونوں بگاڑ کی زد میں آگئے ـــــ اور عوام کا تو وہی دین ہوتا ہے جو ارباب اقتدار کا ہوتا ہے۔

ماننا پڑے گا کہ پوری دنیا کے بگاڑ کا سبب وہ عالم ہے جو اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کرتا ـــــ وہ علم کو اپنی دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے اور آمدن کا ذریعہ بناتا ہے ـــــ لہذا اس کا علم صرف اس کے لئے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لئے وبال بن جاتا ہے ـــــ

حضرت فضیل بن عیاض[3] فرماتے ہیں کہ عالم دو ہیں ـــــ ایک دنیا کا عالم اور دوسرا آخرت کا ـــــ پس دنیا کے عالم کا علم ظاہر ہے ـــــ اور آخرت کے عالم کا علم مخفی ہے ـــــ تم آخرت کے عالم کی پیروی کرو ـــــ اور دنیا کے عالم سے بچو۔

قاضی علی بن عبدالعزیز جرجانی[4] نے کیا خوب کہا ہے؟:

"اگر علماء، علم کی حفاظت کرتے تو وہ ان کی حفاظت کرتا اور اگر وہ علم کی عظمت دلوں میں نقش کرتے تو اس کی تعظیم کی جاتی۔"

۳۔ ابو علی فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی یربوعی، سمرقند میں ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے، اَبِی وَرْد میں نشو ونما پائی، ابتداء میں بڑے ڈاکو تھے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اکابر اولیاء کرام میں سے

ہوئے، انہوں نے اپنے آپ کو عبادت اور علم کے لئے وقف کر دیا، ان کا لقب ''شیخ الحرم المکی'' ہوا، حدیث میں مستند تھے، ان سے بہت سی مخلوقِ خدا نے اکتساب فیض کیا، جن میں امام شافعی بھی تھے، ۱۸۷ھ میں مکۂ معظمہ میں ان کی رحلت ہوئی۔ ۱۲الاعلام (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۔شرف قادری)

۴۔قاضی جرجانی:

حضرت علی بن عبدالعزیز بن حسن جرجانی، ان کی کنیت ابوالحسن تھی، ادب کے بڑے عالم اور قاضی تھے، انہوں نے بہت سفر کئے، ان کے اشعار دل کش ہیں، جرجان میں پیدا ہوئے، پہلے جرجان ،پھر رے کے قاضی بنائے گئے، اس کے بعد قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنائے گئے، ستر سال سے کم عمر میں نیشاپور میں فوت ہوئے، ان کا تابوت جرجان لے جایا گیا، ان کی تصانیف میں ''الوساطة بين المتبنى وخصومه'' اور شعری دیوان ہے، ان کا خط ابن مقلہ کے خط سے ملتا جلتا تھا، ۳۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ ۱۲الأعلام۔ ۳۳۰/۴۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ۔

یقین کی کمزوری اور اختلاف سے بچو

یہ کلمات حضرت خالد بن ولید[1] نے اس وقت کہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کے فتح کرنے کے لئے بھیجا —— پھر انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں رومی دھوکہ دے کر شام کی طرف مجاہدین کی واپسی کا راستہ بند نہ کر دیں —— اس لئے حضرت خالد بن ولید کو حکم بھیجا کہ شام کی طرف پلٹ جائیں —— انہوں نے لشکر کے کمانڈروں کو جمع کر کے حضرت فاروق اعظم کا نیا حکم سنایا —— کمانڈر پریشان ہو گئے —— انہوں نے سوچا کہ عراق اور شام کے درمیان خوفناک جنگلوں کو کس طرح عبور کریں گے؟ —— ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا —— اور وہ فوری طور پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

حضرت خالد بن ولید نے ان کا اختلاف ختم کرنے کے لئے کھڑے ہو کر روح پرور خطاب کیا —— انہوں نے کانوں کو نہیں روحوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تمہیں اختلاف کا شکار نہیں ہونا چاہیے —— اور نہ ہی تمہارا یقین متزلزل ہونا چاہیے —— اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق امداد دیتا ہے —— اور طلبِ ثواب کے مطابق ثواب دیتا ہے —— اللہ تعالیٰ کی امداد کے ہوتے ہوئے صاحب ایمان کو کسی چیز کی پروا نہیں کرنی چاہیے —— میرے پاس امیر المؤمنین کا تاکیدی حکم نامہ آیا ہے —— میں اس پر ہر صورت میں عمل کروں گا۔''

یہ اس دل کی آواز تھی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد سے لبریز تھا —— یہ گفتگو سن کر حاضرین پر ہیبت طاری ہو گئی —— انہیں یوں محسوس ہوا کہ ایک انجانی قوت نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے —— انہوں نے بیک زبان کہا:

’’ابو سلیمان! آپ ہمیں جہاں لے جانا چاہتے ہیں لے چلیں——
اللہ کی قسم! آپ ایسی شخصیت ہیں جسے ہر بھلائی دے دی گئی ہے۔‘‘

تمام مجاہدین حضرت خالد کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے—— راستے کی تمام دشواریاں اور گھاٹیاں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں—— مخلص اور غیرت مند قائد کی روح سے منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کی روح ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ خالد بن ولید کے اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق نے ان کے دلوں سے خوف و ہراس اور خطرات کا غبار دھوڈالا—— ان کا خطاب زبان سے نہیں دل سے تھا—— ان کی گفتگو نے مجاہدین کے دلوں میں قوت، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور غیر محدود امیدوں کی بجلیاں بھر دیں—— انہوں نے راستوں کی تکلیفوں اور صعوبتوں کے بارے میں سوال تک نہیں کیا—— کیونکہ سچا مومن بڑی سے بڑی مصیبتوں سے نہیں گھبراتا—— وہ ایمان کی مٹھاس اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی سعادت کے کیف سے سرشار ہو کر بڑی سے بڑی مشکلات کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے—— وہ خوشدلی، صداقت اور اخلاص کے ساتھ آزمائشوں کو جھیل جاتا ہے—— کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ آزمائش صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے—— اور جو چیز محبوب کی طرف سے ہو وہ بھی محبوب ہوتی ہے—— بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے دل میں ایسے معارف اور حکمتیں القا فرما دیتا ہے جن کے سامنے مصیبت کی روح ہی فنا ہو جاتی ہے—— اور مصیبت بھی ایسی نعمت بن جاتی ہے جسے بیان کرنے سے بڑے سے بڑے علماء عاجز ہو جاتے ہیں۔

(الخلفاء الراشدون—— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے زمانۂ ماضی کے قائدین—— رعایا سے ان کی زبانیں نہیں، دل ہم کلام ہوا کرتے تھے—— چنانچہ رعایا ان کی زبانی گفتگو کے آگے نہیں، اثر انگیز دلوں کی زبان کے سامنے جھک جاتی تھی—— جو بات دل سے نکلتی ہے وہ براہ راست دلوں میں اتر جاتی ہے—— صرف زبان سے نکلنے والے کلمات دلوں میں جاگزیں نہیں ہوتے—— انہیں صرف کان ہی سنتے ہیں اور وہ کانوں ہی میں رہ جاتے ہیں۔

سچ ہے: ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

---

۱ خالد بن ولید: جلیل القدر صحابی، عظیم فاتح جرنیل، اللہ کی شمشیر برہنہ، حضرت خالد ابن ولید ابن مغیرہ مخزومی قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جاہلیت میں قریش کے معزز ترین افراد اور شہسواروں میں سے تھے، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تو رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور انہیں سواروں کا سرخیل بنا دیا—— حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں شام میں مصروف جہاد لشکروں کا کمانڈر بنایا—— حضرت عمر فاروق نے انہیں معزول کر دیا، اس کے باوجود ان کے جوش اور جذبے میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ فرمایا: ’’اس سے پہلے میں کمانڈر ہونے کی حیثیت سے جہاد کرتا تھا، اب ایک سپاہی کی حیثیت سے جہاد میں حصہ لوں گا، اور بطور سپاہی جہاد کرتے رہے،‘‘ فتوحات میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور توفیق ان کے شامل حال تھی، اکثر غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ حاضر رہے، حضرت ابو بکر صدیق (بلکہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کیونکہ حضرت خالد بن ولید کی رحلت ان ہی کے دور میں ہوئی۔ ۱۲ق) نے ان کے بارے میں فرمایا: ’’عورتیں خالد ایسا جاں باز جننے سے عاجز ہیں‘‘، ۲۱ھ حمص میں ان کی رحلت ہوئی۔ ۱۱۲-۱۱۳ اصابہ کچھ تصرف کے ساتھ۔

علماء کی خودداری
اور امراء کے لئے خیر خواہی

عثمان بن عطا خراسانی کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد، ہشام بن عبدالملک سے ملاقات کرنے کے لئے گئے —— جب ہم قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک معمر شخص سیاہ دراز گوش پر سوار ہیں —— ان کی قمیص پرانی، جبہ بوسیدہ، ٹوپی سر کے ساتھ چپکی ہوئی اور رکاب لکڑی کی تھی —— انہیں دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی —— میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ دیہاتی کون ہے؟ —— کہنے لگے کہ چپ رہ، یہ فقہاءِ حجاز کے بے تاج بادشاہ عطاء ابن ابی رباحؒ ہیں —— میں خاموش ہوگیا —— جب وہ ہمارے قریب آئے تو میرے والد خچر سے اور وہ دراز گوش سے اتر آئے —— دونوں نے معانقہ کیا اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی —— پھر دونوں سوار ہو کر چل پڑے اور ہشام بن عبدالملک کے دروازے پر پہنچ گئے —— ابھی بیٹھے ہی تھے کہ انہیں اندر بلا لیا گیا —— جب میرے والد باہر آئے تو میں نے پوچھا کہ اندر آپ دونوں کی کیا بات چیت ہوئی؟ —— کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔

کہنے لگے: جب ہشام بن عبدالملک کو اطلاع دی گئی کہ عطاء ابن ابی رباح دروازے پر تشریف فرما ہیں تو انہیں اسی وقت بلا لیا گیا —— اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے ان ہی کی بدولت باریابی حاصل ہوئی ہے —— جب ہشام نے انہیں دیکھا، تو بڑے تپاک سے استقبال کیا —— اور کہنے لگا: خوش آمدید، خوش آمدید —— آگے آیئے، آگے آیئے —— انہیں قریب سے قریب تر بلاتا رہا، یہاں تک کہ انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا —— حالت یہ تھی کہ ان کے گھٹنے اس کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے —— اس وقت بڑے بڑے لوگ ہشام کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے —— ہشام نے کہا:

''اے ابو محمد! کیسے تشریف لائے؟ —— کوئی کام ہے؟'' کہنے لگے:

اے امیر المؤمنین! کام یہ ہے کہ حرمین شریفین کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان اور رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی ہیں —— آپ ان کے وظیفے اور مشاہرے جاری کر دیں۔''

ہشام نے ایک نوجوان کو حکم دیا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ایک سال کے عطیات اور وظیفے دے دیئے جائیں۔

پھر کہنے لگا: ابو محمد! کوئی اور کام ہے؟ —— کہنے لگے:

''ہاں، امیر المؤمنین! اہل حجاز بڑے بہادر ہیں —— وہ اصل عرب اور مسلمانوں کے قائدین ہیں —— آپ ان کے زائد صدقات انہیں لوٹا دیں۔

ہشام نے اسی نوجوان کو کہا: لکھو کہ اہل حجاز کے صدقات انہیں لوٹا دیئے جائیں۔

پھر کہنے لگا: ابو محمد! کوئی اور کام؟ فرمایا:

ہاں۔ امیر المؤمنین! سرحدوں کے رہنے والے دشمنوں کا دفاع کرتے ہیں —— اور آپ کے دشمنوں سے سر بکف رہتے ہیں —— آپ ان کو خوراک اور وظیفہ بھجوائیں —— کیونکہ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو سرحدیں غیر محفوظ ہو جائیں گی —— ہشام نے حکم دیا کہ انہیں غلہ اور خوراک فوراً بھجوائی جائے۔''

ہشام، شیخ کے فقر اور ان کی ناداری سے واقف تھا —— وہ اس انتظار میں تھا کہ شیخ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مال کی درخواست کریں گے —— لیکن اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا —— شیخ نے اپنی ذات کے لئے تو ملاقات کی ہی نہیں تھی —— انہوں نے صرف مسلمانوں کے مسائل کے لئے ملاقات کی تھی —— اس کے علاوہ ان کا کچھ مقصد نہ تھا —— ہشام نے پوچھا: کوئی اور کام؟ —— فرمایا:

ہاں۔ امیر المؤمنین! ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے —— آپ ان سے جو کچھ وصول کرتے ہیں وہ دشمنوں کے مقابل آپ کی امداد

ہے —— کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ان پر رحم کرتے۔

ہشام نے کہا: صحیح ہے —— نوجوان! لکھو کہ ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

پھر ہشام نے بھرپور توجہ سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ابو محمد! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟ —— حضرت عطا نے ہشام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے، اسے مخاطب کیا —— اور ایسی بات کہی جسے تاریخ نے سنہری حروف میں لکھا ہے —— ان کے دل سے وقت کے سلطان کا جاہ و جلال حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔

فرمایا:

ہشام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے ڈر —— کیونکہ تو تنہا ہی پیدا ہوا تھا، تنہا ہی قبر کی آغوش میں اترے گا —— اور حساب کے وقت بھی تو تنہا ہی ہو گا —— اور یہ جو تیرے ارد گرد لوگ ہیں، ان میں سے کوئی بھی تجھے دکھائی نہ دے گا۔

ہشام سر جھکائے زمین کرید رہا تھا —— اور ہچکیاں لے کر رو رہا تھا —— اس کے سیاہ ماضی کی ریل اس کے سامنے چل رہی تھی —— اسی حالت میں عطاء اٹھ کر چل دئے —— جب دروازے کے پاس پہنچے تو ایک تھیلی لا کر انہیں پیش کی گئی —— بیٹے! مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کتنا مال تھا؟ —— دربان نے کہا کہ امیر المؤمنین نے یہ تھیلی آپ کو پیش کی ہے —— اس کا خیال تھا کہ عطاء اس عطیے پر خوشی اور شادمانی سے جھوم اٹھیں گے —— لیکن حضرت عطاء نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میں کلمۂ حق کہنے پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا —— میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔

اللہ کی قسم! شیخ نے ہشام کے پاس پانی کا ایک گھونٹ پیا اور نہ ہی اس سے کچھ حاصل کیا —— اور جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آ گئے —— ہاں! ان کے ذمہ جو پیغام تھا وہ انہوں نے پہنچا دیا —— اور اللہ تعالیٰ نے علماء سے جو تبلیغ اور حکمرانوں کی خیر خواہی کا

عہد و پیمان لیا ہے، اسے نبھایا اور خوب نبھایا۔ (حلیۃ الاولیاء، بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھے سلف صالحین علماء —— جب وقت کے بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتے تھے تو سراپا خیر ہوتے تھے —— وہ اپنی ذات کی بات نہیں کرتے تھے، بلکہ امت مسلمہ کے مفاد کی بات کرتے تھے —— وہ شاہانِ وقت اور امراء کو نصیحت اور رشد و ہدایت کا پیغام دیتے تھے —— اور اس پر کوئی معاوضہ اور نذرانہ وصول نہیں کرتے تھے —— ان کا ظاہر و باطن مسلم اُمّہ کے لئے تھا —— اس کے برعکس بہت سے لوگ ہیں جو حکمرانوں اور امراء سے ملتے ہیں —— بظاہر امت مسلمہ کی اور پس پردہ اپنے اور اپنے حواریوں کے مفاد کے لئے کوشش کرتے ہیں (اور یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں جناب مجھے آپ سے ایک ذاتی کام ہے۔۱۲ق) —— اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم کے لوگوں کو بلند مرتبہ عطا فرمایا اور دوسری قسم کے لوگوں کا مقام پست فرما دیا —— ہمارے رب کریم جلّ جلالُہٗ نے سچ فرمایا:

اللہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔[2]

نبی اکرم ﷺ سے حدیث شریف مروی ہے:

بندہ جو راز بھی مخفی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس راز کی چادر اعلانیہ پہنا دیتا ہے، اگر راز اچھا ہے تو چادر بھی اچھی ہو گی اور اگر راز برا ہے تو چادر بھی بری ہو گی۔[3]

---

[1] عطاء بن ابی رباح ابن اسلم ابن صفوان: تابعی اور جلیل القدر فقیہ تھے، سیاہ فام غلام تھے، یمن میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں نشو و نما پائی، مکہ معظمہ کے مفتی اور محدث تھے ۲۷ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔۱۲، الاعلام۔

[2] سورۂ مومن: ۱۹/۴۰

[3] اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ''الاخلاص'' میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، امام احمد وغیرہ نے حضرت سعید سے دوسرے لفظوں سے روایت کیا، اس کی سند حسن ہے، دیکھئے کشف الخفا، حدیث نمبر ۲۴۷۳

ادیبانہ جرأت

خلیفہ بغداد منصور کے پاس شکایت کی گئی کہ ایک شخص کے پاس بنوامیہ کی امانتیں ہیں ——— منصور کے حکم پر اس شخص کو لا کر حاضر کیا گیا۔

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے پاس بنوامیہ کے اموال اور ان کی امانتیں ہیں ——— تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ لا کر ہمارے پاس حاضر کر دو، ورنہ !

اس شخص نے کہا: ''امیر المؤمنین! کیا آپ بنوامیہ کے وارث ہیں؟'' ——— منصور نے کہا: ''نہیں'' ——— ''تو کیا آپ کو انہوں نے وصی بنایا ہے؟'' کہا: ——— ''نہیں'' ——— کہنے لگا کہ ''پھر جو کچھ میرے پاس ہے، آپ اس کا مطالبہ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟''

منصور نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو ——— پھر سر اٹھا کر کہنے لگا کہ: ''بنوامیہ نے مسلمانوں پر ظلم کر کے یہ اموال حاصل کئے ——— میں مسلمانوں کے حقوق کا وکیل ہوں ——— میں چاہتا ہوں کہ یہ اموال لے کر بیت المال میں داخل کر دوں۔

منصور کا خیال تھا کہ میں نے اس شخص کو لاجواب کر دیا ہے ——— اور یہ نہ چاہتے ہوئے بھی مال میرے حوالے کر دے گا ——— لیکن (اس کی سوچ کے برعکس) اس شخص نے کہا:

''امیر المؤمنین! اس بات پر باوثوق گواہ قائم کرنے ضروری ہیں کہ میرے پاس جو اموال ہیں وہ بنوامیہ کے ہیں ——— اور انہوں نے بطور ظلم مسلمانوں سے حاصل کئے تھے''

منصور نے پھر سر جھکا لیا اور کچھ دیر زمین کی طرف دیکھتا رہا ——— پھر سر اٹھا کر ربیع کو حکم دیا کہ اس شخص پر تو ہمارے نزدیک کچھ بھی ثابت نہیں ہوا۔

پھر مسکراتے ہوئے اس شخص کی طرف دیکھا ——— اور کہنے لگا کہ ''کوئی کام ہو تو

بتاؤ، ہم پورا کر دیں'' ——— اس شخص نے کہا: ''امیر المؤمنین! ایک کام ہے'' ——— منصور نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' ——— کہنے لگا:

''جس شخص نے میرے خلاف شکایت کی ہے، اسے میرے سامنے لایا جائے ——— اللہ کی قسم! میرے پاس بنوامیہ کی کوئی چیز نہیں ہے ——— نہ مال، نہ امانت ——— مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ ان کی کوئی چیز کسی کے پاس ہے ——— لیکن جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے خلاصی حاصل کرنے کے لئے یہی گفتگو مناسب معلوم ہوئی جو میں نے آپ کے سامنے کی ہے۔''

منصور نے ربیع[2] کو حکم دیا کہ شکایت کرنے والے کو حاضر کیا جائے ——— جب اس آدمی کو حاضر کیا گیا، تو اس شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے، یہ میرے تین ہزار دینار چوری کر کے بھاگ گیا تھا ——— منصور نے یہ بات سنی تو حکم دیا کہ اس غلام کو سزا دی جائے ——— غلام نے اس شخص کی بات کی تصدیق کی ——— اور اقرار کیا کہ میں نے اس کے خلاف اس لئے شکایت کی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہو جائے ——— اور میں اس کے ہاتھ آنے سے بچ جاؤں ——— منصور نے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ اسے معاف کر دیں''

اس شخص نے کہا:

''امیر المؤمنین! میں نے اس کا جرم معاف کیا ——— اور اسے مزید تین ہزار دینار دیتا ہوں۔''

منصور نے کہا: ''اس سے زیادہ احسان کیا ہو سکتا ہے؟'' ——— اس شخص نے کہا:

''میں نے یہ سب اس لئے کیا کہ آپ نے مجھے شرف گفتگو سے نوازا اور درگزر فرمایا۔''

پھر کہنے لگا:

''امیر المؤمنین! کیا یہ ممکن ہے؟ کہ آپ میری خیریت کی اطلاع شام میں

میرے گھر والوں کو پہنچا دیں ــــ تاکہ وہ میری سلامتی کے بارے میں مطمئن ہو جائیں ــــ مجھے آپ کے طلب کرنے پر وہ پریشان ہوں گے ــــ لیکن اطلاع مل جائے گی تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے۔"

منصور نے ربیع کو حکم دیا کہ شام میں اس کی خیریت کی اطلاع بھجوا دو ــــ پھر وہ شخص اجازت لے کر واپس چلا گیا ــــ اور منصور اس شخص کی فصاحت، سخاوت اور حوصلے پر تعجب کرتا رہا۔

(قصص العرب ــــ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ بادشاہ کتنے اچھے تھے؟ ــــ جب وہ حق کو پہچان لیتے تھے تو انصاف کرتے تھے اور حق کی طرف ہی رجوع کرتے تھے ــــ سلطان کی عظمت حق کے آڑے نہیں آتی تھی ــــ اور حق والوں کو ان کا حق دینے سے نہیں روکتی تھی ــــ چاہے صاحب حق کتنا ہی معمولی آدمی ہوتا ــــ کیونکہ ان کا سرمایۂ زندگی عدل و انصاف تھا ــــ اور چونکہ عوام اپنے امراء سے امت مسلمہ کی بھلائی دیکھتے تھے، اسی لئے نہ صرف ان کی تعظیم کرتے تھے، بلکہ ان کی اطاعت بھی کرتے تھے۔

---

[1] المنصور: ابوجعفر عبداللہ ابن محمد بن علی بن عباس، بنوعباس کا دوسرا خلیفہ اور عربوں کا پہلا بادشاہ جس نے علوم وفنون کو اہمیت دی، فقہ اور ادب کا عالم اور فلسفہ وفلکیات کا ماہر تھا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی سفاح کی وفات کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا، ۱۴۵ھ میں اس نے شہر بغداد تعمیر کیا۔ وہ بڑا پختہ کار، بہادر، اور لہو ولعب سے دور تھا، اس کی خلافت کی مدت بائیس سال تھی، ۱۵۸ھ میں مکہ معظمہ میں احرام حج کی حالت میں فوت ہوا۔

[2] ربیع ابن یونس بن محمد بن ابوفروہ کیسان، بنوعباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا، اس کی کنیت ابوالفضل تھی، بڑا دانشور اور احتیاط پسند وزیر تھا، منصور عباسی نے پہلے اسے دربان بنایا پھر وزیر بنا لیا، وہ بارعب ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف امور کا اچھا منتظم بھی تھا، ۱۱۱ھ میں پیدا ہوا اور ۱۶۹ھ میں فوت ہوا۔ ۱۲۔ الاعلام: ۱۵/۳۔

اگر تو میرا وکیل ہے تو میرے حکم پر عمل کر

یہ وہ کلمات ہیں جو خراسان کے نادر زمانہ عالم، عبداللہ ابن مبارک[1] نے اپنے وکیل مالیات کو کہے ــــ جب انہوں نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دو، تاکہ وہ اپنا سات سو درہم کا قرض ادا کرے ــــ وکیل نے ان کا مکتوب کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دو ــــ وکیل نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ ــــ اس نے کہا:

"میں مقروض ہوں اور قرض کی ادائیگی سے عاجز ــــ میں نے اس سلسلے میں ابن مبارک سے رجوع کیا تھا۔"

وکیل نے پوچھا: "قرض کتنا ہے؟" ــــ اس نے کہا: "یہی کوئی سات سو درہم ہوں گے" ــــ وکیل نے مکتوب کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

"عبداللہ ابن مبارک کی طرف سے وکیل کے نام ــــ جب میرا یہ مکتوب تمہیں پہنچے اور تم اسے پڑھ لو ــــ تو حامل مکتوب کو سات ہزار درہم دے دینا۔"

وکیل نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید لکھنے والے نے غلطی سے سات سو کی بجائے سات ہزار لکھ دئے ہیں ــــ وکیل نے اس شخص کو کہا: "تم تھوڑا انتظار کرو ــــ میں اپنے مؤکل ابن مبارک سے پوچھ لوں ــــ وہ جتنی رقم کہیں گے، تمہیں پیش کر دوں گا"۔

وکیل نے ایک مکتوب ابن مبارک کے نام لکھا، اور اس میں تحریر کیا:

"آپ کا مکتوب مجھے موصول ہوا ــــ میں نے اسے پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا ــــ میں نے مکتوب لانے والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے سات سو درہم قرض کے بارے میں آپ کو درخواست دی ہے ــــ

لیکن آپ کے مکتوب میں سات ہزار درہم لکھے ہوئے ہیں ـــــ اگر یہ لکھنے والے کی غلطی ہے تو مجھے اطلاع دیں ـــــ تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں''

عبداللہ ابن مبارک نے اپنے وکیل کو لکھا:

''جب میرا یہ مکتوب تمہارے پاس پہنچے اور تم اسے پڑھ کر اس کا مضمون سمجھ لو ـــــ تو حامل مکتوب کو چودہ ہزار درہم دے دینا ـــــ اور اس سے کچھ بھی کم نہ کرنا'' ـــــ وکیل نے یہ مکتوب پڑھا تو حیران رہ گیا ـــــ کہ جس شخص کو سات سو درہم کی ضرورت ہے اسے چودہ ہزار درہم دئے جارہے ہیں۔''

اس نے پھر ابن مبارک کو لکھا:

''اگر آپ اسی روش پر چلتے رہے تو آپ بہت جلد اپنی جائداد فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ـــــ اور چند دنوں میں کنگال ہو جائیں گے۔''

لیکن ابن مبارک مال اور جائداد کی پروا کرنے والوں میں سے نہیں تھے ـــــ بلکہ وہ تو غنی اور وہاب اللہ پر بھروسہ کرنے والے تھے ـــــ وہ فقر و فاقہ سے ڈر کر حساب کتاب نہیں کرتے تھے ـــــ ان کا عمل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر تھا:

''تم جو چیز بھی خرچ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے گا''

ابن مبارک نے اپنے وکیل کو درج ذیل مکتوب ارسال کیا ـــــ ان کے مکتوب کے ایک ایک لفظ سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی روح جھلک رہی ہے ـــــ انہوں نے تحریر کیا:

''اگر تم میرے وکیل ہو تو میرے حکم پر عمل کرو ـــــ اور اگر میں تمہارا وکیل ہوں تو آ کر میری جگہ سنبھال لو ـــــ میں تمہاری جگہ لے لوں گا ـــــ اور جو کچھ تم حکم دو گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

شخص نے کسی مومن کی دنیاوی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانی دور فرمائے گا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فقیر اور مقروض شخص کو فوری طور پر دوہری مسرت فراہم کروں ـــــ ہو سکتا ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ میری بخشش فرما دے۔''

چنانچہ وکیل نے اس شخص کو سات سو درہم کی جگہ چودہ ہزار درہم ادا کر دئے۔

(وفیات الاعیان ـ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھا اسلاف امت کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد ـــــ وہ ایسے اعمال کی طرف پیش قدمی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے ہوں ـــــ دنیا ان کے دلوں میں گھر نہیں بنا سکی تھی ـــــ دنیا تو ان کے قدموں میں تھی اور ڈھلتے ہوئے سائے کی حیثیت رکھتی تھی ـــــ اسی لئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور اس کی رضا کے لئے دولت کا خرچ کرنا آسان تھا۔

---

[1] عبداللہ ابن مبارک: ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک تمیمی مروزی، حافظ الحدیث، شیخ الاسلام، مجاہد، تاجر اور صاحب تصانیف تھے، انہوں نے بہت سے سفر کئے، تمام عمر حج اور جہاد کے لئے سفروں میں صرف کردی، وہ محدث بھی تھے، فقیہ بھی اور ادب عربی کے ماہر بھی تھے، اس کے ساتھ ساتھ بہادر اور سخی بھی تھے، ۱۱۸ھ میں خراسان میں پیدا ہوئے، روم کے جہاد سے واپسی پر فرات کے کنارے ''ھیت'' میں وفات پائی، انہوں نے جہاد کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی، اور یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔۱۲، الأعلام: ۱۱۵/۲

(عبداللہ ابن مبارک امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد بھی ہیں۔۱۲۔شرف قادری)

یہ کام ہمارے حج سے بہتر ہے

ابن کثیر قاری[1] کہتے ہیں کہ ایک سال عبداللہ ابن مبارک حج کے لئے روانہ ہوئے ——— ایک شہر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ قافلے والوں کا ایک پرندہ مر گیا ——— اسے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا ——— ابن مبارک کے ساتھی روانہ ہو گئے اور وہ پیچھے رہ گئے ——— آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکی قریبی گھر سے نکلی اور اس مرے ہوئے پرندے کو اٹھا کر جلدی سے گھر میں داخل ہو گئی ——— ابن مبارک نے اس لڑکی سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ اور اس سے مردہ پرندہ لے لیا ——— پہلے تو وہ شرمائی، پھر کہنے لگی:

”اس گھر میں، میں ہوں یا میری والدہ ——— ہمارے پاس اس تہبند کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے ——— اور ہماری خوراک صرف وہ چیزیں ہوتی ہیں جو لوگ اس ڈھیر پر پھینک جاتے ہیں ——— ہمارے والد بڑے مال دار تھے، کسی وجہ سے انہیں قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا گیا ——— ہمارے پاس کوئی چیز باقی نہیں رہی جسے ہم کھا کر گزر بسر کر سکیں“۔

عبداللہ ابن مبارک نے یہ گفتگو سنی تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں ——— حکم دیا کہ ہمارا تمام ساز و سامان اور حج کے اخراجات اونٹوں سے اتار دئے جائیں ——— اپنے ملازم سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟ ——— اس نے کہا: ”ایک ہزار دینار“ فرمایا:

”ہمارے لئے بیس دینار رکھ لو، ہماری واپسی کے لئے اتنے ہی کافی ہوں گے ——— باقی اس مصیبت زدہ عورت کو دے دو ——— اللہ کی قسم! اس کی مصیبت نے ہمارا دل دکھا دیا ہے ——— اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام ہمارے

اس سال کے حج سے افضل ہے“۔

اور حج کئے بغیر واپس لوٹ گئے ——— ان کی رائے میں یہ صدقہ حج مبرور اور سعی مشکور سے افضل و اعلیٰ تھا۔

(المحاسن والمساوی، امام بیہقی، کچھ تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ میرے پاس دو سو درہم ہیں ——— میں ان کے ساتھ حج کروں، یا صدقہ کر دوں؟ ——— آپ نے فرمایا: ”کیا تو نے فرض حج ادا کر لیا ہے؟“ ——— اس نے کہا: ”ہاں“ ——— آپ نے فرمایا:

”اگر تو یہ دراہم دس محتاج عورتوں میں تقسیم کر دے ——— اور ہر ایک کو دس، دس درہم دے دے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے نفلی حج سے بہتر ہے ——— اگر تو چاہے تو میری بات مان لے۔“

اس نے یہ بات مان لی اور تمام مال صدقہ کر دیا۔

ابن مبارک نے بھی یہ راز پا لیا تھا ——— چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو راضی کرنے کے لئے نفلی حج پر صدقے کو ترجیح دی۔

ابن مبارک اور ان جیسے دوسرے اکابر قرآن کریم اور وحی رسالت کے سرچشمے سے سیراب ہوئے تھے ——— اس لئے انہوں نے اپنی جبینِ نیاز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دی ——— اور اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی اور صحیح شاہراہ پر گامزن ہونے کو ترجیح دی ——— اور وہ یہ کہ تسلیم و رضا کا طریقہ اختیار کیا جائے، دل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دیا جائے اور اسی پر بھروسہ کیا جائے ——— تاریخ اسلام کی ان عظیم شخصیات کا مطالعہ کر کے ہمیں صحیح راستے پر اس انداز میں چلنے کی زیادہ ضرورت ہے ——— دل کے خلوص اور اللہ تعالیٰ پر

اعتماد سے پیدا ہونے والا ان کا صحیح ٹارگٹ اپنانے کے ہم زیادہ محتاج ہیں۔

ذھبی[2] "العبر" میں ابن مبارک کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے فقہ، زہد اور دلوں میں گداز پیدا کرنے کے ابواب مرتب کئے ـــــ حدیث میں وہ امیر المؤمنین کے درجے پر فائز تھے ـــــ امام مالک سے علم فقہ پڑھا اور ان سے مؤطا کی روایت کی ـــــ فضیل بن عیاض، سفیان ثوری، امام مالک اور امام ابو حنیفہ سے عشق کی حد تک محبت و عقیدت رکھتے تھے ـــــ وہ علم اور زہد کے جامع تھے ـــــ ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے ـــــ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۔ ابن کثیر قاری: عبداللہ بن کثیر داری، مکی، سات قاریوں میں سے ایک قاری، مکہ معظمہ کے قاضی، فارسی الاصل اور عطر کا کاروبار کرتے تھے، مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ۱۲۔ الأعلام: ۱۱۵/۴۔

۲۔ الذھبی: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذھبی، حافظ الحدیث، مؤرخ، علامہ اور محقق تھے، اصل کے اعتبار سے ترکمانی تھے، دمشق میں ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے، ان کی ضخیم تصانیف ایک سو کے قریب ہیں، آخری دور میں ان کی بینائی جاتی رہی، ۷۴۸ھ میں دمشق میں وفات ہوئی۔ ۱۲۔ الأعلام: ۳۲۶/۵۔

خدمتِ خلق کی انوکھی مثال

وہ سخت ٹھٹھرتی ہوئی رات تھی ـــــ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حسب معمول مدینہ منورہ کا راؤنڈ لگانے نکلے ـــــ انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے باہر ایک معمولی سا خیمہ لگا ہوا ہے ـــــ اس کے دروازے پر ایک معمر اور باوقار بوڑھا بیٹھا ہوا ہے ـــــ اس پر سفر کی مشقت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں ـــــ آپ نے اسے سلام کیا جس کا اس نے جواب دیا ـــــ آپ نے خیمے کے اندر سے عورت کے کراہنے کی آواز سنی، جس سے اندازہ ہوا کہ اسے بچہ پیدا ہونے والا ہے ـــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "چچا! تمہارے پاس کون ہے؟" ـــــ کہنے لگا: "میری بیوی ہے" ـــــ آپ نے فرمایا: "اس کے پاس کون ہے؟" ـــــ کہنے لگا: "اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے" ـــــ آپ کو اس بزرگ کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور مصیبت کے برداشت کرنے پر خوشگوار تعجب ہوا۔

آپ واپس ہو لئے اور مختصر راستے پر چلتے ہوئے اپنے گھر پہنچے ـــــ اپنی اہلیہ محترمہ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے ـــــ اور فرمایا: "بے مثال غنیمت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" ـــــ انہوں نے پوچھا: "امیر المؤمنین! وہ کیا ہے؟" ـــــ آپ نے فرمایا:

"ایک عورت زچگی کی حالت میں ہے ـــــ اس کا شوہر ایک بوڑھا شخص ہے ـــــ اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے ـــــ آپ کپڑے اور ضروری چیزیں جمع کریں جن کی بچے کی پیدائش کے وقت ضرورت ہوتی ہے ـــــ میں انکے کھانے کے لئے روٹی اور سالن کا انتظام کرتا ہوں"۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زچہ اور بچے کی ضرورت کی چیزیں اکٹھی

کیں—— حضرت عمرؓ نے روٹی اور کھانے کی چیزیں اٹھائیں، اور دونوں چل دئے—— آدھی رات بیت چکی ہے، یخ بستہ ہوائیں چل رہی ہیں اور موسلا دھار بارش ہو رہی ہے—— اسی حالت میں خیمے کے پاس پہنچ گئے، حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا خیمے کے اندر چلی گئیں—— حضرت عمرؓ اس بزرگ کے ساتھ دروازے پر بیٹھ گئے—— آپ نے آگ جلا کر اس پر ہنڈیا چڑھادی اور کھانا تیار کرنے لگے—— دھواں بے تحاشا اٹھ رہا تھا اور آپ کی داڑھی میں داخل ہو رہا تھا—— اس کے باوجود آپ مصروف رہے، یہاں تک کہ کھانا پک گیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا کام نمٹا دیا، زچہ کی امداد کی—— اور بچے کو کپڑے پہنادئے—— انہوں نے دروازے پر آکر کہا: ''امیر المؤمنین! اس بزرگ کو بیٹے کی مبارکباد دیجئے!''—— اس بزرگ نے جب یہ سنا کہ آپ کو امیر المؤمنین کے لقب سے پکارا جا رہا ہے تو وہ دہشت زدہ ہو گیا—— اور سراپا تعجب بن کر پوچھنے لگا:

''کیا واقعی آپ امیر المؤمنین ہیں اور یہ آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں؟؟؟؟——

کیا واقعی......؟؟؟—— اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔''

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: ''آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے''—— انہیں کھانا ڈال کر دیا اور فرمایا: ''اسے اپنی بیوی کے پاس لے جاؤ''—— اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے کہ آپ کل میرے پاس آئیں—— حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ واپس جاتے ہوئے ان کی سماعت سے وہ دعائیں ٹکرائیں، جو وہ بزرگ اور ان کی اہلیہ مسرت و فرحت سے سرشار ہو کر انہیں دے رہے تھے۔

جب گھر پہنچے تو آپ نے فرمایا:

''ام کلثوم! یہ واقعہ کیسا رہا؟'' انہوں نے فرمایا: ''امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے—— آئندہ بھی کبھی ایسی صورت حال ہو تو مجھے ضرور یاد فرمائیں—— اللہ کی قسم! میں ایسی خدمتِ خلق کے لئے سراپا اشتیاق ہوں اور ہر وقت تیار—— یہ تو بہت بڑی غنیمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔''

دوسرے دن وہ بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے—— فاروق اعظم اور ان کی اہلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارِ احسان سے ان کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ شرمسار دکھائی دے رہے تھے—— حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا کہ آپ بوجھ محسوس نہ کریں—— ان کی عزت افزائی کی اور ان کے کنبے کے لئے مناسب وظیفہ مقرر کیا—— اور فرمایا: ''آپ دونوں میاں بیوی میرے لئے دعا کریں''

(عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ - ابن جوزی - کچھ تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے ماضی کے حکمران، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی خدمت ہم پر اور ہمارے اہل و عیال پر فرض اور لازم ہے—— وہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے راتوں کو جاگتے تھے—— اور خوشی سے ان کا حق واجب ادا کرتے تھے—— وہ خدمتِ خلق کو حاصل ہونے والی غنیمت جانتے تھے—— اس میں بیوی بچوں کو بھی شریک کرتے تھے—— یہی وجہ تھی کہ عوام ان کے فرمانبردار تھے—— حکمرانوں اور عوام میں معمولی سا اختلاف بھی نہیں تھا۔

سلطانِ جابر کے سامنے کلمۂ حق

[اگر تم نے سلام کا جواب نہیں دیا تو تم فاسق اور معزول ہو]

یہ کلمات امام صالح، متقی اور زاہد شیخ شمس الدین الدروطی[1] نے مصر اور شام کے بادشاہ، سلطان قانصوہ غوری[2] کو کہے —— ہوا یہ کہ سلطان نے انہیں طلب کیا —— جب شیخ سلطان کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' —— سلطان کسی وجہ سے شیخ سے ناراض تھا، اس نے سلام کا جواب نہ دیا —— سلام کا جواب نہ دینے پر شیخ جلال میں آگئے —— اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے غیر اللہ کا خوف ختم کر دیا —— اور ان کی نگاہوں سے سلطان کا جاہ وجلال غائب ہو گیا —— انہوں نے اپنا سر بلند کرتے ہوئے سلطان کو کہا کہ:

''اے قانصوہ! اگر تو نے سلام کا جواب نہ دیا تو تو فاسق اور معزول ہے''

سلطان کو ایک انجانی طاقت نے اپنی گرفت میں لے لیا —— شریعت کی ہیبت اس پر چھا گئی —— اور اس کا غیظ وغضب کافور ہو گیا —— اس نے کہا: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' —— لیکن آواز اتنی دھیمی تھی کہ پاس والوں نے بھی بہ مشکل سنی ہو گی۔

تب شیخ نے سلطان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''آپ ہمیں کس لئے جہاد پر ابھارتے ہیں؟ —— حالانکہ ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں، جن پر سوار ہو کر ہم جہاد کریں''

سلطان نے کہا: ''آپ کے پاس بہت مال ہے، جس سے آپ گزر بسر کر رہے ہیں —— اس کے بعد ان کی آپس میں طویل گفتگو ہوئی —— شیخ نے سلطان کو اس کی سابقہ اور موجودہ حالت یاد دلائی —— اور یہی علماء کی شان ہے، وہ نصیحت سے کام لیتے

ہیں اور بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتے ہیں —— انہوں نے فرمایا:

''اے قانصوہ! تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو بھلا چکا ہے جو اس نے تجھے عطا کی ہیں اور تو نے ان کا مقابلہ نافرمانی سے کیا ہے —— کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جب تو عیسائی تھا؟ —— پھر مجاہدین اسلام نے تجھے قیدی بنالیا اور بیچ دیا —— تو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل ہوتا رہا —— پھر اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا اور تجھے آزادی اور اسلام کی عظیم نعمت عطا فرمائی —— پھر تجھے یہاں تک احسانات سے نوازا کہ تو مخلوق کا بادشاہ بن گیا —— عنقریب تجھے لاعلاج مرض لاحق ہوگا —— پھر تو مر جائے گا —— تجھے کفن پہنایا جائے گا —— اور تیرے لئے اندھیری قبر کھودی جائے گی —— پھر تیری ناک اس مٹی میں دفن کی جائے گی —— پھر تو ننگا، بھوکا اور پیاسا اٹھایا جائے گا —— پھر تجھے اس عادل حاکم کے سامنے کھڑا کیا جائے گا جو ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا —— پھر منادی اعلان کرے گا کہ جس کا غوری پر حق ہے اور جس پر اس نے ظلم کیا ہے وہ حاضر ہو جائے —— تو اتنے لوگ حاضر ہوں گے جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے —— وہ تجھ سے اپنا حق اس طرح مانگیں گے، جس طرح مظلوم ظالم سے اپنا حق مانگتا ہے''۔

غوری نے شیخ کی گفتگو اور مخلصانہ نصیحت سنی —— تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، چہرے پر سیاہی چھا گئی —— اور اس پر خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی —— کیونکہ اس نے ایسا کلام سنا تھا جو مومن کے دل میں راسخ قوت ایمانی سے برآمد ہوا تھا —— سلطان کے ایک محرم راز اور حاشیہ نشین نے گفتگو میں مداخلت کی —— وہ چاہتا تھا کہ اس خوفناک ماحول کا رنگ ڈھنگ بدل جائے —— اکثر سلاطین اور حکمرانوں کے اس قسم کے بُرے درباری ہوتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں —— اُس نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا: ''جناب شیخ! فاتحہ پڑھئے'' —— انہیں اس بات کا ڈر پیدا ہو گیا کہ

کہیں شدت خوف کی بناء پر سلطان عقل نہ کھو بیٹھے —— شیخ اٹھے اور سلطان کو خود فراموشی کی حالت میں چھوڑ کر چل دیے —— انہوں نے سلطان سے اجازت لی نہ کسی حاشیہ بردار سے —— جب شیخ چلے گئے اور سلطان کی محویت ٹوٹی، تو کہنے لگا: ''شیخ کو میرے پاس بلاؤ'' —— اور انہیں دس ہزار دینار پیش کرو، تاکہ دمیاط میں برج کی تعمیر کیلئے کام میں لائیں —— اس کا خیال تھا کہ شیخ کو راضی کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے —— شیخ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ:

میں بحمدہٖ تعالیٰ دولت مند ہوں اور کسی کی امداد کا محتاج نہیں ہوں —— ہاں اگر تمہیں ضرورت ہو تو قرض دے سکتا ہوں اور صبر کی ہمت بھی رکھتا ہوں۔

یہ کہا اور اس حالت میں باہر نکل گئے کہ ان کے سر پر عزت کا پرچم لہرا رہا تھا۔

(النجوم الزاھرۃ۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ اس مجلس میں شیخ سے زیادہ عزت والا اور سلطان سے زیادہ ذلیل کوئی نہ تھا —— عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور ذلت اس کی نافرمانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مخلص عالم ربانی پر رحمتیں نازل فرمائے جن پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت حاوی نہ ہو سکی —— یہاں تک کہ انہوں نے سلطانِ وقت کی پروانہ کی اور اس کے منہ پر کہہ دیا کہ تو فاسق ہو گیا ہے اور معزول ہے —— انہوں نے اس بات کی بھی پروانہ کی کہ اس گفتگو کا انجام کیا ہوگا؟ —— اگر ان کی دنیا جاتی ہے تو جاتی رہے —— اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر، آزمائش نازل ہوتی ہے تو ہوتی رہے ——

ہر چہ بادا باد

---

۱ شمس الدین دروطی (دال پر زبر، راء پر پیش) مصری خطیب اور زاہد تھے، سلطان قانصوہ غوری کے دور میں جامع ازہر شریف کے خطیب تھے، سلطان کے سامنے بے باکی سے کلمۂ حق کہتے تھے، اس کے

عطیات قبول نہیں کرتے تھے، تجارت پر گزر بسر کرتے تھے، دروط، مصر کے رہنے والے تھے، دمیاط میں فوت ہوئے، ان کی تصانیف میں القاموس فقہ میں اور امام نووی کی منہاج کی شرح ہے، ۹۲۱ھ میں فوت ہوئے -۱۲، الأعلام-

۲ قانصوہ غوری: ابوالنصر سیف الدین، شاہ مصر، اس کا لقب الملک الاشرف تھا، اصل کے اعتبار سے جرکسی اور عجمی تھا، ۸۵۰ھ میں پیدا ہوا، اس نے بڑی بڑی یادگاریں تعمیر کیں، اسے موسیقی، ادب اور شعر سے بہت لگاؤ تھا، حیرت انگیز حد تک بہادر تھا، علماء کی ہم نشینی کا دلدادہ تھا، حلب کے معرکہ ''مرج دابق'' میں ۹۲۲ھ میں سلطان سلیم عثمانی سے شکست کھائی اور قتل ہوا- الاعلام: ۵/۱۸۷۔

اللہ تعالیٰ پر توکل

علامہ جلال الدین سیوطی[1] نے ''حسن المحاضرۃ'' میں بیان کیا کہ تین پیکر خلوص علماء نے اپنی جانیں تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیں ـــــ فتنے اور باطل کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے بادشاہ کی ملازمت اختیار نہ کی:

(۱) محمد بن نصر[2] (۲) محمد بن جریر[3] (۳) محمد بن منذر۔

یہ تینوں مصر کے ایک مکان میں بیٹھ کر حدیث شریف لکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کا خرچہ ختم ہو گیا ـــــ اور کھانے کے لئے بھی کچھ نہ رہا ـــــ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان میں سے کوئی ایک کوشش کر کے اس دن کے گزارے کے لئے کچھ حاصل کرے ـــ لیکن سراپا اخلاص عالمِ باعمل کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مانگنا بہت مشکل کام تھا ـــــ انہوں نے فیصلہ کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے اور جس کے نام قرعہ نکلے، وہی جا کر کچھ مانگ لائے ـــــ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور ایک عالم کے نام قرعہ نکل آیا۔

وہ عالم اٹھے اور پہلے نماز قضائے حاجت پڑھی ـــــ اور یہی سنت طریقہ ہے ـــ نماز کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے ـــــ یہ دوپہر کا وقت تھا، جب لوگ آرام کیا کرتے ہیں ـــــ اچانک سنا کہ دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہے ـــــ اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ کیا یہاں تین محمد رہتے ہیں؟ ـــــ اسے بتایا گیا کہ ہاں رہتے ہیں تو اس نے کہا:

یہ ایک ہزار دینار لے لیجئے! ـــــ یہ شاہ مصر کے نائب نے بھیجے ہیں ـــ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اسے فرما رہے ہیں کہ تم یہاں سوئے ہوئے ہو اور تین محمد لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے پر مجبور ہو چکے

ہیں ـــــ وہ پریشان ہو کر اٹھا اور تمہارے بارے میں تفتیش کی تو اسے تمہاری نشاندہی کی گئی ـــــ اس نے ایک ہزار دینار بھیجے ہیں اور آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے طالب علم کے لئے اس بات کا ذمہ لیا ہے کہ اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے توقع بھی نہیں ہو گی۔[4]

تبصرہ:

یہ تھا پُرخلوص علماء کا اللہ تعالیٰ پر توکل ـــــ وہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اسی سے سب کچھ مانگتے تھے ـــــ وہ فقر و فاقہ پر صبر کرتے تھے ـــــ کھانے پینے اور حقیر مادی منفعت کے لئے سلاطین کے درباروں کے چکر نہیں لگاتے تھے ـــــ اور اگر جاتے بھی تھے تو ذاتی فائدے کے لئے نہیں، بلکہ امت مسلمہ کی خدمت کے لئے جاتے تھے ـــــ اسی لئے وہ سلاطین اور امراء سے دور رہنے اور فقر کو ترجیح دیتے تھے ـــــ ان کے قرب کو آتشِ سوزاں قرار دیتے تھے ـــــ وہ غناءِ نفس کے پیکر تھے، روکھی سوکھی کھا کر خوش رہتے تھے ـــــ بعض وہ تھے جو محنت مزدوری کر کے اپنا وقت گزار لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے بے نیاز رہتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو گا ـــــ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی بنا دے گا ـــــ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس کا خوف کم ہو جائے گا۔[5]

۱۔ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر خضیری سیوطی، امام، حافظ الحدیث، مؤرخ، ادیب اور مصنف تھے، اپنے دوستوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، سلطان نے انہیں کئی دفعہ طلب کیا، لیکن وہ حاضر نہیں

ہوئے، تحفے تحائف بھجوائے وہ بھی قبول نہیں کئے، ۸۴۰ھ میں پیدا ہوئے، یتیمی کی حالت میں قاہرہ میں پلے بڑھے، پانچ سال کی عمر میں والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا، اپنی تمام زندگی علم اور تصنیف و تالیف میں صرف کردی، تمام علوم میں ان کی تقریباً چھ سو تصانیف ہیں، کوئی علم ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی تصنیف نہ کی ہو-۹۱۱ھ میں وفات پائی -۱۲، الأعلام: ۳/۳۰۱-

۲ محمد بن نصر مروزی، فقہ و حدیث کے امام تھے، احکام میں صحابۂ کرام اور بعد کے علماء کے اختلافات کے سب سے بڑے عالم تھے، بغداد شریف میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے، نیشاپور میں نشو و نما پائی، پھر مصر چلے گئے، آخر میں سمرقند میں مقیم ہو گئے اور وہیں ۲۹۴ھ میں وفات پائی، ان کی متعدد تصانیف ہیں-۱۲، الأعلام: ۷/۱۲۵-

۳ محمد بن جریر بن یزید طبری، ان کی کنیت ابو جعفر ہے، محدث، فقیہ، تجوید و قراءت کے ماہر اور مؤرخ تھے، ۲۲۴ھ میں طبرستان میں پیدا ہوئے، بغداد میں اقامت اختیار کی اور وہیں ۳۱۰ھ میں وفات پائی، انہیں منصبِ قضا پیش کیا گیا، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، ان کی متعدد مفید تصانیف ہیں، ان میں سے اہم ترین تصنیف ''اخبار الرسل والملوک'' ہے جو ''تاریخ طبری'' کے نام سے مشہور ہے، اس کے علاوہ ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' ہے جو تفسیر طبری کے نام سے معروف ہے-۱۲الأعلام: ۶/۶۹-

۴ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے الورع ص ۲۶ میں اور امام احمد بن حنبل نے (۱/۲۴۸) روایت کیا۔

۵ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے باب الزہد ص ۱۴ میں روایت کیا-

مردے کو زندہ کردیا ـــــ مردے کو زندہ کردیا

اپنے زمانے کے نامور طبیب ثابت بن قرہ[1] ایک گھر کے پاس سے گزرے ـــــ تو انہوں نے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں ـــــ انہوں نے پوچھا: کیا اس دکان میں جو قصاب ہوتا تھا وہ مر گیا ہے؟ ـــــ لوگوں نے بتایا:

جناب! اللہ کی قسم! وہ کل رات اچانک فوت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے ـــــ انہوں نے کہا: وہ مرا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ زندہ ہو جائے گا ـــــ ہمیں اس کے گھر لے چلو۔

لوگ یہ بات سن کر حیران رہ گئے ـــــ انہیں ثابت کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا ـــــ کیونکہ یہ بات ہر کسی کو معلوم ہو چکی تھی کہ قصاب کل رات فوت ہو گیا ہے ـــــ تاہم لوگ ثابت کو لے کر قصاب کے گھر چلے گئے ـــــ ثابت نے عورتوں کو کہا کہ سینہ کوبی اور واویلا بند کرو ـــــ وہ چاہتے تھے کہ انہیں شور و شغب سے روک دیں ـــــ دوسرا حکم یہ دیا کہ کھانا تیار کرو، تاکہ جب قصاب اٹھے اور اسے بھوک لگی ہو تو اسے کھانے کے لئے کچھ مل جائے ـــــ مردوں اور عورتوں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔

ثابت نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ قصاب کے دونوں ہاتھوں پر چھڑی سے ضرب لگاؤ ـــــ خود انہوں نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا ـــــ غلام مردے کے دونوں ہاتھوں پر چھڑی مارتا رہا اور ثابت قصاب کے چہرے کو دیکھتے رہے ـــــ پھر انہوں نے کہا: بس کرو ـــــ ایک پیالہ منگوایا، اپنی جیب سے دوائی نکال کر اس میں ڈالی، اس میں کچھ پانی ملا کر قصاب کا منہ کھول کر اسے پلا دی ـــــ حاضرین نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا ہے تو گھر میں شور مچ گیا ـــــ دوسرے لوگوں کو اطلاع ملی کہ طبیب نے مردہ زندہ کر دیا ہے تو سب ششدر رہ گئے ـــــ ثابت نے دروازہ بند کر دیا ـــــ قصاب کی بے ہوشی ختم ہو گئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں ـــــ ثابت نے اسے بٹھایا، کھانا کھلایا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھے محبت و شفقت کی گفتگو کرتے رہے۔

اچانک خلیفۂ وقت کے کارندے پہنچ گئے —— اور کہنے لگے کہ خلیفہ نے سنا ہے کہ طبیب نے مردہ زندہ کردیا ہے، اس لئے وہ آپ کو یاد کررہے ہیں —— ثابت ان کے ساتھ چلے گئے —— عوام حیران و پریشان کہہ رہے تھے کہ:

طبیب نے مردے کو زندہ کردیا —— طبیب نے مردے کو زندہ کردیا۔

ہر آدمی اس باکمال طبیب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا —— یہاں تک کہ ثابت شاہی محل میں داخل ہوگئے —— جب خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے کہا: ثابت یہ کیا مسیحائی ہے؟ جس کی ہمیں اطلاع پہنچی ہے —— ثابت نے کہا:

جناب عالی! کچھ بھی نہیں —— میں اس قصاب کا پڑوسی ہوں —— میں اس کی دوکان کے پاس سے گزرتا تو دیکھتا تھا کہ یہ کلیجی چیر کراس پر نمک چھڑکتا تھا اور اسے کھا جاتا تھا —— پہلے تو مجھے اس انداز سے گھن آتی تھی —— پھر میرے دل میں یہ بات آئی کہ عنقریب اسے سکتۂ قلب واقع ہوگا (یعنی اس کا دل کام کرنا چھوڑ دے گا) اور اس کی ہلاکت کا باعث بنے گا —— چنانچہ میں اس کی نگرانی کیا کرتا تھا اور اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہتا تھا —— جب مجھے اس کے انجام کی اطلاع ہوگئی تو میں نے گھر جا کر دل کے سکتہ کی دوا تیار کی —— میں وہ دوا ہر دن اپنے پاس رکھتا تھا —— آج میں نے اس کے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں سنیں تو میں نے پوچھا: کیا قصاب مر گیا ہے؟ —— مجھے بتایا گیا کہ وہ رات اچانک فوت ہوگیا ہے —— مجھے معلوم ہوگیا کہ اسے سکتہ ہوگیا ہے —— میں نے جا کر اسے چیک کیا تو اس کی نبض کی حرکت بند ہوچکی تھی —— میں نے اس کے ہاتھوں پر ضربیں لگوائیں تو اس کی نبض چلنے لگی —— پھر میں نے اسے دوا پلائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر کھانا کھایا —— آج رات ان شاء اللہ تعالیٰ تیتر کے گوشت کے ساتھ روٹی کھائے گا —— کل گھر سے باہر نکلنے لگے گا۔ (اخبار العلماء —— ابن قفطی —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

[1] ثابت قرہ ان علماء میں سے تھے جو علم کے لئے علم میں مصروف ہوئے، کئی پہلوؤں سے عبقری (جینئس) تھے، طب، فلکیات، ریاضیات اور فلسفہ وغیرہ میں کمال دستگاہ رکھتے تھے، ان کی بہت سی تالیفات ہیں، بغداد میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔

ہارون الرشید کو نصیحت

امام ابو یوسف[1] رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''کتاب الخراج'' کے آغاز میں ہارون الرشید کو نصیحت کی —— گفتگو سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا:

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو عظیم ذمہ داری سونپی ہے —— اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے اور عذاب بھی بہت بڑا ہے —— اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زمام اقتدار عطا کی ہے —— آپ صبح و شام بہت سی مخلوق کے لئے تعمیرات بنواتے ہیں —— اللہ تعالیٰ نے ان کی نگہبانی آپ کے سپرد کی ہے، آپ کو ان کا امین بنایا ہے —— ان کے ذریعے آپ کو آزمائش میں ڈالا ہے اور ان کا اقتدار آپ کے سپرد کیا ہے —— وہ عمارتیں دیرپا نہیں ہوتیں جن کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو —— اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا اور انہیں بنیادوں سے اکھیڑ کر بنانے اور تعاون کرنے والوں پر گرا دے گا —— آپ اس امت اور رعایا کے اقتدار کو ہرگز ضائع نہ کریں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے —— بے شک اللہ تعالیٰ کے اذن سے قوت عمل میں ہے۔

آج کا کام کل پر نہ ٹالیں —— آپ نے ایسا کیا تو یوں سمجھیں کہ اسے ضائع کردیا —— دنیا سے رخصت ہونے کا وقت امید کی مسافت سے پہلے ہے —— وقتِ مقرر کے آنے سے پہلے عمل کیجئے! —— کیونکہ جب وہ وقت آئے گا تو عمل نہیں ہوسکے گا —— بے شک حکمران اپنے رب کے سامنے وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو چرواہا اپنے مالک کے سامنے پیش کرتا ہے —— آپ خداداد اختیار و اقتدار کے دور میں حق قائم کیجئے! اگرچہ دن کی ایک ساعت میں ہو —— کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں سب سے زیادہ خوش بخت حکمران وہ ہوگا جس کے ذریعے رعایا خوش حال ہوگی —— آپ کج روی اختیار نہ کریں آپ کی رعایا گمراہ ہو جائے گی —— آپ غیظ وغضب کو نہ اپنائیں اور خواہش نفس کے تحت حکم نہ دیں —— جب آپ کو دو کام نظر آئیں، جن میں سے ایک آخرت کے لئے اور دوسرا دنیا کے لئے ہو، تو آپ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دیں —— کیونکہ آخرت باقی رہے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہر قدم احتیاط کے ساتھ اٹھائیں —— اللہ تعالیٰ کے حکم کے معاملے میں قریب اور بعید لوگوں کو برابر کا درجہ دیں —— اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں —— عاقبت اندیشی سے کام لیں اور یاد رکھیں کہ ڈر زبان پر نہیں دل میں ہوتا ہے —— اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، تقویٰ گناہوں سے بچنے کا نام ہے —— جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے —— معین مدت، چالو گزرگاہ، ماخوذ طریقے، محفوظ عمل اور اس سرچشمے کے لئے عمل کریں جہاں مخلوقِ خدا حاضر ہوگی —— وہ حاضری کی برحق اور عظیم جگہ ہے جہاں دل اُڑ جائیں گے —— اس جگہ مالک الملک کے غلبے کے آگے سب دلیلیں بے کار ہو جائیں گی جس کی عظمت کے سامنے سب بے بس ہیں —— تمام مخلوق اس کے آگے حقیر ہوگی —— سب اس کے فیصلے کا انتظار کریں گے —— اور اس کے عذاب سے اس طرح ڈریں گے گویا وہ واقع ہو چکا ہے —— جس شخص نے علم کے باوجود عمل نہ کیا، اس کے لئے اس دن اور اس میدان میں حسرت وندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا —— اس دن قدم پھسل پھسل جائیں گے —— رنگ فق ہو جائیں گے —— طویل عرصے تک کھڑے رہنا پڑے گا —— اور حساب سخت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے:

بے شک ایک دن آپ کے رب کے نزدیک ہزار سال کی طرح ہے،

تمہارے دنوں کی گنتی سے۔[2]

کہیں ارشاد فرمایا:

یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کر دیا۔[3]

کہیں ارشاد ہوتا ہے:

جب اس عذاب کو دیکھیں گے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے تو (یوں محسوس کریں گے کہ وہ) دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔[4]

ہائے! اس لغزش کا کیا حال ہوگا؟ جس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا —— اور وہ ندامت کیسی ہوگی؟ جو فائدہ نہیں دے گی —— گردش لیل ونہار ہر نئی چیز کو پرانا کر دیتی ہے، ہر بعید کو قریب کر دیتی ہے اور ہر اس چیز کو حاضر کر دیتی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے —— اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کی جزا دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

امیر المؤمنین! اللہ سے ڈریئے! —— اللہ سے ڈریئے! —— کیونکہ زندگی بہت مختصر اور معاملہ بہت بڑا ہے —— دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب فنا ہونے والا ہے —— آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے —— آپ کل اس حال میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں کہ آپ ظالموں میں سے ہوں —— کیونکہ قیامت کے دن جزا دینے والا بندوں کو ان کے مراتب کے مطابق نہیں بلکہ ان کے اعمال کے حساب سے جزا دے گا —— اللہ تعالیٰ نے آپ کو ڈر سنا دیا ہے، اس سے ڈریئے! —— آپ کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی کھلا آزاد چھوڑ دیا گیا ہے —— اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ آپ کس حال میں تھے؟ اور کیا عمل کیا؟ —— ابھی سے جواب سوچ لیجئے!

---

[2] سورۃ الحج: ۴۷/۲۲

[3] المرسلٰت: ۳۸/۷۷

[4] الاحقاف: ۳۵/۴۶

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بندے کے پاؤں سوال کے بعد ہی حرکت کر سکیں گے ـــــ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن بندے کے پاؤں چار سوالوں کے بعد ہی اٹھ سکیں گے: ـــــ (۱) اس نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ ـــــ (۲) اپنی زندگی کن کاموں میں صرف کی؟ ـــــ (۳) مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟ ـــــ (۴) اپنا جسم کن کاموں میں کمزور کیا؟" [۵]

امیر المؤمنین! ان سوالات کے جوابات تیار رکھئے ـــ اگر آپ نے ثابت قدمی سے عمل کیا تو وہ کل آپ کے لئے ذخیرہ ہوگا ـــ آپ سب کے سامنے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ اٹھنے کا منظر ذہن میں رکھئے!۔

امیر المؤمنین! میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی نگہبانی آپ کے سپرد کی ہے، ان کی نگرانی کریں ـــــ جن چیزوں کی حفاظت آپ کے ذمے لگائی ہے، ان کی حفاظت کریں ـــــ اس سلسلے میں آپ کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے ـــــ اگر ایسا نہ کیا تو آپ ہدایت کی آسانی کھو بیٹھیں گے ـــــ ہدایت کے نشانات آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے ـــــ ہدایت کی وسعت تنگ ہو جائے گی ـــــ اور آپ ہدایت کی اس بات کا انکار کریں گے جسے پہچانتے ہیں اور جس چیز کا انکار کرتے ہیں اسے پہچاننے لگیں گے ـــــ پس آپ اپنے نفس سے اس شخص کی طرح جھگڑا کریں جو نفس کے نقصان کا نہیں بلکہ فائدے کا ارادہ کرتا ہے ـــــ کیونکہ اگر نگران کسی چیز کو ہلاکت کے مواقع سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے بچا سکتا ہو اور اسے زندگی اور نجات کے مقامات پر لے جا سکتا ہو، اس کے باوجود اسے ضائع کر دے تو وہ ذمہ دار ہوتا ہے ـــــ جب اس نے بچانے کی کوشش ہی نہیں کی تو اسے ضائع کر دیا ـــــ

---

[۵] اس حدیث کو امام ترمذی نے "باب القیامۃ" میں روایت کیا۔

اور اگر وہ اسے بچانے کی بجائے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ یہ عمل اس کے لئے نقصان دہ ہوگا بلکہ جلد ہلاکت کا شکار ہو جائے گا ـــــ اور جب اصلاح کرے گا تو اس بنا پر وہ بہت خوش قسمت ہوگا ـــــ اور جو کچھ اس نے اللہ کی راہ میں دیا اللہ تعالیٰ اسے اس سے کئی گنا زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔

اپنی رعایا کو ضائع کرنے سے گریز کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ سے اس کا حق طلب فرمائے گا ـــــ اور آپ نے اپنا اجر ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع کرے گا ـــــ اللہ تعالیٰ نے جس امت کا اقتدار آپ کو بخشا ہے اسی کے لئے کیا ہوا عمل آپ کے لئے فائدہ مند رہے گا ـــــ اور اس کی حق تلفی آپ کے لئے نقصان دہ ہوگی ـــــ اللہ تعالیٰ نے جس امت کے امور کا آپ کو والی بنایا ہے اس کی فلاح و بہبود کو فراموش نہ کریں، آپ کو بھی فراموش نہیں کیا جائے گا ـــــ آپ انہیں اور ان کی اصلاح کو نظر انداز نہ کریں، آپ کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا ـــــ اور ان دنوں اور راتوں میں آپ کا دنیاوی حصہ ضائع نہیں کیا جائے گا ـــــ آپ بکثرت ذکر الٰہی، تسبیح، کلمۂ طیبہ کے ورد اور حمد میں اپنی زبان کو مصروف رکھیں ـــــ اور نبی رحمت، امام ہدایت، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و عنایت سے حکمرانوں کو اپنی زمین میں خلیفہ بنایا ہے ـــ اور ان کو ایسا نور عطا فرمایا ہے جو ان کی مخفی اور مشتبہ ذمہ داریوں کو اجاگر کرتا ہے ـــــ حکمرانوں کے نور کی روشنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کریں اور حق داروں کو ان کے حقوق تحقیق اور دیانت داری سے فراہم کریں ـــــ نیک لوگوں کے جاری کردہ طریقوں کو زندہ کرنا بڑی وقعت رکھتا ہے ـــــ اچھے طریقوں کو زندہ کرنا زندہ و پائندہ ہوتا ہے ـــــ حکمران کا ظلم رعایا کی ہلاکت ہے ـــــ ناقابل اعتماد اور بھلائی سے محروم لوگوں سے مدد لینا عوام کی تباہی ہے۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں انہیں اچھی طرح

استعمال کر کے ان کی تکمیل کریں ـــــ اور ان کا شکر ادا کر کے ان میں اضافے کے طلبگار بنیں ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز، فرقان حمید میں فرمایا ہے:

''اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔''[6]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح سے زیادہ محبوب اور فساد سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے ـــــ گناہوں کا ارتکاب نعمتوں کی ناشکری ہے ـــــ جو قوم نعمت کی ناشکری کر کے فوراً توبہ نہیں کرتی، اس کی عزت چھین لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اقتدار کے ساتھ اپنی معرفت بھی عطا فرمائی ہے ـــــ میں اس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی معاملے میں آپ کو آپ کے نفس کے سپرد نہ فرمائے ـــــ اور آپ کی اسی طرح سرپرستی فرمائے جس طرح اپنے اولیاء اور محبوب ہستیوں کی سرپرستی فرماتا ہے ـــــ بے شک وہ سرفرازی عطا فرمانے کا مالک ہے اور اسی کی بارگاہ میں سربلندی کی درخواست کی جاتی ہے۔

آپ نے جس چیز کی فرمائش کی تھی، میں نے وہ شرح وبسط سے لکھ دی ہے ـــــ آپ اس پر غور کریں، اسے سمجھیں اور بار بار پڑھیں یہاں تک کہ آپ کو یاد ہو جائے ـــــ میں نے اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی ہے ـــــ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کی بنا پر آپ کو اور مسلمانوں کی خیرخواہی میں کوئی کمی نہیں کی ـــــ مجھے قوی امید ہے کہ اگر آپ نے اس بیان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو کثیر خراج عطا فرمائے گا، اور آپ کو کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم بھی نہیں کرنا پڑے گا ـــــ نیز اللہ تعالیٰ آپ کی رعایا کی اصلاح بھی فرمادے گا ـــــ عوام کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر شرعی حدیں قائم کی جائیں ـــــ ان کو ظلم سے نجات دلائی جائے

اور مشتبہ حقوق کے سلسلے میں انہیں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے روکا جائے۔

میں نے آپ کی فرمائش پر اچھی اچھی باتیں لکھ دی ہیں، جن پر آپ عمل کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے جو رب کریم کو آپ سے راضی کر دیں ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اور آپ کے ہاتھوں پر امت مسلمہ کی اصلاح فرمائے - آمین!

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

ہاں! جب حکام اور امراء کے کان علماء کی طرف متوجہ ہوں تو ان پر لازم ہے کہ انہیں حکیمانہ اور ناصحانہ انداز میں ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تبلیغ کا وعدہ لیا ہوا ہے ـــــ ان سے یہ عہد نہیں لیا کہ امراء کی اطاعت اور ان کے تقرب کے ذریعے مادی منفعت حاصل کریں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کریں ـــــ ایسے علماء کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی فرمان ہے:

''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی، کہ تم اسے ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے حقیر معاوضہ وصول کیا۔''[7]

---

[6] ابراہیم: ۱۴/۷

[7] آل عمران: ۳/۱۸۷

[1] امام ابو یوسف: امام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری، کوفی، بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اکابر شاگردوں میں سے تھے، سب سے پہلے انہوں نے امام اعظم کا مذہب پھیلایا، فقیہ بھی تھے اور حافظ الحدیث بھی ۱۱۳ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، بغداد شریف میں قاضی بنائے گئے، سب سے پہلے انہیں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کہا گیا، سب سے پہلے انہوں نے فقہ حنفی کے اصول مرتب کیے، ان کی کئی تصانیف ہیں، ہارون الرشید کے دور خلافت میں ۱۸۲ھ میں ان کی رحلت ہوئی - ۱۲، الاعلام: ۸/۱۹۳۔

امام ابوحنیفہ کی شاگردوں کو نصیحت

مشائخ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو نصیحت اور ہدایت کرتے رہتے تھے —— امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں فرمایا:

استاذ پر واجب ہے کہ اپنے شاگردوں کی دیکھ بھال کرتا رہے اور انہیں نصیحت سے محروم نہ رکھے —— کیونکہ نصیحت اس کے پاس امانت ہے۔

اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے تمام شاگردوں کو ایسی نصیحت فرمائی جو دنیا اور آخرت میں مفید ہے۔

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی —— ہم امام اعظم کے چند شاگردوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے —— آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے —— یوں معلوم ہو رہا تھا کہ زبان سے پہلے آپ کو چہرہ بول رہا ہے —— آپ یوں گویا ہوئے: تم میرے دل کے پھل اور میرے جسم کی تازگی ہو —— میں نے تمہارے لئے فقہ کو مدوّن اور آسان کر دیا ہے —— میں نے عوام کو اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں گے اور تمہارے الفاظ کے متلاشی ہوں گے —— تم میں سے ہر ایک قاضی (جج) بننے کی صلاحیت رکھتا ہے —— میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی دی ہوئی جلالت علمی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ فقہ کو ضائع نہ کرنا —— اگر تم میں سے کوئی ایک قاضی (جج) بنائے جانے میں مبتلا ہو جائے اور اسے اپنی کوئی کمزوری معلوم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں سے چھپا رکھا ہے، تو اس کے لئے قاضی بننا جائز نہیں اور نہ ہی وظیفہ لینا درست ہے —— اور اگر بامر مجبوری قاضی (جج) بننا پڑے تو عوام اور اپنے درمیان فاصلہ حائل نہ رکھے —— اسے چاہیے کہ پانچوں نمازیں مسجد میں

پڑھے —— اور ہر نماز کے وقت اعلان کرے:

کسی کو کوئی کام ہے؟ —— کسی کی کوئی حاجت ہے؟

جب عشاء کی نماز پڑھے تو تین دفعہ اعلان کرے:

کسی کو کوئی کام ہے؟

پھر اپنے گھر چلا جائے —— اور جب کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے کہ بیٹھ نہ سکے تو جتنے دن بیماری کی وجہ سے غیر حاضر رہے، اتنے دن کی تنخواہ واپس کر دے —— جو امام مسلمانوں کے مال میں خیانت کرے یا فیصلے میں ظلم کرے تو اس کی امامت باطل ہو جائے گی اور اس کا فیصلہ ناجائز ہوگا —— اور اگر قاضی رشوت لے تو وہ معزول ہو جائے گا، اگرچہ اسے معزول نہ کیا جائے۔

(الذھبی —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ خلوص بھرے دل سے نکلی ہوئی نصیحت ہے —— امام اعظم نے اپنے شاگردوں کی کامل اخلاص کی طرف راہنمائی فرمائی —— اور اعلیٰ ترین فضائل تک پہنچنے میں ان کی دستگیری فرمائی —— امام نے انہیں یاد دلایا کہ عوام کا حکمران پر کیا حق ہے؟ —— اس کی حکمرانی کب باطل ہوتی ہے؟ اور کب اس کا فیصلہ ناجائز ہوتا ہے؟ —— خصوصاً قاضی (جج) جب رشوت لے تو وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے، اگرچہ اسے معزول نہ کیا جائے۔

امام اعظم نے مستقبل میں قاضی (جج) بننے والے شاگردوں کو قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں —— تاکہ ان میں سے ایک ایسی جماعت تشکیل کر دیں جو سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہو —— اس طرح حکمران بھی ان سے فائدہ حاصل کریں اور عوام بھی

——— اور حکومت اور دین کا معاملہ منظم رہے۔

امام اعظم نے شاگردوں، حکمرانوں اور قاضیوں (ججوں) کو مشترکہ طور پر ایک نصیحت فرمائی ——— ان کے سامنے حق کو بے نقاب کر دیا اور انہیں راہِ راست کی تلقین فرمائی ——— انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ حکمرانی اور قضا کی رسوائیوں میں واقع نہ ہو جائیں ——— موجودہ دور کے حکمران اور قاضی (جج) حضرات اس نصیحت کے زیادہ حاجت مند ہیں ——— حکمران اور جج کو معلوم ہونا چاہیے کہ کتنی بھاری ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے؟ ——— اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ امت مسلمہ کی کتنی ذمہ داریاں حکام اور ججوں کے ذمہ ہیں؟ ——— ممکن ہے کہ یہ حضرات اس بات کو یاد کریں اور ایسی نصیحت سے نفع حاصل کریں ——— نتیجہ یہ ہوگا کہ حکمرانوں اور عوام کے معاملات درست ہو جائیں گے۔

---

[1] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

نعمان بن ثابت، ولاء کے اعتبار سے تیمی، جائے پیدائش کے لحاظ سے کوفی، مذہب حنفی کے امام، فقیہ، مجتہد، محقق اور چار اماموں میں سے ایک تھے ۸۰ھ کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، جوانی کے دور میں طلب علم کے ساتھ کاروبار تجارت بھی کرتے تھے، آپ کا انتقال جیل میں ہوا، کیونکہ خلیفہ منصور عباسی نے آپ کو منصب قضا (جج کا عہدہ) پیش کیا جسے آپ نے مسترد کر دیا، آپ کریم النفس اور سخی تھے، آپ کے دلائل قوی ہیں، امام شافعی نے آپ کے بارے میں فرمایا: ”تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں“ ۱۵۰ھ بغداد شریف میں آپ کی رحلت ہوئی -۱۲، الأعلام: ۳۶/۸۔
امام اعظم ابوحنیفہ کا عظیم الشان مزار شریف بغداد شریف میں ہے اور اس محلے کا نام اعظمیہ ہے -۱۲- شرف قادری۔

حضرت عمر بن خطاب کا مکتوب

حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام

حکمران کی ذمہ داری یہ ہے کہ عوام کی دیکھ بھال کرتا رہے ——— ان کے لئے فائدہ مند کارروائی کرتا رہے اور ان کی غلطیوں کی اصلاح کرتا رہے ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ[1] نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ[2] کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا:

”عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کے نام“

السلام علیک! ——— اما بعد!

لوگ اپنے سلطان سے نفرت رکھتے ہیں ——— میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مجھے اور آپ کو نامعلوم گمراہی اور سینوں میں اٹھائے ہوئے کینے لاحق ہوں ——— اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کیجئے! اگرچہ دن کی ایک ساعت میں ہو ——— جب آپ کے سامنے دو کام آئیں، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اور دوسرا دنیا کے لیے ہو، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے حصے کو اختیار کریں، کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی ——— فاسقوں کو ڈراؤ اور انہیں ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں والا بنا دو (یعنی چوروں کا ہاتھ کاٹ دو، دوبارہ چوری کریں تو ان کا پاؤں کاٹ دو) ——— مسلمانوں کے بیماروں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں حاضری دو ——— ان کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھو ——— ان کے معاملات خود حل کرو ——— آپ ان میں سے ایک مرد ہیں ——— لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر ذمہ داری کا بوجھ زیادہ ڈالا ہے ——— مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے اہل خانہ میں کھانے، پہننے اور سواری کا وہ انداز ہے جو عام مسلمانوں کا نہیں ہے۔

اے عبداللہ! اس بات سے گریز کر کہ تو اس چارپائے کی طرح ہو جائے جو

سرسبز وادی میں گزرا اور اس کی تمام تر توجہ موٹاپے کی طرف ہو ——— حالانکہ موٹاپے میں اس کی موت ہے ——— یاد رکھئے کہ جب حاکم گمراہ ہو جائے تو اس کی رعایا بھی گمراہ ہو جاتی ہے ——— اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے، جس کی وجہ سے رعایا بدبخت ہو۔

(نہایۃ الارب ——— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے تاریخ اسلام کے دور اول کے مخلص حکمران ——— وہ عوام کے بارے میں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھتے تھے ——— وہ ان میں ایمانی روح پھونکتے تھے، تاکہ ان کا ایمان قوی اور حال درست ہو جائے ——— اور وہ صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے لگیں ——— کیونکہ جب حاکم درست ہوگا تو عوام بھی درست ہو جائیں گے ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گورنروں کی حالت، ان کی زندگی اور خوشحالی کی کڑی نگرانی کا اہتمام کیا کرتے تھے ——— انہیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ دنیا میں محو ہو کر آخرت سے غافل نہ ہو جائیں ——— وہ چاہتے تھے کہ یہ مقتدا ہوں اور دوسرے ان کی پیروی کریں ——— اس طرح حکام عوام کی نگاہوں میں محترم ہو جائیں گے ——— اور نفرت وخوف کے ساتھ نہیں، بلکہ خوش دلی سے ان کی اطاعت کریں گے۔

---

[1] عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابوحفص ہے، ہجرت سے چالیس پہلے پیدا ہوئے، دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، سب سے پہلے آپ کو "امیر المؤمنین" کا لقب دیا گیا، جلیل القدر صحابی، شجاعت وعدالت اور احتیاط کے پیکر تھے، آپ کا عدل وانصاف ضرب المثل ہے، آپ کے دور سعید میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہوا، قریش کے دلاور اور معزز افراد میں سے تھے، ہجرت سے پانچ سال پہلے اسلام لائے، ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی، پہلے پہل آپ ہی نے تاریخ ہجری کو رواج دیا، آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جس نے تاریخ اسلام میں حساب کتاب کے رجسٹر رائج

کیے، فارس کے رہنے والے "ابولؤلؤۃ فیروز" نے دھوکے سے ۲۳ھ میں آپ کو شہید کیا، جب کہ آپ نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ ۱۲، الأعلام: ۴۵/۵۔

[2] ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ عبداللہ بن قیس ہیں، آپ کی کنیت ابوموسیٰ ہے، آپ قحطان کے قبیلہ بنوالاشعر سے تعلق رکھتے ہیں، جلیل القدر صحابی، نامور نبرد آزما، فاتح اور حکمران تھے، ہجرت سے سے اکیس سال پہلے یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے، جنگ صفین کے بعد حضرت علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ نے جو دو حَکَم منظور کیے تھے، ان میں سے ایک حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے، ہجرت کر کے حبشہ گئے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں زبید اور یمن کا گورنر مقرر فرمایا ——— حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ۱۷ھ میں بصرہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، وہیں ۴۷ھ میں وفات پائی۔ ۱۲، الأعلام: ۲/ ۱۱۴۔

مہمان نوازی کا عظیم اجر

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے گھر دس علماء مہمان آئے —— اتفاق کی بات کہ اس وقت ان کے پاس مہمانی کے لئے کچھ نہیں تھا —— صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حج کے لئے جایا کرتے تھے —— آپ نے وہی گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت پکا کر مہمانوں کو پیش کر دیا —— آپ کی اہلیہ نے کہا:

سبحان اللہ! آپ کے پاس اس گھوڑے کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، آپ نے اسے کیوں ذبح کر دیا؟

آپ جلدی سے اپنے گھر میں داخل ہوئے —— اور گھر کے سامان میں سے اس کے مہر کے برابر مال نکالا اور اسی وقت اسے طلاق دے دی —— اور فرمایا:

''جو عورت مہمانوں کی آمد کو مکروہ جانے، وہ ہمارے لائق نہیں ہے۔''

کچھ دنوں کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے امام المسلمین! میری ایک بیٹی ہے، جس کی والدہ فوت ہو گئی ہے —— وہ ہر دن اس صدمے اور رنج میں اپنے کپڑے پھاڑ دیتی ہے —— آج وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہونا چاہتی ہے —— آپ اسے تسلی دینے کے لئے کچھ کلمات ارشاد فرمائیں تاکہ اس کا صدمہ کم ہو جائے —— ممکن ہے اس کا دل مطمئن ہو جائے۔

جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ایسی گفتگو کی کہ واقعی اس کے صدمے میں افاقہ ہوا اور والدہ کی وفات کا غم کم ہو گیا —— جب وہ گھر گئی تو اس نے کہا:

ابا جان! میں توبہ کرتی ہوں اور آئندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کروں گی —— لیکن میری ایک درخواست ہے —— اس شخص نے کہا: کیا چاہتی ہو؟ ——

اس نے کہا آپ ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مالدار اور دنیادار تجھے طلب کرتے ہیں

اور تیرے بارے میں نکاح کا پیغام دیتے ہیں —— میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ آپ میرا نکاح عبداللہ ابن مبارک کے سوا کسی سے نہ کریں —— اگر ان کے پاس دنیا نہیں ہے تو نہ سہی، ہمارے پاس تو ہے۔

اس شخص نے یہ بات سنی تو خوشی سے نہال ہو گیا —— اور اسے احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیٹی کو خیر کی بھرپور توفیق عطا فرما دی ہے —— اور یہ کہ اس کا رنج والم جاتا رہے گا —— اس نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کر دیا —— جہیز میں بیش بہا مال دیا —— اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے دس گھوڑے پیش کئے —— ایک رات حضرت عبداللہ ابن مبارک نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

اگر تم نے ہمارے لئے ایک بڑھیا کو طلاق دی تو ہم نے تمہیں نوخیز دوشیزہ عطا کر دی —— اور اگر تم نے ایک گھوڑا ذبح کیا تھا تو ہم نے اس کے بدلے تمہیں دس گھوڑے عطا کر دئے ہیں —— تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ہم ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتے ہیں —— اور ہم نیکوکاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے —— جو شخص ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہ نقصان میں نہیں رہتا اور آئندہ بھی نقصان میں نہیں رہے گا۔

(نہایۃ الارب۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ نتیجہ ہے سچائی، اللہ تعالیٰ پر توکل اور مہمان نوازی ایسی سنت پر عمل کرنے کا —— جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے دس گنا زیادہ اجر دنیا میں عطا فرما دیا —— اور انہیں نیک اور نوجوان بیوی عطا فرما دی —— یہ اس حدیث شریف کی تصدیق ہے:

''جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے —— جس نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا، اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا —— اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اس کا مخلوقِ خدا سے خوف کم ہو جائے گا۔''

علماء کی جرأت اور بے نیازی

''جواد! اللہ سے ڈر—— جواد! خدا کا خوف کر
—— جواد! مظلوم کی دعا سے ڈر''

یہ وہ الفاظ ہیں جو عالم باعمل، پیکر زہد و تقویٰ، شیخ عبدالحکیم افغانی[1] نے ترکی
ت کی پانچویں پلاٹون کے کمانڈر، مشیر جواد پاشا کو کہے—— جب جواد پاشا، دمشق
طیب شیخ ابونصر[2] کے ساتھ شیخ عبدالحکیم کی زیارت کرنے دارالحدیث میں گیا۔

جب مشیر جواد پاشا ترکی سے شام گیا—— اور دمشق میں داخل ہوا تو علماء اور
ہ لوگوں کے وفد اس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے—— پاشا چونکہ فطری طور پر
سے محبت رکھتا تھا اور ان سے مانوس تھا، اس لئے اس نے خندہ پیشانی سے ان کا
ب استقبال کیا—— ان ملاقاتوں سے فارغ ہو کر پاشا نے اپنے رفیق خاص ابونصر
ب سے پوچھا: کیا کوئی ایسا عالم بھی ہے جو ہماری ملاقات کے لئے نہیں آیا؟——
ب نے کہا: ہاں، شیخ عبدالحکیم افغانی ایسے عالم ہیں جو نہیں آئے—— پاشا نے پوچھا:

''وہ کیوں نہیں آئے؟—— کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بڑے بڑے لوگ
ے پاس کھنچے چلے آرہے ہیں؟—— اور ان کی قیادت اکابر علماء نے کی ہے۔''

شیخ ابونصر خطیب نے کہا:

''اس عالم کا اپنا مزاج ہے—— یہ سلاطین اور امراء کے پاس نہیں جاتے
ور نہ ہی کسی محفل میں شریک ہوتے ہیں—— یہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر طلباء کو
لوم دینیہ پڑھاتے ہیں، لوگوں کو فقیہ بناتے ہیں اور انہیں دینی مسائل کی تعلیم
یتے ہیں، اور بس!—— البتہ جو شخص جامع دارالحدیث سے متصل ان کے

کمرے میں جا کر ان کی زیارت کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔''

پاشا کے دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا—— کہنے لگا:

چلیں ان کی زیارت کرتے ہیں—— اور اس نادر شخصیت کا دیدار کرتے ہیں، جن کی مثال آپ کے کہنے کے مطابق مشکل ہی سے ملے گی۔

دونوں دارالحدیث گئے مسجد میں داخل ہو کر سیڑھیاں طے کر کے شیخ عبدالحکیم کے کمرے میں داخل ہوئے—— یہ دونوں پہنچے تو شیخ فقہ کا سبق پڑھا رہے تھے—— ان کے سامنے طلباء بیٹھے ہوئے تھے—— وہ کتابیں کھولے ہوئے ہمہ تن گوش ہو کر شیخ کی گفتگو سن رہے تھے—— پاشا اور خطیب ابونصر کی آمد کا انہوں نے نوٹس تک نہ لیا اور پورے انہماک کے ساتھ شیخ کی طرف متوجہ رہے—— شیخ شروح اور مفید حواشی سے جو کچھ بیان کر رہے تھے، اس کے لئے سب طلباء سراپا گوش تھے—— پاشا اور خطیب کی آمد پر نہ تو شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور نہ طلباء نے—— پاشاؤں کا لباس دیکھ کر بھی وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

خطیب ابونصر کو پاشا کے بٹھانے کے لئے کمرے میں کوئی چیز نہ ملی—— چٹائی پر بکری کی کھال بچھی ہوئی تھی، جس پر شیخ بیٹھے ہوئے تھے—— انہیں کمرے کے ایک کونے میں پرانی سی گول چوکی دکھائی دی—— جب شیخ کھال کو خشک کرنے کے لئے دھوپ میں ڈالتے تھے تو اس چوکی پر بیٹھتے تھے—— خطیب نے پاشا کو اسی پر بٹھا دیا——

اتنے میں شیخ نے سبق ختم کر دیا—— اور طلباء شیخ کو درازیٔ عمر اور عافیت کی دعائیں دیتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے—— پاشا دل ہی دل میں اس زیارت پر پشیمان ہو رہا تھا—— اور سوچ رہا تھا کہ کاش وہ دارالحدیث میں نہ آتا—— تاہم اس نے صبر کیا تا کہ نتیجہ سامنے آجائے۔

اب شیخ عبدالحکیم شیخ ابونصر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: ابونصر آپ کو تو ہم
چانتے ہیں، یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟—— گویا انہوں نے پاشا کا لباس دیکھا ہی
ہیں، جو بتا رہا تھا کہ یہ پاشا اور مشیر ہے—— میرا گمان یہ ہے کہ اس کی پہچان کی نفی اور
شناسائی کا اظہار کر کے شیخ اسے پاشائیت سے نکال کر لباس بندگی پہنانا چاہتے تھے——
ر یہ بھی چاہتے تھے کہ اس کی روح عالم ملکوت کی بلندیوں تک پہنچ جائے تو حکمت و دانش
ور خالص نصیحت کی جو باتیں ممکن ہو، اس تک پہنچائیں—— اور اس میں مخلصانہ نصیحت
ے قبول کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے۔

پاشا نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا:

مولانا! میں امیر المؤمنین کے لشکر کا ایک سپاہی ہوں، اللہ تعالیٰ ان کی
حکومت سلامت رکھے۔

خطیب ابونصر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

مولانا! یوں تو ہم سب امیر المؤمنین کے سپاہی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی
عظمتوں کو چار چاند لگائے—— یہ جو آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں یہ صدر
اعظم مشیر جواد پاشا ہیں۔

خطیب ابونصر اور پاشا کا خیال تھا کہ اس خوش قسمتی والی ملاقات پر شیخ عبدالحکیم
ط مسرت سے جھوم جائیں گے—— جب انہیں یہ معلوم ہوگا کہ ان کے سامنے سلطنتِ
ثانیہ کے صدر اعظم، مشیر اور ناظم الامور بنفس نفیس جلوہ گر ہیں—— لیکن ان کی فکر کا تیر
یگاں گیا اور ان کا گمان غلط ثابت ہوا—— کیونکہ شیخ پرانی طرز کے عالم تھے، ایسا عالم
ہوں نے کہاں دیکھا ہوگا؟۔

اب شیخ پاشا کی طرف متوجہ ہوئے اور براہِ راست اسے مخاطب کرتے ہوئے

پورے جلال کے ساتھ فرمانے لگے:

''اے جواد! اللہ تعالیٰ سے ڈر—— اے جواد! خدا کا خوف کر——
میں تجھے دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں—— جواد! مظلوم کی دعا سے ڈر
—— کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے—— جواد!
اس دن تو کیا جواب دے گا؟ جب رب العالمین تجھ سے فرمائے گا کہ میں نے
اپنے بندے بطور امانت تیرے سپرد کئے تھے—— تو تو نے ان بندوں کو ضائع
کر دیا اور شہروں کو برباد کر دیا—— جواد! اللہ سے ڈر—— جواد! ذرا سوچ کہ
قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا، اس دن تیرا رخ کدھر ہوگا؟''

جواد نے شیخ کی گفتگو سنی تو یوں معلوم ہوا کہ پہلا پاشا غائب ہو گیا اور اس کی جگہ
نیا پاشا آ گیا ہے—— پاشا یک دم چھوٹا، بہت ہی چھوٹا ہو گیا—— جیسے وہ عظیم مربی
اور مرشد کے سامنے چھوٹا سا بچہ ہو اور شیخ اسے جدھر چاہے متوجہ کر دے—— پاشا پر شدید
گریہ طاری ہو گیا—— اس کے دونوں رخساروں پر آنسو بہنے لگے—— وہ زمانہ ماضی
میں کئے ہوئے گناہوں پر شرمسار تھا—— وہ شیخ کے ہاتھوں پر جھک گیا، انہیں بوسہ دینے
اور اپنے چہرے پر ملنے لگا—— وہ کہہ رہا تھا:

میرے آقا! میرے لئے دعا کیجئے۔

شیخ اٹھ کر چلے گئے اور پاشا اور خطیب ابونصر کو سلگتے ہوئے انگاروں پر بیٹھا ہوا
چھوڑ گئے—— جو کچھ انہوں نے سنا تھا، اس کی بنا پر ان پر دہشت طاری تھی—— اور
ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ وہ جس روح کے ساتھ داخل ہوئے تھے اس کی
بجائے ایک نئی روح کے ساتھ باہر نکلے—— وہ دونوں اس حال میں باہر نکلے کہ
بوریائے بندگی پر بیٹھ چکے تھے—— ان کی نگاہوں میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ گئی

ھی ـــــ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کوتاہیوں کا محاسبہ کر رہا تھا ـــــ دونوں
رامت میں ڈوبے ہوئے تھے ـــــ چلتے چلتے دمشق کی سرائے (ریسٹ ہاؤس) پہنچ
گئے، جہاں ان کا قیام تھا۔

شیخ کی ملاقات کے دوسرے دن پاشا نے کمانڈروں، فوجیوں، سرکاری ملازموں
وران کے آفیسروں کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز کے بعد دارالحکومت میں جمع ہو جائیں ـــــ
وگ دارالحکومت میں یہ جاننے کے لئے جمع ہو گئے کہ پاشا انہیں کیا حکم دینا چاہتے ہیں؟
ـــــ ان پر خوف و ہراس طاری تھا کہ نہ جانے کیا ہو؟

پاشا اس حال میں آیا کہ وہ حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا ـــــ اس کے ساتھ اس
کے کچھ دوست بھی تھے ـــــ اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے ـــــ وہ لوگوں
کے دائرے کے درمیان ٹھہر گیا ـــــ کمانڈر اور فوجی اس کے اردگرد تھے ـــــ اس کے
آنسو داڑھی اور سینے پر گر رہے تھے ـــــ اس حالت نے حاضرین کو بھی متاثر کیا، وہ بھی
رونے لگے ـــــ حالانکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ ـــــ انہوں نے
خیال کیا کہ شاید پاشا کا کوئی عزیز، باپ، بیٹا یا کوئی دوست فوت ہو گیا ہے ـــــ اچانک
پاشا نے روتے ہوئے، اونچی آواز میں کہنا شروع کیا:

”جواد کو معاف کر دو ـــــ جواد کو معاف کر دو ـــــ جواد سے تم سب
کے بارے میں باز پرس ہوگی ـــــ اگر تم نے اسے معاف نہ کیا تو وہ ہلاک ہو
جائے گا ـــــ اگر تم نے اسے معاف نہ کیا تو جواد کے لئے تباہی ہے ـــــ
جس پر میں نے ظلم کیا ہے، وہ بیان کر دے۔“

وہ بری طرح رو رہا تھا ـــــ پھر اس نے ہر کمانڈر کو سونے کا لیرہ (ایک سکہ) دیا
ـــــ ہر فوجی کو ایک مجیدی (چاندی کا سکہ) دیا ـــــ پھر سب کو رخصت کر دیا اور چلا
گیا ـــــ وہ اس شدت سے رو رہا تھا جیسے وہ روتے روتے ہلاک ہو جائے گا۔

اس کے بعد پاشا کا طرز عمل

اس کے بعد پاشا نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ شیخ فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں، ان کا
ذریعۂ معاش کیا ہے؟ ان کی کچھ خدمت کی جانی چاہیے ـــــ اس نے خطیب ابونصر کو
بلا کر کہا کہ اس تھیلی میں چار سو عثمانی لیرے (سونے کے سکے) ہیں ـــــ یہ لے جا کر
دارالحدیث میں ہمارے شیخ کو پیش کر دو ـــــ وہ بھلائی کی طرف ہماری راہنمائی کا سبب
بنے ہیں ـــــ اور انہیں گزارش کریں:

کہ آپ کا بیٹا جواد آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور آپ کی دعا کا طلب
گار ہے ـــــ نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا ہے ـــــ آپ بھی یہ ہدیہ قبول
فرمالیں ـــــ اللہ کی قسم! یہ ہدیہ حکومت کے مال میں سے نہیں، بلکہ اس کے
ذاتی مال سے ہے ـــــ یہ ہدیہ اس زمین کی پیداوار ہے جو اسے باپ کی
وراثت سے ملی تھی ـــــ تم سے ان کی جتنی خوشامد ہو سکے کرنا ـــــ اللہ تعالیٰ
نے چاہا تو امید ہے کہ وہ قبول کر لیں گے۔

ابونصر، شیخ کی دنیا سے بے رغبتی اور بیزاری جانتے تھے، اس لئے انہیں اس کام
کے کرنے میں تردد ہوا ـــــ لیکن پاشا کے اصرار کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کام
کے لئے تیار ہو گئے۔

چنانچہ شیخ عبدالحکیم کے پاس پہنچ گئے اور جہاں تک ہو سکا ان سے عقیدت و محبت
کی باتیں کیں، پھر ان کے سامنے ایک سوال پیش کیا، جیسے ان سے فتویٰ لینا چاہتے ہوں:
مولانا! ہدیہ کے بارے میں شرعاً آپ کیا کہتے ہیں؟ ـــــ کیا نبی اکرم ﷺ
نے ہدیہ قبول فرمایا ہے؟ ـــــ شیخ نے فرمایا: ہاں نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا اور بدلے
میں ہدیہ بھی دیا ـــــ شریعت میں ہدیہ کا قبول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:۔

(۱) بطور رشوت نہ ہو۔

(۲) ہدیے کی صورت میں صدقہ کسی مالدار، غیر محتاج شخص کو نہ دیا جائے۔

ابونصر نے تھیلی نکالی اور کہنے لگا:

مولانا! یہ مال آپ کے بیٹے جواد نے بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا ہے —— اور انہوں نے اللہ عظیم کی قسم کھا کر کہا ہے کہ یہ حکومت کا مال نہیں، بلکہ میرا ذاتی مال ہے —— یہ مجھے والد کی وراثت میں ملنے والی زمین کی پیداوار ہے —— اور ان کی گزارش یہ ہے کہ آپ اسے جہاں چاہیں صرف فرمائیں —— یہ کہہ کر وہ جواب کا انتظار کرنے لگے۔

انہیں یقین تھا کہ شیخ ہرگز ہرگز قبول نہیں کریں گے —— شیخ نے غصے کے ساتھ ابونصر کی طرف دیکھا اور ہدیہ واپس کر دیا —— ابونصر نے بڑا اصرار کیا، مگر شیخ کسی طرح بھی ہدیہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے —— فرمایا: اس الماری میں دیکھو —— غالباً انہوں نے ایسے ہی موقع کے لئے اپنے ہاتھ کی کمائی سے نصاب کے برابر مال جمع کیا ہوا تھا —— پھر کہنے لگے:

پاشا سے کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ، صدقہ ہے اور میرے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے —— اگر تم چاہو تو اس شخص کو دے دو جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہے —— ہم رشد وہدایت اور نصیحت کا معاوضہ نہ تو مال کی صورت میں لیتے ہیں اور نہ کسی دوسری صورت میں —— ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھانا پیش کرتے ہیں، تم سے نہ تو جزا کے طالب ہیں اور نہ ہی شکریہ کے۔

یہ واقعہ میں نے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ بیان کیا ہے —— مجھے میرے بیٹے شیخ محمد عبداللطیف نے بیان کیا —— انہوں نے یہ واقعہ الحاج صادق اسطوانی سے ان کے گھر میں ان کی وفات سے کچھ پہلے سنا —— وہ عینی شاہد اور معاصر ہیں، انہوں نے اسے محفوظ کیا، پھر بیان بھی کیا۔

تبصرہ:

یہ تھے فقہاء! اور یہ تھے امت مسلمہ کے حکمران! جو مخلص علماء کی نصیحت سنتے تھے اور ان کی اطاعت کرتے تھے —— وہ خطا کی اصلاح کرتے تھے اور عدل وانصاف کی دلیل کی پیروی کرتے تھے —— وہ اپنے آپ کو خطا کار قرار دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے خوش دلی سے خالص حق کی طرف رجوع کرتے تھے —— اسی لئے مسلم امہ اپنے پیکر اخلاص علماء اور ایماندار حکمرانوں سے فائدہ حاصل کرتی تھی۔

یہ عابد اور پرہیز گار عالم کیا خوب تھے؟ جن کے سامنے وزراء اور امراء شاگردوں کی حیثیت رکھتے تھے —— دنیا اور اس کی چمک دمک سے الگ رہنے والے اس شیخ کی طیب وطاہر روح ان لوگوں پر حاوی تھی —— سلاطین اور ان کے معاونین ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے دین ودنیا کے فائدے کی باتیں سیکھتے تھے —— میں نے اس متقی عالم باعمل کی حیات کا مطالعہ کیا تو اسے سلف صالحین کے طریقے پر پایا —— میں نے ان کی حیات اور علم وزہد پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے —— اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے شائع کیا جائے گا۔

۱ شیخ عبدالحکیم افغانی قندھار میں پیدا ہوئے، تحصیل علم کے شوق میں مختلف ملکوں میں گئے، ہندوستان گئے، وہاں کے علماء سے علوم دینیہ اور خاص طور پر فقہ پڑھی، پھر حرمین شریفین گئے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے، پھر بیت المقدس گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا، آخر میں دمشق گئے اور وہیں مقیم ہو گئے اور دار الحدیث کو مرکز بنا کر تا حیات علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے، ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۲ ابونصر خطیب: محمد بن عبدالقادر خطیب شافعی محدث تھے، ۱۲۵۳ھ دمشق میں پیدا ہوئے، حجاز اور مصر کا سفر کیا، بعض علاقوں کے قاضی بھی رہے، جامع بنی امیہ کے خطباء اور مدرسین میں سے تھے، ۱۳۲۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۳ یہ چاندی کا ترکی سکہ تھا، پہلی دفعہ سلطان عبدالمجید خان کے دور میں بنایا گیا، تقریباً پانچ مجیدی سونے کے عثمانی لیرے کے برابر تھے۔

امام غزالی کا ایک دینی بھائی کے نام
رقت انگیز مکتوب

مجھے بعض معتبر حضرات کی زبانی جناب شیخ، زہد و ریاضت کے پیکر امام کے حالات معلوم ہوئے —— جن کی بنا پر انہیں دینی بھائی بنانے کا شدید شوق پیدا ہو گیا —— اس ثواب کی امید کرتے ہوئے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے ان بندوں کے لئے فرمایا ہے جو صرف رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں —— یہ اخوت اخلاص کی آنکھوں سے دیکھنے اور جسمانی قرب کا تقاضا نہیں کرتی —— اس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ دل قریب ہوں اور ارواح آپس میں متعارف ہوں —— روحیں تو جمع کئے ہوئے لشکر ہیں —— جب روحیں متعارف ہوں تو آپس کی محبت قدرتی امر ہے —— سنئے! میں اس عالم ربانی کو رضائے الٰہی کے لئے بھائی بناتا ہوں —— اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تنہائی کے لمحات میں مجھے اپنی دعاؤں سے محروم نہ رکھیں —— اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے حق کو حق دکھائے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے —— اور باطل کو باطل دکھائے اور اس سے بچنے کی ہمت بخشے۔ آمین!

پھر مجھے یہ بھی اطلاع ملی کہ انہوں نے مجھ سے وعظ و نصیحت کے سلسلے میں گفتگو کی فرمائش کی ہے —— اور مطالبہ کیا ہے کہ میں مختصر طور پر دین کے وہ قواعد بیان کروں جن پر عقیدہ رکھنا ہر مکلف پر واجب ہے —— جہاں تک وعظ و نصیحت کا تعلق ہے تو میں اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں سمجھتا —— کیونکہ وعظ تو نصیحت حاصل کرنے کے نصاب کی زکوٰۃ ہے —— جس کے پاس نصاب ہی نہ ہو وہ زکوٰۃ کیسے نکالے گا؟ —— جو خود روشنی سے خالی ہو، وہ دوسرے کو روشنی کیسے دے گا؟ —— جب لکڑی ٹیڑھی ہو تو اس کا

سایہ کیسے سیدھا ہو سکتا ہے؟ —— اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے آپ کو نصیحت کیجئے! —— اگر آپ خود نصیحت حاصل کر لیں تو لوگوں کو نصیحت کریں —— ورنہ مجھ سے شرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہم نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں: ایک ناطق اور دوسرا خاموش —— پس بولنے والا واعظ قرآن پاک ہے اور خاموش واعظ موت ہے۔''

یہ دونوں نصیحتیں حاصل کرنے والے کے لئے کافی ہیں —— جو ان دونوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا وہ دوسرے کو کیسے نصیحت کر سکتا ہے؟ —— میں نے ان دونوں کے ساتھ اپنے نفس کو وعظ کیا ہے، اس نے زبانی اور عقلی طور پر تصدیق کی اور قبول کیا ہے۔

میں نے اپنے نفس کو کہا کہ کیا تو اس بات کی تصدیق نہیں کرتا؟ کہ قرآن کریم بولنے والا اور سچا واعظ ہے —— یہ تو اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا وہ کلام ہے جس کے پاس باطل نہ آگے سے آ سکتا ہے، نہ پیچھے سے —— اس نے کہا: ہاں یہ سچ ہے —— میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتے ہیں ہم انہیں دنیا ہی میں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیں گے، اور اس میں انہیں کچھ کم نہیں دیا جائے گا —— یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں —— اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا وہ برباد گیا، اور جو کچھ وہ کرتے تھے سب بے کار رہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ارادہ کرنے پر تجھے آگ کی خوفناک وعید سنائی ہے —— اور ہر وہ چیز جو موت کے بعد تیرا ساتھ نہیں دے گی وہ دنیا ہے —— کیا تو نے دنیا اور

---

[1] سورۂ ہود: ۱۱/۱۵-۱۶

اس کی محبت کی چاہت سے دامن چھڑالیا ہے؟ —— اگر عیسائی ڈاکٹر تجھے کہے کہ تو نے فلاں پسندیدہ اور لذیذ ترین چیز کھائی تو تیری موت واقع ہو جائے گی یا تو خوفناک مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو تو اس چیز کو چھوڑ دے گا —— کیا تیرے نزدیک عیسائی ڈاکٹر اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے؟ —— اگر تیرے نزدیک وہ زیادہ سچا ہے تو تجھ سے بڑا کافر کون ہوسکتا ہے؟ —— اور اگر تیرے نزدیک بیماری آگ سے زیادہ سخت ہے تو تو کتنا جاہل ہے؟ —— میرے نفس نے اس کی تصدیق کی، لیکن فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں کیا —— بلکہ دنیا کی محبت پر اصرار کیا اور اس کا یہ اصرار جاری رہا۔

پھر میں نے اپنے نفس کو خاموش واعظ کے ذریعے وعظ کیا —— میں نے کہا کہ بولنے والے واعظ (قرآن پاک) نے خاموش واعظ کے بارے میں خبر دی ہے —— اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (ہر صورت میں) تم سے ملاقات کرنے والی ہے —— پھر تمہیں ہر غیب اور شہادت کے جاننے والے کی طرف لوٹایا جائے گا —— پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟"[2]

میں نے اسے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تو دنیا کی طرف مائل ہے —— کیا تو اس بات کی تصدیق نہیں کرتا؟ کہ موت یقیناً آنے والی ہے —— ہر اس چیز کو تجھ سے جدا کردے گی جسے تو پکڑے ہوئے ہے —— اور تیری ہر دل چسپی کی چیز کو چھین لے گی —— یاد رکھ کہ ہر وہ چیز قریب ہے جو آنے والی ہے اور دور صرف وہی ہے جو آنے والی نہیں —— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم انہیں کئی سالوں تک فائدہ اٹھانے کی مہلت دیں —— پھر ان پر وہی عذاب آجائے جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا —— تو وہ

[2] سورۂ جمعہ: ۶۲/۸۔

سامان ان کے کس کام آئے گا؟ جس سے انہیں فائدہ اٹھانے کی مہلت دی گئی تھی۔[3]

کیا تو اسے اپنی مصروفیات سے نکال باہر کرے گا؟ —— کیا آزاد، عقل مند دنیا سے خالی ہاتھ، حسرت کی تصویر بنا ہوا جائے گا؟ —— اس نے کہا کہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ سب صحیح ہے —— لیکن یہ اس کا صرف زبانی جمع خرچ تھا —— حاصل کچھ بھی نہیں کیا —— کیونکہ:

☆ جس طرح دنیا کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح اس نے سامانِ آخرت تیار کرنے کی بالکل کوشش نہیں کی۔

☆ جس طرح اپنی من پسند چیزوں، بلکہ مخلوق کی رضا کی طلب میں کوشش کرتا ہے اتنی کوشش بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں کی۔

☆ جتنا مخلوق میں سے کسی سے شرماتا ہے، اتنا بھی اللہ تعالیٰ سے کبھی نہ شرمایا۔

☆ جتنی تیاری وہ گرمیوں میں کرتا ہے، اتنی بھی آخرت کے لئے نہ کی —— سردیوں کے شروع ہوتے ہی جب تک ضرورت کی تمام چیزیں فراہم نہیں کر لیتا، اسے اطمینان نہیں ہوتا —— حالانکہ سردی اچانک نہیں آتی، اور موت بعض اوقات اچانک آجاتی ہے۔

آخرت یقینی ہے اور اس کا اجر و ثواب اچانک حاصل نہیں کیا جاسکتا —— میں نے اسے کہا کیا تو موسم گرما کی لمبائی کے مطابق تیاری نہیں کرتا؟ —— اور کیا تو جس قدر گرمی برداشت کرسکتا ہے اسی قدر گرمی کے آلات (لباس، پنکھا وغیرہ) فراہم نہیں کرتا؟ ——

اس نے کہا: جی ہاں —— میں نے کہا:

پھر اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی نافرمانی کر جس قدر تو آگ برداشت کرسکتا ہے —— اور آخرت کے لئے اتنی ہی تیار کر جتنی دیر تجھے آخرت میں رہنا ہے۔

[3] سورۃ الشعراء: ۲۶/۲۰۵-۲۰۷۔

اس نے کہا: یہ ضروری ہے، اور کوئی بے وقوف ہی اسے ترک کرنے کی اجازت دے سکتا ہے ——— اس کے باوجود وہ اپنی عادت پر برقرار رہا ——— میں نے اپنے آپ کو بعض حکماء کے قول کے مطابق پایا ——— انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں کا آدھا جسم فالج کا شکار ہو جاتا ہے، پھر بھی باقی آدھا جسم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا ——— میرا خیال ہے کہ میں بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں۔

میں نے جب دیکھا کہ میرا نفس سرکشی میں بڑھتا ہی جا رہا ہے، موت اور قرآن کے وعظ سے بھی نفع حاصل نہیں کرتا ——— تو مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اہم بات یہ ہے کہ اس کے اعتراف اور تصدیق کے باوجود اس کی سرکشی کے اضافے کے سبب کی تحقیق کی جائے ——— کیونکہ یہ تو بہت ہی عجیب صورت حال ہے ——— میں عرصۂ دراز تک اس بات کی تحقیق کرتا رہا ——— یہاں تک کہ میں اس کے سبب سے آگاہ ہو گیا ——— اس وقت میں غمگین ہوں اور اپنے نفس کو اس سبب سے دور رہنے کا مشورہ دیتا ہوں ——— یہ ایک پیچیدہ بیماری ہے ——— اور یہی بے کاری اور فریب خوردہ ہونے کا سبب ہے ——— اور وہ یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ موت کا وقت بہت دور ہے ——— اور اس نے کونسا اچانک آجانا ہے؟ ——— اگر اسے کوئی سچا اور قابل یقین آدمی دن کی روشنی میں یہ خبر دے کہ وہ آج رات مر جائے گا ——— یا ایک ہفتے یا ایک مہینے بعد اس کی موت واقع ہو جائے گی ——— تو وہ سیدھا ہو جائے گا اور راہِ راست پر گامزن ہو جائے گا ——— وہ چیزیں تو الگ رہیں جن کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہیں، ان تمام کاموں کو بھی چھوڑ دے گا جن کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہا ہے اور اس کے باوجود ان کے فریب میں مبتلا ہے۔

تحقیق سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ شام کی امید رکھتا ہو ——— یا اس حال میں شام کرے کہ وہ صبح کی امید رکھتا ہو، وہ سستی اور ٹال مٹول کا شکار ہو جائے گا ——— اور اگر اس نے آخرت کے لئے کوشش کی بھی تو معمولی

سی ہوگی ——— میں اپنے دوست کو اور اپنے آپ کو وہی نصیحت کرتا ہوں، جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے ——— آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم اس طرح نماز پڑھو، جیسے یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہو۔"[1]

نبی اکرم ﷺ کو جوامع الکلم (مختصر الفاظ جن میں معانی کا ایک جہان پنہاں ہو) اور حق و باطل میں فرق کرنے والی گفتگو عطا کی گئی تھی ——— آپ ہی کے ارشادات کے وعظ سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے ——— جس شخص کے دل پر ہر نماز میں یہ تصور غالب ہو کہ یہ میری آخری نماز ہے تو اسے نماز میں حضورِ قلب حاصل ہوگا ——— اور نماز سے آخرت کے لئے تیاری آسان ہوگی ——— اور جو ایسا نہ کر سکے وہ دائمی غفلت، مسلسل دھوکے اور امروز و فردا کے چکر میں رہے گا ——— یہاں تک کہ اسے موت آجائے گی اور یہ افسوس ساتھ لے جائے گا کہ میں کچھ نہ کر سکا۔

میری اس عالم سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مجھے یہ مقام عطا فرمائے ——— کیونکہ میں اس مقام کا طالب ہوں اور تا حال اس کے حاصل کرنے سے قاصر ہوں ——— میری انہیں وصیت ہے کہ وہ اپنے لئے بھی اسی مقام کو پسند کریں ——— اور فریب نفس کے مقامات سے بچیں ——— اور جب نفس اس کا وعدہ کرے تو اس سے حلف لیں ——— کیونکہ نفس کے مکر پر ارباب دانش ہی قابو پا سکتے ہیں۔

(التبر المسبوک - امام غزالی۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

[1] اس حدیث کو امام ابو محمد ابراہیمی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن نجار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ امام سیوطی نے اشارہ کیا کہ یہ حدیث حسن ہے، حافظ مناوی نے اس کی شرح میں فرمایا: امام طبرانی نے اسے معجم اوسط میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا، اس کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کچھ ارشاد فرمائیں، تو نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، دیکھئے جامع صغیر اور اس کی شرح از علامہ مناوی، نیز البیان والتعریف از علامہ حمزاوی: ۸۱/۲۔

سچ کی خوبیاں

بعض حکماء نے سچ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہا: تو سچ کو لازم پکڑ——
ہ کسی دلاور مرد کے ہاتھ میں شمشیر بُراں سچائی سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے——
ں عزت ہے، اگر چہ اس سلسلے میں ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے——
وٹ ذلت ہے، اگر چہ اس سے فائدہ حاصل ہو—— جو شخص جھوٹا مشہور ہو جائے،
کے سچ کا اعتبار نہیں کیا جاتا—— کہا گیا ہے کہ سچ اللہ تعالیٰ کا وہ ترازو ہے: جس پر
و انصاف کا دارومدار ہے—— اور جھوٹ شیطان کا وہ پیمانہ ہے جس کے گرد ظلم
ش کرتا ہے۔

بعض دانشوروں نے کہا کہ اگر عقل مند مروت اور وقار کے پیش نظر ہی جھوٹ کو
ک کرے تو اس کے شایانِ شان ہے—— مزید برآں یہ کہ یہ گناہ بھی ہے—— ابن
ک[1] فرماتے ہیں کہ مجھے گمان نہیں کہ مجھے جھوٹ کے ترک کرنے پر ثواب ملے۔
— کیونکہ میں اسے اس لئے ترک کرتا ہوں کہ مجھے اس سے طبعی طور پر نفرت ہے——
ضرات صداقت میں معروف ہیں ان میں نمایاں شخصیت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ[2]
ہے—— نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

آسمان کی چھت کے نیچے اور زمین کی دھرتی کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچے
لہجے والا کوئی نہیں ہے۔[3]

ک سچی خبر:۔

کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ[4] خلیفہ منصور کے پاس گئے، تو منصور نے
ں کہا: ابوالمنذر! آپ کو یاد ہے؟ کہ میں اور میرا بھائی آپ کے پاس گئے تھے——
ں وقت آپ قصبہ راع میں ستو پی رہے تھے—— اور جب ہم آپ کے پاس سے

رخصت ہوئے تو ہمارے والد نے کہا کہ میں تمہیں اس شیخ کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں—— ان کی فضیلت پہچانو—— تمہاری قوم میں اس وقت تک بھلائی باقی رہے گی، جب تک یہ باقی رہیں گے—— ہشام نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے تو یاد نہیں ہے—— انہوں نے خلیفۂ وقت سے شرم وحیا کی بنا پر جھوٹ نہیں بولا—— بلکہ سچ اختیار کیا—— خلیفہ کی ہیبت انہیں سچ سے برگشتہ نہ کرسکی اور نہ ہی ان کی بنیاد میں تبدیلی آئی—— انہوں نے سچی بات کہہ دی اور انجام کی پروا نہیں کی—— ان کے بعض متعلقین نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا کہ امیر المؤمنین آپ کو اپنے تعلق کی خبر دیتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں—— کہنے لگے: واقعی مجھے یاد نہیں—— اللہ تعالیٰ نے سچائی میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں رکھا۔

اسی طرح ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ حق اور سچ بات کہے—— اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ ہو۔

---

[1] ابن السماک کا نام عبد بن احمد ابوذر انصاری ہروی ہے، حدیث کے عالم اور مالکی حفاظ وفقہاء میں سے تھے، ہرات کے رہنے والے تھے اور وہیں ۴۳۴ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

[2] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت جندب بن جنادہ بنو غفار میں سے تھے، آپ قدیم الاسلام اور اکابر صحابہ میں سے، سچائی میں ضرب المثل تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں ہجرت کرکے شام کے ایک گاؤں میں چلے گئے، وہیں مقیم رہے، زاہد تھے، اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اپنے گھر میں بقدر کفایت بھی مال نہیں رکھتے تھے، فقراء کی امداد کیا کرتے تھے، مالداروں کے اموال کے بارے میں ان کا خاص نقطۂ نظر تھا، مدینہ منورہ میں ان کی رحلت ہوئی۔ ۱۲، حیاۃ الصحابہ کچھ تصرف کے ساتھ۔

[3] یہ حدیث حسن ہے، اسے امام احمد، ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا، امام ترمذی نے اسے کئی مقامات پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے جامع الاصول اور جامع صغیر امام سیوطی، حدیث نمبر ۸۲۵ ے۔

[4] ہشام بن عروہ ابن زبیر بن عوام قریشی اسدی، ان کی کنیت ابومنذر ہے، جلیل القدر تابعی، مدینہ طیبہ کے علماء اور ائمۂ حدیث میں سے ہیں، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، پھر بغداد شریف گئے اور خلیفہ منصور سے ملے، اور اس کے خواص میں شامل ہوئے، ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ ۱۲، الاعلام للزرکلی بتصرف۔

عربوں کی حسین روایات

وفا اور بہادروں کی قدر کرنا عربوں کی سرشت میں داخل ہے، اگر چہ وہ ان کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں —— کہتے ہیں کہ دُرید ابن الصمۃ قبیلہ جشم کے سواروں کی ایک جماعت میں نکلا —— دور جاہلیت میں عربوں کی عادت کے مطابق ان کا پروگرام لوٹ مار اور جنگ کا تھا —— ایک گھر میں تھے کہ درید کی نظر ایک کجاوہ نشین عورت پر پڑی، جس کے ساتھ ایک شہسوار بھی تھا —— درید نے اپنے ایک سوار کو کہا: اس شخص کو للکار اور اسے کہہ کہ اس عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جا —— اس سوار نے جا کر اس شخص کو یہی بات کہی —— اس گھوڑے سوار نے للکارنے والے پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں میں اسے قتل کر دیا —— اور اس کا گھوڑا عورت کے حوالے کر دیا —— تھوڑی دیر بعد درید نے دوسرے سوار کو بھیجا کہ جا کر دیکھے کہ پہلا سوار واپس کیوں نہیں آیا؟ —— وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کا ساتھی زمین پر مردہ پڑا ہے —— اس نے بھی خاتون کے ساتھی کو چیلنج کیا کہ عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا —— اس شخص نے اونٹنی کی نکیل عورت کی طرف اچھال دی اور اس سوار پر حملہ کر دیا —— چشم زدن میں وہ بھی خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔

جب بہت دیر ہوگئی تو درید نے تیسرے سوار کو بھیجا اور کہا دیکھو پہلے دو سواروں نے کیا کیا؟ —— وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں ساتھی قتل ہو چکے ہیں —— اور کجاوہ نشین عورت کا ساتھی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے نیزے سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے فخر اور تکبر کے ساتھ جا رہا ہے —— اس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا کہ عورت کو چھوڑ دے، ورنہ مارا جائے گا —— ربیعہ نے عورت کو کہا تو آبادی میں چلی جا —— اور خود

اس سوار پر حملہ کر دیا، اور اس قوت سے نیزہ مارا کہ اس سوار کے جسم کے پار ہو گیا —— اسے بھی قتل کر کے زمین پر گرا دیا، لیکن اس کا نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔

دُرید پریشان ہو گیا، اس کا خیال تھا کہ میرے ساتھیوں نے اس شخص کو قتل کر کے عورت کو قبضے میں لے لیا ہوگا —— وہ خود ان کے پیچھے گیا —— کیا دیکھتا ہے کہ گھوڑ اسوار ربیعہ ابن مکدم صحیح سالم ہے، لیکن اس کے پاس نیزہ نہیں ہے —— اور وہ اپنے قبیلے کے پاس پہنچ چکا ہے —— دُرید نے بچشم حیرت دیکھا کہ اس کے تینوں ساتھی قتل کئے جا چکے ہیں —— درید کو خطرہ محسوس ہوا کہ ربیعہ ایسا شیر بہادر شہسوار قتل کر دیا جائے گا —— اس نے کہا:

اے شہسوار! اگر چہ تو نے ہمارے تین ساتھی قتل کر دئے ہیں، تاہم تجھ جیسے آدمی کو قتل نہیں ہونا چاہیے —— میں نہیں چاہتا کہ تجھ جیسا نبرد آزما قتل کیا جائے —— اسی لئے میں یہ کارروائی کر رہا ہوں۔

پھر اس نے ایسی بات کہی جو انسانی عظمت، بلندیٔ اخلاق اور قابل قدر چشم پوشی کی دلیل ہے۔

میرا یہ نیزہ لے لے، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تو جرأت اور بہادری کے باوجود قتل کر دیا جائے گا —— گھوڑے اپنے سواروں سمیت روانہ ہو چکے ہیں —— میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے پاس نیزہ نہیں ہے، تو نوجوان ہے، یہ نیزہ لے لے —— میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہا ہوں —— میں انہیں غلط راستے پر لگا دوں گا، تا کہ تیری جان بچ جائے۔

درید نے اپنا نیزہ دے دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا —— انہیں بتایا کہ کجاوہ نشین عورت کا ساتھی اس کی حفاظت میں کامیاب رہا ہے —— وہ بڑا گھاگ قسم کا

شہسوار ہے، اس نے تمہارے تینوں ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور میرا نیزہ بھی چھین لیا ہے ــــ میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے قابو نہیں آئے گا ــــ چنانچہ وہ لوگ ناکام و نامراد واپس اپنی قوم کے پاس چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ربیعہ ابن مُکدّم کی قوم بنو مالک بن کنانہ نے دُرید کے قبیلے بنو جُشم پر حملہ کر دیا ــــ کچھ لوگوں کو قتل کیا، کچھ کو قیدی بنایا اور کچھ کو معاف کر دیا ــــ دُرید بھی قیدیوں میں تھا، لیکن اس نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا ــــ وہ ان کے پاس ہی تھا کہ کچھ عورتیں ایک دوسری کو ہدیہ دینے کے لئے آئیں ــــ انہوں نے جب دُرید کو دیکھا تو ان میں سے ایک عورت دوسری عورتوں سے الگ ہوگئی اور اس نے بلند آواز سے اعلان کیا:

اللہ کی قسم! تم خود بھی ہلاک ہو گئے اور تم نے دوسروں کو بھی ہلاک کر دیا ــــ ہماری قوم نے ہمیں کیسی عار سے دوچار کر دیا ہے؟ ــــ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وہ شخص ہے جس نے کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کے دن ربیعہ کو اپنا نیزہ دے دیا تھا۔

پھر اس نے اپنا کپڑا دُرید پر ڈال دیا اور کہنے لگی:

میں اسے پناہ دیتی ہوں ــــ یہ وہی شخص ہے جس نے کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کے دن وادی میں ہماری امداد کی تھی۔

عورت کے ساتھیوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ ــــ کہنے لگا: میں دُرید بن الصمہ ہوں، ربیعہ ابن مکدّم کا کیا حال ہے؟ ــــ انہوں نے بتایا: اسے بنو سلیم نے قتل کر دیا ہے ــــ پوچھا کہ اس کے ساتھ کجاوے میں سوار عورت کون تھی؟ ــــ عورت نے بتایا:

''اس کا نام ریطہ بنت جذل ہے، اور وہ میں ہی ہوں۔''

اس کے ساتھیوں نے کہا کہ:

ہم درید کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتے ــــ یہ ہماری نظر میں درید کا یادگار واقعہ ہے ــــ نیز یہ بھی کہا کہ ہم اس شخص کو پورے اعزاز اور احترام سے رخصت کریں گے۔

صبح ہوئی تو ان لوگوں نے بالاتفاق اسے آزاد کر دیا اور عزت و آبرو کے ساتھ رخصت کیا ــــ ریطہ نے اسے کپڑے دیئے اور جو کچھ ممکن تھا اسے ساز و سامان دیا ــــ اس طرح درید اپنی قوم کے پاس پہنچا ــــ اور اس کے بعد اس نے زندگی بھر بنو فراس سے جنگ نہیں کی۔

(قصص العرب ــــ بتصرف)

تبصرہ:

یہ تھی اسلام سے پہلے عربوں کی مروت ــــ اسلام نے آ کر اسے تہذیب و ترقی عطا کی ــــ تو عرب دشمنوں تک کے ساتھ سچائی اور وفا کے راستے پر چلتے تھے ــــ عربوں کے نزدیک یہ اعلیٰ اور عظیم فضائل میں سے ہے۔

---

[1] درید بن الصمۃ جشمی بکری، قبیلۂ ہوازن سے تھا، دورِ جاہلیت میں معمر بہادروں میں سے تھا، بنو جُشم کا سردار، شہسوار، قائد اور شاعر تھا، اس نے تقریباً ایک سو جنگوں میں حصہ لیا، زمانۂ اسلام پایا، مگر اسلام نہ لایا، حنین کے دن قتل ہوا، اپنی قوم کا قائد تھا، مگر قوم نے اس کی اطاعت نہ کی۔ ۱۲، الأعلام: ۳۳۹/۲۔

[2] ربیعہ ابن مکدّم بنو کنانہ سے تھا، دورِ جاہلیت میں مضر کے گنے چنے شہسواروں میں سے تھا، عرب کے بڑے اور مشہور بہادروں میں سے تھا، اس کے بہت سے واقعات ہیں، مشہور ترین واقعہ کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کا ہے، اس کی موت کے بعد بھی یہ واقعہ مشہور رہا۔ بنو اسلم نے اسے قتل کیا (متن میں ہے کہ اسے بنو سلیم نے قتل کیا۔ ۱۲ ق) ۱۲، الأعلام: ۱۷/۳۔

غیر مسلم ذمیوں کی رعایت

—— '' جزیہ کی وصولی کے لئے ایک چابک بھی نہ مارنا '' ——

یہ وہ کلمات ہیں جو امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص کو کہے —— جسے آپ نے جزیہ وصول کرنے کے لئے نیشاپور بھیجا تھا —— باب مدینۃ العلم نے ارشاد فرمایا:

ایک درہم کی وصولی کے لئے ایک چابک بھی نہ مارنا —— ان کی سردیوں اور گرمیوں کی روزی اور پوشاک ہرگز فروخت نہ کرنا —— اور نہ وہ جانور بیچنا جس پر وہ کام کرتے ہیں —— اور ایک درہم کے مطالبے کے لئے بھی کسی شخص کو دھوپ میں ہرگز کھڑا نہ کرنا۔

رحمت اور ایمان سے معمور دل سے صادر ہونے والے نادر زمانہ اور مخلصانہ یہ کلمات امیر المؤمنین کی طرف سے جزیہ وصول کرنے والے ثقفی کو پہنچے —— تو وہ حیران رہ گئے کہ کیا کریں؟ —— اگر امیر المؤمنین کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو کچھ بھی جزیہ وصول نہیں ہوگا —— انہوں نے عریضہ ارسال کیا اور اس میں لکھا:

''امیر المؤمنین! اگر آپ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں جس طرح گیا تھا، اسی طرح جزیہ کا مال وصول کئے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔''

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب لکھا —— مال اور جزیئے کی پروا نہیں کی، جیسے بہت سے حکمرانوں کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال ملنا چاہیے، اگرچہ حرام اور مکروہ ہی کیوں نہ ہو —— آپ کا دل خوف خدا سے آباد تھا —— آپ نے جواب میں جزیہ وصول کرنے والے کو بتایا کہ اسلام کس طرح ذمیوں کے ساتھ رواداری

سے پیش آتا ہے؟ —— اور وہ بنیادی قواعد تحریر کئے جن پر اسلام کی بنیاد ہے —— آپ نے انہیں لکھا:

''تم جس طرح گئے تھے، اسی طرح خالی ہاتھ واپس آجاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے —— بندۂ خدا! ہمیں ان سے صرف زائد مال لینے کا حق ہے۔''

یعنی جو ہمارا حق نہیں ہے، وہ لے کر ہم ان پر ظلم نہیں کریں گے —— یہ وہ عظیم تعلیم ہے جو آپ نے بعد والے حکمرانوں کو دی —— رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس نے غیر مسلم ذمی پر ظلم کیا —— یا اس کا حق مارا —— یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی —— یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو ہم قیامت کے دن اس کے خلاف دعویدار ہوں گے۔[۲]

تبصرہ:

یہی وہ عظیم اخلاق ہیں جن کی بنیاد پر مسلمانوں نے بڑے بڑے ممالک فتح کئے اور غیر مسلموں کی حکومتیں الٹ دیں —— مختلف قوموں نے ان کی اطاعت قبول کی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں —— اسی لئے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ عفو اور درگزر کا رویہ اختیار کرتے تھے —— ذمیوں کو کسی بھی قسم کی ایذا پہنچانے سے گریز کرتے رہے —— چنانچہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ کسی ذمی کو جزیہ وصول کرنے کے لئے عذاب نہیں دیا جائے گا —— جزیہ ادا نہ کرنے کی بنا پر دھوپ میں کھڑا نہیں کیا جائے گا —— بلکہ واجب ہے کہ ان کے ذمہ جو جزیہ لازم ہے اس کی ادائی کے لئے ممکن حد تک مہلت اور سہولت دی جائے —— اور چشم پوشی سے کام لیا جائے۔

جن حضرات نے غیر مسلم ذمیوں کو جزیہ وصول کرنے کے سلسلے میں رعایت اور سہولت دی ہے، ان میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں —— جب آپ

ملک شام گئے تو آپ کا گزر دھوپ میں کھڑے ہوئے ذمیوں کے پاس سے ہوا ــــــ آپ نے پوچھا: انہیں دھوپ میں کیوں کھڑا کیا گیا ہے؟ ــــــ بتایا گیا کہ انہوں نے جزیہ ادا کرنے میں تاخیر کی ہے ــــــ ہم نے انہیں جزیہ ادا کرنے تک دھوپ میں کھڑا کر دیا ہے ــــــ آپ نے اس بات کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا:

یہ کس چیز پر قادر ہیں؟ ــــــ یہ کس چیز کی طاقت رکھتے ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جزیہ ادا کرنے کے لئے مال نہیں ہے ــــــ آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو اور انہیں اس کام کا پابند نہ کرو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے ــــــ آپ کے حکم پر انہیں رہا کر دیا گیا۔

صرف جزیہ کی وصولی میں نہیں بلکہ خراج وصول کرنے میں بھی ان سے مہربانی اور درگزر کا سلوک کیا گیا۔

حضرت فاروق اعظم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مصر کا خراج جلد بھجوائیں ــــــ انہیں تاخیر کرنے پر ملامت کی ــــــ کیونکہ انہیں علم تھا کہ حجاز مقدس میں مسلمانوں کو مال کی سخت حاجت ہے ــــــ انہیں تاکید کی کہ خراج جلد ارسال کریں ــــــ حضرت عمرو نے جواب میں وہ بات لکھی جسے شریعت اسلامیہ ذمیوں کے حق میں پسند کرتی ہے، یعنی ان کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے ــــــ انہوں نے لکھا کہ مصر والوں نے مجھ سے غلوں کے پک جانے تک مہلت مانگی ہے ــــــ اور اگر میں ان سے جلدی کا مطالبہ کروں گا تو وہ اپنی ضرورت کی چیزیں فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ــــــ امیر المؤمنین! یہ وجہ ہے جس کی بنا پر تاخیر ہوئی ــــــ حضرت فاروق اعظم نے ان کی معذرت قبول کی اور ان کی تائید کی ــــــ اگرچہ آپ کو مال کی شدید حاجت تھی تاہم آپ نے ذمیوں کی رعایت کو مسلمانوں کی حاجت پر مقدم رکھا۔

اسلام نے جو سہولت اور آسانی فراہم کی ہے، اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اسلام نے جزیہ، خراج اور عشر (دسواں حصہ) ان کمزور اور فقیر لوگوں کو معاف کر دیا ہے جو ادا

کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۱- مسکینوں، فقیروں اور غلاموں کو معاف کر دیا، کیونکہ ان کی ملکیت میں ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔

۲- عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مستثنیٰ کیا ہے، کیونکہ وہ ہتھیار نہیں اٹھا سکتے اور ان کے خلاف اعلانِ جنگ بھی نہیں کیا جاتا۔

۳- نابینا، فقیر اور اپاہج بھی پابند نہیں ہیں کیونکہ یہ کمانے اور کام کرنے سے عاجز ہیں۔

۴- بچوں اور پاگلوں کو پابند نہیں کیا، کیونکہ اسلام نے انہیں عبادت تک کا مکلف نہیں کیا۔

۵- اہل کتاب کے دینی پیشوا اور عبادت گزار جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے لئے وقف کر رکھا ہے، ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

(کتاب الخراج۔ امام ابو یوسف۔ سماحۃ الاسلام۔ بتصرف)

تبصرہ:

یہ ہے غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ اسلام کی رحمت اور مہربانی ــــــ اتنی فراخ دلی کا مظاہرہ خود ان کے دین والے نہیں کرتے تھے ــــــ عوام ٹیکسوں کی بھرمار سے تنگ تھے ــــــ اسلام آیا تو وہ دوڑ کر آئے اور فرداً فرداً اور جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہو گئے ــــــ کیونکہ انہیں اسلام میں عدل وانصاف ملا، رحمت اور فراخ دلی ملی۔

---

[1] سیدنا علی بن ابی طالب بن عبد المطلب ہاشمی قریشی رضی اللہ عنہ، آپ کی کنیت ابو الحسن ہے، آپ چوتھے خلیفہ راشد، امیر المؤمنین، اور ان دس حضرات میں سے ایک ہیں، جنہیں جنت کی بشارت دی گئی، نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں، شہرۂ آفاق بہادر، عظیم خطیب، عالم اور فقیہ ہیں، حضرت خدیجہ کے بعد (بچوں میں سے) سب سے پہلے اسلام لائے، ہجرت سے ۲۳ سال پہلے مکہ معظمہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، حضور نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ پرورش پائی، اکثر جنگوں میں جھنڈا آپ کے پاس تھا، کوفہ میں وفات پائی، عبد اللہ ابن ملجم مرادی نے ۴۰ھ میں آپ کو شہید کیا- ۱۲، الاصابہ، کسی قدر تصرف کے ساتھ-

[2] حافظ عجلونی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں: ''اسے امام ابو داؤد نے سند حسن سے روایت کیا''

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''مقاصد حسنہ میں ہے اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے'' پھر فرماتے ہیں: ''لیکن امام احمد بن حنبل نے فرمایا اس کی کوئی اصل نہیں ہے''، ممکن ہے ان کا یہ مطلب ہو کہ یہ حدیث جن الفاظ کے ساتھ زبانوں پر مشہور ہے ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور وہ یہ الفاظ ہیں'' (ترجمہ) جس نے ذمی کو ایذا دی ہم قیامت کے دن اس کے خلاف مدعی ہوں گے''۔۔۔ خوب غور وفکر کیجئے۔ دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر: ۲۳۴۱۔

۳ حضرت عمرو بن عاص بن وائل سہمی قریشی ؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، فاتح مصر، عرب کے عظیم سپوت، دانشور اور صاحب فکرو احتیاط تھے، حدیبیہ کی صلح کے عرصہ میں ایمان لائے، نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا، حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں اسلامی لشکروں کے کمانڈروں میں سے تھے، آپ نے انہیں پہلے فلسطین پھر مصر کا گورنر بنایا، حضرت عثمان غنی ؓ نے انہیں اپنے دور میں معزول کردیا، ہجرت سے پچاس سال پہلے پیدا ہوئے ۴۳ھ قاہرہ میں رحلت ہوئی، کتب حدیث میں آپ کی ۳۹ حدیثیں مروی ہیں۔۱۲، الأعلام: ۷۹/۵۔ اور اصابہ کسی قدر تصرف کے ساتھ۔

نظام مصطفےٰ نظام رحمت

یہ انصاف نہیں کہ تم اس کی جوانی سے فائدہ اٹھاؤ اور بڑھاپے میں اسے بے یارومددگار چھوڑ دو

حضرت عمر بن خطاب ؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو راستے میں لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا۔۔۔ آپ نے اسے فرمایا: تمہیں کس چیز نے بھیک مانگنے پر مجبور کیا؟۔۔۔ اس نے کہا جزیئے، بڑھاپے اور حاجت نے۔۔۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: تم کس قوم سے ہو؟۔۔۔ اس نے کہا: یہودی ہوں۔۔۔ آپ اسے عزت کے ساتھ اپنے گھر لے گئے، مال عطا کیا اور اس کا جزیہ معاف کردیا۔۔۔ اور اپنے عامل کو لکھا:

''اسے اور اس جیسے ضعیف افراد کو دیکھو۔۔۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ اس کی جوانی کی کمائی حاصل کرو اور بڑھاپے میں اسے بے یارومددگار چھوڑ دو۔''

حضرت فاروق اعظم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے لئے کافی وظیفہ بھی بیت المال سے مقرر کردیا۔۔۔ یعنی زکوٰۃ سے نہیں بلکہ صدقات وغیرہ سے۔

اسلام نے غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ کمال رواداری کا سلوک کیا۔۔۔ اس کا عظیم نمونہ یہ تھا کہ غیر مسلم ذمیوں نے اسلام کے قواعد، مقاصد اور انسانیت نواز انداز دیکھے۔۔۔ وہ اپنے بادشاہوں اور حکام کے معاملات سے تنگ تھے۔۔۔ انہوں نے اسلام کا وہ ہمدردانہ رویہ دیکھا جو انہیں اپنے حکمرانوں سے دیکھنے کو نہیں ملا تھا۔۔۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جبر اور خوف کے بغیر خوشی خوشی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔۔۔ خصوصاً جب انہوں نے دیکھا کہ ٹیکسوں میں انہیں بہت چھوٹ اور رعایت دی جارہی ہے۔۔۔ اس طرح

سلام نے انسانیت کے لئے رحمت وشفقت کے دروازے کھول دئے ـــــ خصوصا
کمزوروں ، فقیروں، بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کو مراعات سے نوازا
ـــــ انہوں نے رومیوں، فارسیوں اور دوسری قوموں کی نسبت اسلام کے زیر سایہ
نیاوی زندگی آسان پائی ـــــ چنانچہ مختلف قومیں برضا ورغبت اسلام میں داخل ہوگئیں۔

اسلام کے بلند اخلاق کی ایک قابل ذکر مثال یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید ؓ
نے عراق میں حیرہ کے باشندوں سے یہ معاہدہ کیا ـــــ کہ:

☆ جب کوئی شخص کمائی کے قابل نہ رہے۔
☆ یا وہ کسی آفت کا شکار ہو جائے۔
☆ یا مالدار فقیر ہو جائے ـــــ اور
☆ وہ ایسا بھکاری بن جائے کہ اس کے دین والے اسے صدقہ دینے لگیں۔

اسے جزیہ معاف ہے اور نہ صرف اسے، بلکہ اس کے کنبے کو بھی مسلمانوں کے
بیت المال سے وظیفہ دیا جائے گا ـــــ یہاں تک کہ وہ مالی طور پر مستحکم ہو جائے۔

اس سے بھی بڑی مثال یہ ہے کہ جب شاہ روم ہرقل نے اسلامی لشکروں کا مقابلہ
کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر تیار کیا ـــــ اس وقت عساکر اسلام کے مرکز مختلف جگہوں
پر تھے ـــــ مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ اپنی تمام قوتیں اس معرکے پر مرکوز کر
دیں ـــــ یہ صورت حال اسلامی لشکروں کے کمانڈر ان چیف حضرت ابوعبیدہ ؓ کو
معلوم ہوئی ـــــ تو انہوں نے شام کے فتح کئے ہوئے شہروں کے گورنروں کو لکھا کہ ان
شہروں کے باشندوں سے جو جزیہ تم نے وصول کیا ہے، انہیں واپس کر دو ـــــ اور ان
شہروں کے باشندوں کو لکھا کہ:

ہم نے تمہارے مال تمہیں واپس کر دئے ہیں ـــــ کیونکہ ہمیں اطلاع مل چکی

ہے کہ ہمارے مقابل بہت سارے لشکر جمع کئے گئے ہیں ـــــ تمہارے ساتھ ہماری شرط یہ
تھی کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے ـــــ لیکن اس وقت ہم تمہاری حفاظت کرنے کی
پوزیشن میں نہیں ہیں ـــــ ہم اپنی اسی شرط پر قائم ہیں۔

چنانچہ حکومت کے خزانے سے بہت سارے اموال ان شہروں کے باشندوں کو
واپس کر دئے گئے۔

ان شہروں کے غیر مسلم باشندے مسلمانوں کے کمانڈروں کے لئے نصرت و
برکت کی دعائیں مانگتے تھے ـــــ اور کہتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ آپ کو جلد ہمارے پاس واپس لائے ـــــ اور آپ کو روم اور اس
کے حکمرانوں پر فتح عطا فرمائے۔

جب رومیوں نے مسلمانوں کو شام اور فلسطین سے نکال دیا تو وہاں عیسائی
باشندوں نے رومیوں کے اقتدار پر مسلمانوں کے اقتدار کو ترجیح دی ـــــ اور جب
اسلامی لشکر وادیٔ اردن پہنچا اور وہاں حضرت ابوعبیدہ ؓ نے لشکر کی صف بندی کی تو ان
شہروں کے عیسائیوں نے آپ کو لکھا:

مسلمانو! رومی اگرچہ ہمارے دین پر ہیں، لیکن تم ہمیں ان سے زیادہ محبوب
ہو ـــ تم ہمارے حقوق بہتر ادا کرتے ہو ـــــ تم ہم پر زیادہ مہربان ہو ـــ ہم
پر ظلم کرنے سے گریز کرتے ہو اس لئے تمہاری حکومت بہتر ہے ـــ لیکن اس کا
کیا کیا جائے کہ رومی ہمارے اقتدار اور ہمارے گھروں پر مسلط ہو چکے ہیں۔

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف۔ فتوح البلدان، بلاذری، احکام سلطانیہ، ماوردی، بتصرف)

تبصرہ:

یہ ہے اسلام کی فراخ دلی ذمیوں اور دوسرے لوگوں کے لئے ——— جب کہ ہمیں بیسویں صدی میں تہذیب اور کمزوروں کی امداد کے لمبے چوڑے دعوے کرنے والی مہذب قوموں میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ملتا ——— یہی وجہ تھی کہ اسلام تھوڑی سی مدت میں کرۂ ارض پر چھا گیا ——— اور اس کے انوار لوگوں کے دلوں میں جگمگا اٹھے ——— اور لوگ خوش دلی سے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

اکیسویں صدی عیسوی کا آغاز مسلمانوں کے لہو سے خوں رنگ ہے، ظلم کی طاغوتی قوتوں کے منہ کو بے شک مسلمانوں کا خون لگ چکا ہے ——— لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ظلم سے دنیا بھر کے دلوں کو نفرت کی آماجگاہ تو بنایا جا سکتا ہے انہیں محبت سے معمور نہیں کیا جا سکتا ——— نیز اللہ واحد قہار کا قانون قدرت ہے کہ جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے، تو مٹ جاتا ہے۔

۱۲۔ شرف قادری

حاضر جوابی اور بے باکی

ایک دن نامور محدث، فقیہ اور پیکر ورع وتقویٰ امام سفیان بن عیینہ[1] رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں حاضر ہونے والے طلباء اور سوال وجواب کرنے والوں سے دل برداشتہ تھے ——— کہنے لگے:

کیا یہ بدقسمتی نہیں ہے؟ کہ میں حمزہ ابن سعید[2] کی مجلس میں حاضر ہوا ——— اور وہ ابوسعید خدری[3] کی مجلس میں حاضر ہوئے ——— میں نے زانوئے تلمذ عمرو بن دینار[4] کے سامنے اور انہوں نے عبداللہ ابن عمر[5] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے طے کیا ——— میں نے زہری[6] کی اور انہوں نے انس بن مالک[7] رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی ——— یہاں تک کہ ارباب علم کی ایک جماعت کا شمار کیا۔

پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگے: اور آج میں تمہارے ساتھ بیٹھتا ہوں ——— مجلس پر سناٹا چھا گیا اور کسی نے بھی بولنے کی جرأت نہ کی ——— مجلس میں سے ایک نوجوان اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ابو محمد! کیا آپ انصاف فرمائیں گے؟ ——— امام سفیان ابن عیینہ نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ ——— نوجوان نے حیرت انگیز ادیبانہ جرأت کا مظاہرہ کیا، جسے تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ——— کہنے لگا:

ابو محمد! اللہ کی قسم! آپ کا ہمارے پاس بیٹھنا اتنی ناگوار بات نہیں ہے، جتنا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا آپ کے پاس بیٹھنا ناگوار ہے ——— (یعنی ہمارے اور آپ کے درمیان مرتبے کا جو فرق ہے، اس سے کہیں زیادہ آپ کے اور صحابۂ کرام کے درمیان فرق ہے)۔

امام سفیان نے اپنا سر جھکا لیا ——— انہیں اس نوجوان کی صاف گوئی اور بے باکی

نے حیران کر دیا —— اس کی بات کو تسلیم کیا اور اپنی جگہ شرمندہ ہو کر رہ گئے —— اور زبان خاموشی سے ابونواس ۸ کا وہ شعر پڑھا:

مُتْ بِدَاءِ الصَّمْتِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ دَاءِ الْكَلَامِ

إِنَّمَا السَّالِمُ مَنْ أَلْجَمَ فَاهُ بِلِجَامِ

خاموشی کی موت مرنا، تیرے لئے گفتگو کی بیماری سے بہتر ہے۔

سلامتی والا وہ ہے جو اپنے منہ کو لگام دے کر رکھے۔

حاضرین اس نوجوان کے ذہن کی تیزی پر انگشت بدنداں رہ گئے ——

حضرت سُفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لڑکا تو سلاطین کی مجلس کے لائق ہے —— اور آپ کی فراست سچی ثابت ہوئی —— یہ لڑکا یحیی ابن اکثم تمیمی ۹ تھا، جو بعد میں کوفہ کا قاضی بنا —— اور اتنی ترقی کی کہ مامون ۱۰ نے اسے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) اور امور مملکت کا ناظم (وزیر اعظم) بنا دیا۔

(تاریخ بغداد۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

---

۱ سفیان بن عیینہ ابن میمون ہلالی، کوفی، حرم مکی کے محدث تھے، ان کی کنیت ابو محمد تھی، کوفہ میں پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں رہے اور وہیں وفات پائی، حافظ الحدیث اور وسیع علم کے مالک تھے، امام شافعی نے فرمایا:

''اگر سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو جاتا۔''

ستر حج کئے، ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات پائی -۱۲، الأعلام: ۱۰۷/۳-

۲ حمزہ ابن سعید مروزی کی کنیت ابو سعید تھی، وہ تام ضبط رکھنے والے حافظ الحدیث تھے، انہوں نے ابن عیینہ، حفص بن غیاث وغیرہم سے روایت کی، ابن حبان نے ان کا ذکر مستند محدثین میں کیا ہے -۱۲، تہذیب التہذیب: ۳۰/۳-

۳ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک انصاری خزرجی ہے، آپ کنیت کے ساتھ مشہور ہیں، احد کے موقع پر انہیں کم عمر قرار دیا گیا (اور جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دی گئی) آپ کے والد اس غزوہ میں شہید ہوئے، آپ اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے، نبی اکرم ﷺ سے کثیر حدیثیں روایت کیں، آپ نوعمر صحابۂ کرام میں زیادہ فقیہ اور فضیلت والے تھے -۷۴ھ میں فوت ہوئے -۱۲، اصابہ۔

۴ عمرو بن دینار جمحی کی کنیت ابو محمد تھی، فارسی الاصل تھے، مکہ معظمہ کے مفتی اور فقیہ تھے، ۴۶ھ صنعاء میں

پیدا ہوئے، شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ حدیث کو یاد کرنے والا نہیں دیکھا، مستند اور پختہ کار محدث تھے، مکہ معظمہ ۱۲۶ھ میں وفات ہوئی -۱۲، تہذیب الکمال بتصرف-

۵ ابن عمر: عبد اللہ ابن عمر بن خطاب قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد ماجد کے ہمراہ ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہی ہجرت کی، بکثرت احادیث کے راوی ہیں، صحابہ کرام کے فقہاء اور اتقیاء میں سے تھے، جب آپ کی وفات ہوئی تو لوگوں میں آپ جیسا کوئی نہ تھا، بدر میں حاضر ہوئے، بعثت کے تیسرے سال پیدا ہوئے اور ۸۷ سال کی عمر میں آپ کی رحلت ہوئی -۱۲، الاصابہ-

۶ الزہری: محمد بن مسلم بن عبد اللہ زہری قریشی، اکابر حفاظ حدیث اور فقہاء میں سے تھے، آپ ہی نے سب سے پہلے حدیث مدون کی، تابعی ہیں -۵۸ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے انہیں دو ہزار دو سو حدیثیں یاد تھیں -شام میں قیام پذیر ہوئے -شغب شہر میں ۱۲۴ھ میں انتقال ہوا -۱۲، الأعلام: ۹۷/۷

۷ حضرت انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی، رسول اللہ ﷺ کے خادم اور بکثرت احادیث روایت کرنے والے صحابی ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا یہ آپ کا خادم ہے، نبی اکرم ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی، بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے، اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی -۱۲، اصابہ-

۸ ابونواس حسن بن ہانی، اپنے دور میں شاعر عراق تھا، ۱۴۶ھ اہواز میں پیدا ہوا، بصرہ میں پلا بڑھا، پھر بغداد شریف گیا اور بنو عباس کے خلفاء کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور ان میں سے بعض کی مدح و ثنا کی، ۱۹۸ھ بغداد شریف میں فوت ہوا، امام شافعی نے اس کے بارے میں فرمایا:

''اگر ابونواس کی فحش گوئی نہ ہوتی تو میں اس سے علم حاصل کرتا'' ۱۲، الأعلام: ۲/ ۲۲۵-

۹ یحیٰ ابن اکثم بن محمد تمیمی مروزی، ان کی کنیت ابو محمد تھی، مشہور اور بلند مرتبہ قاضی اور عالی فکر فقیہ تھے، ۱۵۹ھ مرو میں پیدا ہوئے، مامون نے انہیں بغداد میں قاضی القضاۃ مقرر کیا، یہ مامون کے دل پر چھائے ہوئے تھے، انہوں نے کئی جنگوں اور حملوں میں حصہ لیا، مامون کی وفات کے بعد معتصم نے انہیں معزول کر دیا، چنانچہ یہ اپنے گھر بیٹھ گئے، پھر متوکل نے انہیں قاضی مقرر کیا، بعد ازاں اس نے بھی معزول کر دیا، کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں رہے، اپنے وطن واپس آ رہے تھے، ۲۴۲ھ میں فوت ہو گئے -۱۲، الأعلام: ۱۳۸/۸-

۱۰ ابو العباس عبد اللہ ابن ہارون الرشید، عراق میں بنو عباس کا ساتواں خلیفہ تھا، اپنی سیرت، علم اور ملک کی وسعت کے اعتبار سے بڑا بادشاہ تھا، اس نے علماء کو قریب کیا اور انہیں احترام دیا، بہت سے یونانی اور فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کروایا، ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۱۸ھ میں فوت ہوا -۱۲، الأعلام: ۱۴۲/۴-

صدیق اکبر کی ہدایات

رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کو جھنڈا باندھ کر دیا، اس کے بعد آپ رحلت فرما گئے —— حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کرتے وقت جو وصیت فرمائی وہ گوش دل سے سننے کے لائق ہے —— کیونکہ اس میں ایسی اسلامی تعلیمات ہیں جو تمام جہان کے لئے رحمت اور برکت ہیں —— ان کا مقابلہ تہذیب و ثقافت کی دعویدار موجودہ بیسویں صدی سے کیجئے —— پوری دنیا کے مقابلے میں اسلام کی عظمت ظاہر ہو جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:

لوگو! ٹھہر جاؤ، میں تمہیں دس باتوں کی تاکید کرتا ہوں، انہیں مجھ سے یاد رکھنا۔

☆ خیانت نہ کرنا

☆ مال غنیمت میں سے کچھ نہ چھپانا

☆ معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرنا

☆ کسی جان دار کے اعضاء نہ کاٹنا

☆ کسی بچے، بوڑھے ضعیف اور عورت کو قتل نہ کرنا

☆ کسی کھجور کو کاٹنا، نہ ہی جلانا

☆ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا

☆ کھانے کی ضرورت کے بغیر کسی بکری، گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا

☆ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں کے لئے وقف کر دیا ہے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا

☆ تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہارے پاس برتنوں میں رنگا رنگ کھانے لائیں گے —— جب تم ان میں سے کچھ کھاؤ تو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا

اب اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔

(الخلفاء الراشدون۔ للنجار۔ بتصرف)

تبصرہ:

اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو اور ان پر رحم فرمائے —— انہوں نے صرف ان مجاہدین اور مسلم اُمّہ کو نصیحت نہیں کی، بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو ایک اہم نصیحت سے روشناس کرایا ہے —— مسلمان مجاہدین نے ان کی نصیحت کی روح پر عمل کیا اور دشمنوں پر فتح پائی —— یہ اسلام کی بنیادی اور عمدہ ترین تعلیمات ہیں جنہیں عقل سلیم قبول کرتی ہے۔

ہمیں اسلام کی تعلیم اور فراخ دلی پر غور کرنا چاہیے جو پوری عظمت کے ساتھ ان ہدایات میں جلوہ گر ہے —— نیز علم، تہذیب و تمدن اور روشنی کے دعویدار ممالک کے کرتوتوں اور اسلام کی جنگ اور فتح کے درمیان موازنہ کرنا چاہیے —— ترقی اور تہذیب کے دعویدار یہ ممالک جنگوں اور فتوحات میں اچانک اور اذیت ناک حملے کو کامیابی قرار دیتے ہیں —— ان کے نزدیک کسی بچے، بوڑھے، عورت یا فقیر کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے —— پھر یہ اپنے مخفی عزائم کو دھوکے اور فریب سے پورا کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے —— اور ایسے حربے استعمال کرتے ہیں جن کی اجازت نہ تو شرافت دیتی ہے اور نہ ہی صحیح دین۔

افغانستان میں کیا ہوا؟ دنیا کی طاقتور ترین قوت دنیا کے کمزور ترین ملک پر بغیر کسی ثبوت جرم کے چڑھ دوڑتی ہے اور قیدیوں کو کیوبا کے پنجروں میں بند کر دیتی ہے، انہیں وکیل تک کی سہولت فراہم نہیں کی جاتی، یہ جنگل کا قانون نہیں ہے تو کیا ہے؟ قادری

احساس ذمہ داری

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ تیرا گناہ نہیں، بلکہ میری ذمہ داری ہے

یہ وہ کلمات ہیں جو امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نصر بن حجاج کو کہے۔ یہ ایک نوجوان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے دل فریب حسن و جمال عطا فرمایا تھا ـــــ اور عورتیں راتوں کو اس کے نام کے گیت گاتی تھیں۔

اس کا سبب یہ تھا کہ خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب نے لوگوں کی جانوں، عزتوں اور مالوں کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی تھی ـــــ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ ایک عورت کے گانے کی آواز ان کے کان پر میں پڑی ـــــ وہ کہہ رہی تھی:

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى خَمْرٍ فَاَشْرَبَهَا
اَمْ هَلْ سَبِيْلٌ اِلٰى نَصْرِبْنِ حَجَّاجٍ

کیا مجھے پینے کے لئے شراب مل سکتی ہے؟ ـــــ یا نصر بن حجاج تک پہنچنے کا راستہ مل سکتا ہے؟

حضرت فاروق اعظم نے دل میں سوچا کہ یہ نصر بن حجاج کون ہے؟ جس کے بارے میں پردہ نشین خواتین گیت گاتی ہیں ـــــ کیا عمر کے دور میں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ صبح ہوئی تو اس کے بارے میں دریافت کیا ـــــ آپ کو بتایا گیا کہ وہ بنو سُلیم میں سے ہے ـــــ آپ نے اسے طلب کیا، جب وہ آیا تو دیکھا کہ وہ تو واقعی حسن و جمال کا پیکر مجسم ہے ـــــ وہ تو عورتوں کے لئے آئیڈیل بلکہ فتنہ ہے ـــــ آپ نے اسے حکم دیا کہ سر کے بال استرے سے منڈوا دے ـــــ حکم کی تعمیل کی گئی تو اس کا حسن مزید دوبالا ہو گیا ـــــ تب آپ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تو

اس خطۂ زمین پر نہیں رہے گا، جہاں میں موجود ہوں۔

اسے ضرورت کا ساز و سامان دے کر بصرہ کے ایک گاؤں میں بھیج دیا۔

اسی طرح ایک رات گشت پر نکلے تو کچھ عورتوں کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ـــــ ایک عورت نے پوچھا: مدینہ منورہ کا حسین ترین نوجوان کونسا ہے؟ ـــــ دوسری عورت نے کہا: ابوذئب، میں نے اس سے زیادہ خوبصورت آج تک نہیں دیکھا ـــــ صبح ہوئی تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا اور اسے طلب کیا ـــــ جب اسے دیکھا تو وہ سچ مچ انسانوں کے درمیان چلتا پھرتا فتنہ دکھائی دیا ـــــ آپ کو محسوس ہوا کہ یہ تو مسلمانوں کی عزتوں کے لئے خطرہ ہے ـــــ آپ نے فرمایا:

اللہ کی قسم! تو بھیڑیا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو تو عورتوں کا بھیڑیا ہے ـــــ پھر فرمایا: میری جان کے مالک کی قسم! میں اور تم ایک آبادی میں نہیں رہ سکتے۔

اسے ضرورت کی چیزیں فراہم کیں اور اسے بصرہ بھیج دیا ـــــ اور اس طرح اس کا شر اور فتنہ دور کر دیا۔

یہ تھا حضرت فاروق اعظم کو بڑی باز پرس کا احساس ـــــ آپ فرمایا کرتے تھے:

مجھ سے قیامت کے دن مسلمانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ـــــ مجھ ہی سے آخرت میں مسلمانوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کے سبب اس بھاری ذمہ داری کے شعور نے انہیں امتِ مسلمہ کا پاسبان بنا دیا تھا ـــــ جو حاکم خیانت، فریب اور غداری کا مرتکب ہو اس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

نصر بن حجاج کی ماں حضرت فاروق اعظم کے پاس حاضر ہوئی ـــــ اور کہنے لگی:

آپ کے بیٹے عبداللہ کی ماں تو اپنے بیٹے سے پیار کرتی ہے اور اسے دیکھ کر راحت حاصل کرتی ہے ـــــ آپ نے میرے بیٹے کو جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا ہے ـــــ اور مجھے درد وغم میں مبتلا کر دیا ہے۔

فاروق اعظم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر نوخیز لڑکیاں میرے بیٹے عبداللہ کا ذکر اس رومانوی انداز میں کریں جس طرح تیرے بیٹے نصر بن حجاج کا کرتی ہیں تو میں اپنے بیٹے کو بھی اس کے پاس بھیج دوں گا ـــــ لیکن ان دونوں میں فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق پر رحمت و رضوان کی برکھا برسائے ـــــ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی جان، عزت اور مال کا محافظ سمجھتے تھے ـــــ اسی لئے آپ نے لشکروں کے کمانڈروں کو حکم دے رکھا تھا کہ شادی شدہ افراد کو چار ماہ میں پندرہ دن کے لئے ان کے اہل وعیال کے پاس بھیج دیا کریں ـــــ تاکہ ان کی پاک دامنی محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا عمل اپنایا جا سکے۔

خلیفۂ وقت

اور ایک عام آدمی عدالت میں

مامون الرشید کے پاس ایک شخص حاضر ہوا ـــــ اس کے پاس ایک پرچہ تھا جس میں امیر المؤمنین کے ظلم کی شکایت کی گئی تھی ـــــ مامون کو تعجب ہوا کہ یہ شخص میرے ظلم کی شکایت کر رہا ہے اور مجھے اس کا علم ہی نہیں ہے ـــــ اس شخص سے پوچھا کہ میرا ظلم کیا ہے؟ ـــــ وہ کہنے لگا کہ امیر المؤمنین! کیا میں آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے بات کر رہا ہوں؟ ـــــ مامون اس کی بات سن کر حیران رہ گیا ـــــ کہنے لگا: تجھ پر کیا ظلم کیا گیا ہے؟ ـــــ کہنے لگا کہ:

آپ کے وکیل سعید نے مجھ سے تیس ہزار دینار کے جواہر خریدے ہیں۔

مامون نے کہا کہ:

اس نے تجھ سے جواہر خریدے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ـــــ تو میرے پاس میرے ظلم کی شکایت کرنے حاضر ہوا ہے۔

اس نے کہا:

جی ہاں! امیر المؤمنین! جب آپ کا اسے وکیل بنانا درست ہے تو زیادتی بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔

مامون نے کہا:

ہو سکتا ہے سعید نے تم سے جواہر خریدے ہوں اور ان کی رقم ادا کر دی ہو ـــــ یا اس نے اپنے لئے جواہر خریدے ہوں ـــــ ان دونوں صورتوں میں تمہارا حق لازم نہیں آئے گا ـــــ اور میری طرف سے تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

مامون نے گمان کیا کہ اس کا ذمہ بری ہو گیا ہے اور ظلم کی شکایت بھی ختم ہو گئی ہے ——— اور معقول دلیل سے اسے لاجواب کر دیا ہے ——— لیکن وہ شخص مامون کی بات سے مطمئن نہیں ہوا ——— اور کہنے لگا:

امیر المؤمنین! حضرت عمر بن خطاب ؓ کی وصیت میں آیا ہے کہ گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور منکر کے ذمہ قسم ہے۔

مامون نے کہا:

تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں ——— لہذا میرے ذمہ یہ ہے کہ میں تمہارے لئے قسم کھاؤں ——— اور اگر میں قسم کھاؤں تو میں سچا ہوں گا ——— کیونکہ مجھے علم نہیں ہے کہ تمہارا کوئی حق میرے ذمہ لازم ہے۔

اس شخص نے کہا:

مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو اس قاضی کے پاس بلاؤں جسے آپ نے رعایا کے لئے مقرر کیا ہے۔

مامون نے کہا: ٹھیک ہے ——— وہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ ایک عام آدمی کے ساتھ قاضی کے سامنے حاضر ہو ——— اس نے نہ تو تکبر کیا اور نہ ہی عار محسوس کی ——— مامون نے کہا: میرے پاس قاضی یحییٰ ابن اکثم کو بلایا جائے ——— قاضی صاحب آگئے تو مامون نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ کیجئے ——— قاضی نے کہا: مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے؟ مامون نے کہا: ہاں ——— قاضی نے کہا:

آپ نے یہ مقدمہ مجلس قضا (عدالت) میں پیش نہیں کیا۔

مامون نے کہا:

میں یہ مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

مامون نے قاضی (جج) کے حکم کی تعمیل کی ——— لوگ مامون کو دیکھ رہے تھے

اور کہہ رہے تھے کہ خلیفہ کس طرح اس بات پر راضی ہو گا؟ کہ ایک بازاری آدمی کے ساتھ قاضی کے سامنے مقدمہ لڑے اور عوام دیکھ رہے ہوں ——— قاضی صرف اس صورت میں فیصلہ کرنے پر راضی ہوا کہ باقاعدہ عدالت لگے، لوگ دیکھ اور سن رہے ہوں اور خلیفۂ وقت ان کے درمیان موجود ہو ——— خلیفہ نے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ میرے اور مدعی کے درمیان بند کمرے میں فیصلہ کیا جائے ——— قاضی نے کہا کہ:

سب سے پہلے تو عوام الناس کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے تاکہ عدالتی مجلس کا ماحول قائم ہو۔

مامون نے کہا: عوام کو اجازت دے دو ——— چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا اور عوام کو عدالت میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی ——— پھر ظلم کی فریاد کرنے والے شخص کو بلایا گیا ——— قاضی نے اسے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ اور تم پر کیا ظلم کیا گیا ہے؟ ——— اس نے کہا:

میری گزارش ہے کہ آپ میرے فریق ثانی امیر المؤمنین مامون کو بلائیں۔

پیش کار نے اعلان کیا کہ امیر المؤمنین! تشریف لائیں ——— مامون آیا تو اس کے ساتھ اس کا غلام مصلاً اٹھائے ہوئے تھا ——— مامون قاضی یحییٰ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ——— قاضی بیٹھا رہا، شریعت اور فیصلے کے احترام کے پیش نظر کھڑا نہیں ہوا ——— غلام نے امیر المؤمنین کے بیٹھنے کے لئے مصلاً بچھا دیا ——— قاضی نے کہا:

امیر المؤمنین! آپ مدعی کے مقابل امتیازی نشست اختیار نہ کریں۔

مدعی کے لئے بھی مصلاً بچھا دیا گیا ——— تاکہ دونوں کی نشست برابر ہو۔

پھر قاضی نے اس شخص کے دعوے کی طرف توجہ کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مامون پر قسم آتی ہے ——— اس سے قسم کا مطالبہ کیا ——— مامون نے جبر و اکراہ اور شرمندگی کے بغیر رضامندی سے قسم کھائی ——— لوگ دیکھ اور سن رہے تھے ——— اور ایک عام آدمی

کے سامنے خلیفہ کے قسم اٹھانے پر حیرت زدہ تھے ——— مامون کے قسم کھاتے ہی قاضی یحییٰ اچھل کر سیدھے کھڑے ہو گئے ——— مامون نے انہیں پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے کھڑا کیا ہے؟ قاضی نے جواب دیا:

"میں اللہ تعالیٰ کے حق میں مصروف تھا، وہ میں نے آپ سے لے لیا ہے ——— اب مجھے حق نہیں پہنچتا کہ آپ پر برتری کا اظہار کروں ——— امیر المؤمنین آپ کی اطاعت مجھ پر لازم ہے۔"

پھر مامون نے حکم دیا کہ جس مال کا اس شخص نے دعویٰ کیا ہے حاضر کیا جائے ——— اور اس شخص کو کہا کہ:

یہ مال لے لے ——— اللہ کی قسم! میری یہ عادت نہیں کہ میں جھوٹی قسم کھاؤں ——— میں نے یہ مال اس لئے دیا ہے تاکہ میرا دین اور میری دنیا برباد نہ ہو جائے ——— اللہ کی قسم! میں نے یہ مال تمہیں اس لئے دیا ہے کہ رعایا یہ گمان نہ کرے کہ میں نے یہ مال اقتدار اور سرکاری طاقت کی بنا پر تم سے لیا ہے۔

(عیون الاخبار، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

یہ تھے تاریخ اسلام کے خلفاء اور حکام جو حق کی پیروی کے لئے اپنے آپ کو عدالت کے سامنے جھکا دیتے تھے ——— عدلیہ بھی خلفاء کا تقرب حاصل کرنے سے دور رہتی تھی اور چمک سے متاثر نہیں ہوتی تھی ——— اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان بابرکت طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی جن سے امت مسلمہ نے حیاتِ نو، عظمت رفتہ اور پائندہ وقار حاصل کیا ——— اور سلف صالحین میں ایسے قاضی (جج) پیدا فرمائے جنہوں نے نظامِ مصطفیٰ (ﷺ) کے احکام امیر و وزیر اور شاہ و گدا پر یکساں نافذ کئے ——— اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کی۔

علماء کی بے قدری

علماء کی بے قدری کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے گھر والے، پڑوسی اور متعلقین ان کے مقام و مرتبہ سے بے خبر ہوتے ہیں ——— اور ان کی وفات سے پہلے ان کی قدر و قیمت نہیں جانتے ——— ہمارے ہاں مشرق میں یہ مصیبت مسلسل جاری رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی۔

امام ابو یوسف اکثر اوقات امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ——— ان کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ اپنی والدہ محترمہ کو مادہ دراز گوش پر سوار کر کے ایک قصہ گو واعظ عُمر بن ذَرّ کی مجلس میں لے جاتے تھے ——— ان کی والدہ اس واعظ کے درس میں حاضر ہوتی تھیں ——— اس کے علم کی معتقد تھیں لیکن امام ابو حنیفہ ؓ اور ان کے علم کو وقعت نہیں دیتی تھیں ——— امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ:

بعض اوقات میں انہیں عمر کی مجلس میں لے گیا ——— بعض اوقات انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس واعظ کے پاس جاؤں اور اس سے ایک مسئلہ پوچھ کر آؤں ——— میں اس کے پاس جاتا اور اس کے سامنے وہ مسئلہ پیش کرتا جو میری والدہ دریافت کرنا چاہتی تھیں ——— میں اسے کہتا کہ میری والدہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ یہ مسئلہ آپ سے دریافت کروں۔

عمر تعجب کرتا اور کہتا کہ آپ یہ مسئلہ مجھ سے پوچھتے ہیں؟ حالانکہ آپ ہمارے استاذ اور امام ہیں۔

میں کہتا کہ میری والدہ نے مجھے یہی حکم دیا ہے ——— وہ مجھے اتنی دھیمی آواز میں کہتا کہ میری والدہ نہ سن سکیں: آپ مجھے بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے؟ تاکہ میں سمجھ کر آپ کو

بتادوں —— میں اسے چپکے سے مسئلے کا جواب بتا دیتا —— وہ بلند آواز میں مجھے جواب دیتا اور میں اپنی والدہ ماجدہ کو بتا دیتا —— وہ میرے جواب پر نہیں بلکہ عمر کے جواب پر راضی ہوتی تھیں —— بعض اوقات امام ابوحنیفہ فتویٰ دیتے تو وہ اس پر مطمئن نہیں ہوتی تھیں، بلکہ کہتی تھیں کہ میں خود زُرعہ نامی واعظ کے پاس جاؤں گی —— چنانچہ امام ابوحنیفہ کو ساتھ لے کر ان کے پاس جاتیں —— امام اعظم ان سے وہ مسئلہ پوچھتے جو آپ کی والدہ پوچھنا چاہتی تھیں —— وہ کہتے:

استاذ گرامی! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں —— آپ فرمائیں کہ اس مسئلے کا جواب کیا ہے؟

آپ فرماتے کہ جواب یہ ہے —— واعظ زُرعہ امام ابوحنیفہ کی والدہ کو جواب دیتے تو وہ راضی ہو جاتیں —— امام ابوحنیفہ انہیں لے کر واپس آجاتے، ان کو پتا بھی نہیں چلتا تھا کہ یہ فتویٰ امام ابوحنیفہ نے دیا ہے۔

(الخیرات الحسان —— حسن المحاضرۃ —— کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ:

عالم کا علم اگر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ وہ صرف ان لوگوں کو اہمیت دے جو اس کی قدر و قیمت جانتے ہوں —— بہت سے متبحر علماء وہ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا ہے —— حالانکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام بہت بلند ہے —— اور اکثر لوگ انہیں پہچانتے نہیں ہیں (شیخ فرفور)

تبصرہ (۲)

اندازہ کیجئے کہ امام اعظم والدۂ ماجدہ کا کتنا احترام کرتے تھے؟ —— خود امام مجتہد اور اماموں کے امام تھے لیکن والدہ کے حکم سے سرتابی نہ کرتے اور ایک واعظ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے چلے جاتے۔ ۱۲ اشرف قادری

اے دنیا! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتی ہے؟

تو مجھ ایسے کے لئے بناؤ سنگھار کرتی ہے؟

یہ کلمات حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے فرمائے —— کہتے ہیں کہ ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے —— امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

ضرار! میرے سامنے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔

ضرار کہنے لگے: امیر المؤمنین! آپ مجھے معاف نہیں رکھیں گے؟

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، تم ضرور کچھ بیان کرو —— ضرار نے کہا:

اللہ کی قسم! ان کی انتہا بہت بعید تھی —— ان کی قوتیں پورے عروج پر تھیں —— وہ دوٹوک گفتگو کرتے تھے اور عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کرتے تھے —— علم ان کے اطراف سے پھوٹتا تھا —— ان کے آس پاس سے حکمت و دانش کے چشمے پھوٹتے تھے —— وہ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے متنفر اور رات اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے۔

اللہ کی قسم! ان کی آنکھیں اکثر اشکبار رہتی تھیں —— اور وہ اکثر و بیشتر غور و فکر میں مصروف رہتے تھے —— وہ اپنا ہاتھ الٹا کر دیا کرتے تھے —— اور اپنے آپ کو مخاطب کیا کرتے تھے —— انہیں چھوٹا کپڑا اور خشک روٹی پسند تھی۔

جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمیں اپنے قریب کرتے تھے —— اور جب انہیں بلاتے تو ہماری دعوت قبول فرماتے تھے —— کمزور آدمی ان کے انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا —— دینداروں کی تعظیم کرتے تھے —— مسکینوں سے محبت فرماتے تھے —— اور جب گفتگو کرتے تو ان کے الفاظ لڑی میں پروئے ہوئے موتی معلوم ہوتے تھے۔

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے انہیں بعض مواقع پر دیکھا —— اس وقت رات نے اپنے پردے لٹکا رکھے تھے —— ستارے

ڈوب چکے تھے ـــــ آپ اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے محراب میں کھڑے ہوئے تھے ـــــ ڈسے ہوئے شخص کی طرح تڑپ رہے تھے ـــــ اور غمزدہ شخص کی طرح رو رہے تھے ـــــ اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے ہمارے رب! اے ہمارے رب!

پھر دنیا کو مخاطب کر کے کہتے:

کیا تجھے مجھ سے غلط فہمی ہوئی ہے؟ کیا تو نے میرے لئے بناؤ سنگار کیا ہے؟ ـــــ یہ نہیں ہوسکتا، یہ نہیں ہوسکتا ـــــ اے دنیا کسی دوسرے کو دھوکہ دے ـــــ اے دنیا کسی دوسرے کو دھوکہ دے ـــــ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے ـــــ تیری عمر بہت چھوٹی ہے ـــــ تیری مجلس حقیر ہے ـــــ تیرا خیال بہت ہی معمولی ہے ـــــ افسوس! افسوس! زادِ راہ کم ہے، سفر بہت لمبا اور راستہ پُر خطر ہے۔

یہ گفتگو سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی داڑھی پر بہنے لگے ـــــ اور وہ اپنی آستین سے انہیں پونچھنے لگے ـــــ تمام حاضرین مجلس پر گریہ طاری ہوگیا ـــــ پھر امیر معاویہ نے پوچھا: اے ضرار! تمہیں ان کا غم کیسا لاحق ہے؟ ـــــ کہنے لگے:

اس عورت جیسا جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کردیا گیا ہو ـــــ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ ہی اسے سکون ملتا ہے ـــــ پھر اٹھے اور باہر نکل گئے۔

(حیاۃ الصحابہ ـــــ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس کے احسان سے نیکیاں پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہیں۔

تبصرہ:

یہ ہے ایک صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرز عمل ـــــ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا اختلاف بھی تھا ـــــ ان کے ساتھ جنگ (جنگِ صفین) بھی ہوئی ـــــ اس کے باوجود ان کے فضائل و محاسن سننے کے خواہش مند بھی ہیں اور سن کر ان پر رقت بھی طاری ہوجاتی ہے۔ (شرف قادری)

ابتدا کی طرف رجوع

تمام تعریفیں ابتداء و انتہا میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں ـــــ اور صلوٰۃ و سلام اس ذات اقدس پر جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کا نجات دہندہ اور امام بنا کر بھیجا ـــــ ہمارے آقا، ہمارے نبی، ہمارے مقتدا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ، آپ کی آل پاک اور صحابۂ کرام پر ـــــ اور ان حضرات پر جو آپ کے راستے پر چلے اور اقوال و افعال اور احوال میں آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوئے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری بصیرتوں کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ عبرتوں کے آئینوں میں گردش کریں ـــــ آثار کے مشاہدے سے گزرے ہوئے لوگوں کے احوال پر آگاہ ہوں ـــــ اور آسمانِ سیادت تک ترقی کرنے والوں اور اقوام عالم میں پہاڑ کے ابھرے ہوئے کونے کی حیثیت حاصل کرنے والوں کے فضائل پر مطلع ہوں ـــــ میری مراد اُمت مصطفےٰ ﷺ کی زندۂ جاوید، عظیم اور منتخب شخصیات ہیں جنہیں یقین تھا کہ صرف اسلام ہی زندگی کی علامت اور نجات کا راستہ ہے ـــــ اور اسلام ہی سے انسانیت کی سعادت ہے ـــــ چنانچہ انہوں نے قول و فعل اور سفرِ زندگی کے گزارنے میں اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رکھا ـــــ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہدایت حاصل کی:

یہ میرا سیدھا راستہ ہے، تو اس پر چلو، دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کردیں گے۔[1]

وہ صراطِ مستقیم پر چلے ـــــ نفسانی خواہشات کو نظر انداز کیا ـــــ مضبوط اور ناقابل شکست کنڈے کو پکڑا ـــــ اس طرح وہ جاہلیت کی گمراہی، عصبیت کی آگ اور

۱۔ سورۂ انعام: ۱۵۳/۶

مادیت پرستی کی کیچڑ سے پاک ہوگئے —— انہوں نے روحانیت کے آسمان میں حلقے بنائے، شاندار مثالیں قائم کیں —— دنیا بھر کے استاذ اور اقوامِ عالم کے لئے راہنما بن گئے۔

اس جگہ مشہور عالم شاعر فرزدق کا شعر مناسب حال ہے:

أُولٰئِکَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

یہ ہمارے آباء ہیں، ان کی مثال پیش کرو —— اے جریر! جب ہمیں مجلسیں جمع کریں۔

انہوں نے قلعوں کے فتح کرنے سے پہلے دلوں کو فتح کیا —— تخت و تاج کے جھک جانے سے پہلے روحیں ان کے سامنے سرنگوں ہوگئیں —— انہوں نے الٰہی انصاف اور نبوی ہدایت کی بدولت زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک حکومت کی —— اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ عزت عطا فرمائی جو ان سے پہلے کسی بادشاہ کو عطا نہیں کی —— اور ان کے بعد بھی شاید ہی کسی کو ملے —— یہاں تک کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد کی جامع مسجد کے منبر پر بیٹھے ہوئے فضا میں رواں دواں بادل کو مخاطب کرتے ہوئے ایسی بات کہی جو تاریخ کے سینے میں محفوظ ہے:

تو چاہے جہاں بھی جا کر برس، تیرا اخراج تو میرے دار الخلافہ کے خزانے میں ہی آئے گا۔

ہمارے رب کریم نے سچ فرمایا ہے:

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے، اور انہوں نے نیک کام کئے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا —— جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی —— اور ان کے لئے ان کے دین کو

ضرور قوت عطا فرمائے گا، جو ان کے لئے پسند فرمایا —— اور ان کی حالت کو خوف کے بعد ضرور امن سے بدل دے گا۔[2]

حمد وثنا کے بعد!

اللہ تعالیٰ نے جو ''سدا بہار خوشبوئیں'' جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ اس کا آخری حصہ ہے —— تاریخ اسلام کے اکابر اور زندۂ جاوید شخصیات کی سیرتوں پر مشتمل یہ منتخب صفحات ہیں جو میں نے گزشتہ تحریرات کے ساتھ جمع کر دئے ہیں[3] —— تاکہ یہ مجموعہ اس امت کی عزت و عظمت اور فضیلت کا دلکش ہار بن جائے —— ان واقعات کو جمع کرنے اور بیان کرنے سے میرا مقصد ہمتوں کو ابھارنا اور روحوں کو عظمت و بلندی کی طرف مائلِ پرواز کرنا ہے —— تاکہ بعد والے اگلوں کی سیرتیں اپنائیں —— پوتے اپنے آباء واجداد کے نقشِ قدم پر چلیں —— اور عزت و بزرگی کی ایک مسلسل زنجیر بن جائے —— کیونکہ اس امت کے آخری حصے کے سنورنے کا ذریعہ وہی ہے جس سے اس کا پہلا حصہ سنوارتھا۔

وَمَا نَحْنُ اِلَّا مِثْلُهُمْ غَیْرَ اَنَّهُمْ
مَضَوْا قَبْلَنَا قِدْمًا وَنَحْنُ عَلَی الْاَثَرِ

''ہم بھی ان جیسے ہیں، لیکن وہ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہم ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔''

۲۔ سورۂ نور: ۵۵/۲۴

۳۔ حضرت مصنف اس سے پہلے اسی قسم کی دو کتابیں لکھ چکے ہیں:

☆ من نفحات الخلود، اس کا اردو ترجمہ راقم کے قلم سے ''زندہ جاوید خوشبوئیں'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

☆ من نسمات الخلود، اس کا ترجمہ راقم نے بریڈفورڈ، انگلینڈ میں پیر سید معروف حسین مدظلہ العالی کے ہاں قیام کے دوران (اگست تا دسمبر ۲۰۰۱ء) کیا۔ فالحمدللہ تعالی علی ذلک۔ ۱۲، اشرف قادری

تاریخ زمانے کا آئینہ ہے —— بعض اوقات تاریخ عزم و ہمت اور نصیحت و حکمت کا فائدہ دیتی ہے —— ارشادِ ربانی ہے: اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے تمام باتیں آپ کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو قوت عطا کرتے ہیں۔[4]

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں —— ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما —— اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

جنتیوں کا جنت میں یہ دعویٰ ہوگا کہ اے اللہ! تو پاک ہے —— اور جنت میں ان کا تحفہ سلام ہوگا —— ہمارا آخری دعویٰ یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ، آپ کی آل پاک، صحابۂ کرام اور پیروکاروں پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے فقیر

محمد صالح فرفور

نے تحریر کیا

---

[4] سورۂ ہود: ۱۲۰/۱۱

الحمد للہ تعالیٰ آج ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۶ر مئی ۲۰۰۰ء کو بوقت عصر ''من رشحات الخلود'' کا ترجمہ ''سدا بہار خوشبوئیں'' کے نام سے مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ اور عوام و خواص اور علماء کے لئے فائدہ مند بنائے۔ آمین!

ضمیمہ

مامون الرشید کے دربار میں
صاعقۂ حق کی گرج

کتنی عجیب بات ہے کہ اس مجاہد اسلام کا نام کہیں دیکھنے سننے کو نہیں ملتا جس نے اپنی حق گوئی سے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

جامع مسجد رُصافہ، بغداد میں لوگ نماز جمعہ پڑھ کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک شخص پہلی صف میں کھڑا ہوگیا —— وہ شخص صورت اور لباس سے مکہ معظمہ کا باشندہ معلوم ہو رہا تھا —— اس کا نوعمر بیٹا ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا —— نووارد نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

بیٹے! تو قرآن کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

بیٹے نے بلند آواز میں جواب دیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔

اس سوال و جواب کی ایک ہی صدا نے پوری مسجد میں تہلکہ مچا دیا —— یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بہت ہی طاقتور بم پھٹا ہو یا بجلی گری ہو —— نمازی اس بات سے خوف زدہ ہوگئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی آنے والی مصیبت کی زد میں آجائیں —— دیکھتے ہی دیکھتے مسجد خالی ہوگئی۔

مامون الرشید کی شخصیت متضاد صفات کا عجیب مجموعہ تھی —— ایک طرف وہ علوم اسلامیہ اور فنونِ عربیہ کا ماہر تھا اور علم و حکمت کا عاشق —— وہ حریت فکر کا حامی تھا —— اس کے دور میں الحاد آزاد تھا، ثنویت پر کوئی پابندی نہ تھی —— یونان اور ایران کے جن ملحدانہ مذاہب کو کہیں پناہ نہ ملتی تھی وہ بغداد کے گلی کوچوں میں پرورش پا رہے تھے

—— لیکن دوسری طرف اسلام کے اندرونی اختلافات و مذاہب کے بارے میں اس کا رویہ بڑا جابرانہ تھا —— قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں؟ —— اس مسئلے نے تیسری صدی ہجری میں علماء حق کے لئے بڑی نازک صورت حال پیدا کر دی تھی —— علماء اہل سنت کا موقف یہ تھا کہ کلام دو ہیں ایک لفظی جو پڑھنے میں آتا ہے، یہ بے شک حادث اور مخلوق ہے —— دوسرا کلام نفسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدیم صفت ہے اور مخلوق نہیں —— ان کے نزدیک کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے، پورا قرآن پاک اس کی تعبیر ہے —— معتزلہ اس کلام کو نہیں مانتے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے —— اسی لئے وہ پورے شدومد کے ساتھ قرآن پاک کو مخلوق اور حادث قرار دیتے ہیں —— مامون الرشید نے بھی معتزلہ کا مذہب قبول کر لیا تھا —— صرف قبول ہی نہیں کیا تھا بلکہ اسے بزور شمشیر علماء اسلام سے منوانا بھی چاہتا تھا۔

مامون الرشید نے ۲۱۲ھ میں سرکاری طور پر اعلان کیا کہ قرآن مخلوق ہے —— ۲۱۸ھ میں اس نے فیصلہ کیا کہ بزور تلوار یہ عقیدہ مسلمانوں پر مسلط کیا جائے —— چنانچہ اسی سال بغداد کے گورنر کے نام فرمان بھیجا گیا کہ تمام علمائے شہر کو طلب کرو جو لوگ "خلق قرآن" کا اقرار کر لیں انہیں چھوڑ دو اور جو انکار کریں ان کی اطلاع دو —— دوسرا فرمان یہ بھیجا کہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بشیر بن ولید کندی اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو انہیں قتل کر دو —— دوسرے علماء انکار کریں تو انہیں قید کر دو —— یہ دونوں علماء دباؤ برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے "خلق قرآن" کا اقرار کر کے اپنی جان بچالی —— مامون اپنے بھائی امین الرشید کو جیل کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا تو اختلاف کرنے والے علماء پر جبر و تشدد سے اسے کون روک سکتا تھا؟ —— تاہم اللہ کی زمین کی اسی دھرتی پر ایسے علمائے حق بھی موجود تھے جن کے پاؤں میں اس کی حکومت کی پوری قوت بھی لغزش نہیں لا سکتی تھی —— ایسے علماء حق کے مقتدا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ تھے

جنہوں نے برسرعام کوڑے کھانا منظور کر لیا، مگر مسلک اہل سنت و جماعت سے منحرف ہونے کے لیے تیار نہ ہوئے —— کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ فقہائے کرام نے فقہ مرتب کرتے وقت مزاج شاہی کو ملحوظ رکھا تھا —— اگر ایسا ہوتا تو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کو کوڑے نہ لگائے جاتے اور امام شافعی کے قتل کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔

بغداد کی سب سے بڑی مسجد "جامع رصافہ" تھی، اس کا صحن ہمیشہ علمائے امت کے درس اور مواعظ کی مجلسوں سے پُر رہتا تھا —— مامون نے حکم دیا کہ وہاں معتزلہ کے پیشوا بشر مریسی[1] اور محمد بن جہم کے علاوہ کوئی عالم درس نہ دے —— مسئلہ "خلق قرآن" کے بارے میں ان کا فیصلہ حرف آخر تھا —— اُن کی مخالفت میں جو عالم ایک لفظ بھی منہ

---

[1] جب بشر بن غیاث مریسی (سرگروہ معتزلہ) فوت ہوا تو اس کے جنازہ میں شرکت کے لئے سوائے عبید شونیزی کے اور کوئی حاضر نہیں ہوا۔ جب وہ جنازہ سے واپس آئے تو علماء اہل سنت وجماعت نے انہیں ڈانٹ پلائی کہ او دشمن خدا! تو مسلک اہل سنت کا دعویدار ہے اس کے باوجود تو مریسی کے جنازے پر حاضر ہوا ہے؟ اس نے کہا: مجھے بات کرنے کی اجازت دیں، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے جس قدر مریسی کے جنازے پر حاضر ہونے کے ثواب کی توقع ہے اتنے ثواب کی کسی جنازے پر حاضر ہونے کی توقع نہیں ہے۔

جب مریسی کی میت جنازے کی جگہ پر رکھی گئی تو میں نے دعا کی:

- اے اللہ! تیرا یہ بندہ آخرت میں تیرے دیدار پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اے اللہ! جب مومن تیرے دیدار سے مشرف ہوں تو اسے اپنے وجہ کریم کی زیارت سے محروم کر دینا۔
- اے اللہ! تیرا یہ بندہ عذاب قبر پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ یا اللہ! اسے آج قبر میں وہ عذاب دے جو تو نے دنیا بھر میں کسی کو نہیں دیا۔
- اے اللہ! تیرا یہ بندہ اعمال کے تولنے والے ترازو کا انکار کرتا تھا، اے اللہ! قیامت کے دن اس کے اعمال کا پلڑا ہلکا کر دے۔
- اے اللہ! تیرا یہ بندہ شفاعت کا انکار کرتا تھا، یا اللہ! قیامت کے دن پوری مخلوق میں سے کسی کی شفاعت اس کے حق میں قبول نہ فرما۔

تمام علماء بے ساختہ ہنس پڑے اور خاموش ہو گئے[1]

نوٹ:۔ یہ واقعہ امام ابوشامہ شہاب الدین ابومحمد شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "ضوء الساری الی معرفۃ رؤیۃ الباری" (صفحہ نمبر ۲۰۴) میں بیان کیا۔ یہ کتاب دار الصحوۃ، قاہرہ سے چھپی ہوئی ہے۔ (محمد عبدالحکیم شرف قادری)

[1] حافظ ابوبکر احمد بن علی، خطیب بغدادی: تاریخ بغداد: ۶۶/۷

سے نکالتا پولیس اسے گرفتار کر کے ان کے سامنے پیش کر دیتی ——— وہ جو فیصلہ کر دیتے اس پر فوری عمل کیا جاتا ——— بہت سے علماء بظاہران کے ہم نوا ہو گئے ——— بہت سے ہجرت کر گئے ——— کئی علماء گھروں میں اس طرح گوشہ نشین ہو گئے کہ جمعہ و جماعت سے بھی محروم ہو گئے۔

محدثِ عصر شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی رحمہ اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ کے نامور عالم تھے ——— انہوں نے اس فتنے کا حال سنا تو غیرتِ حق کے جوش میں بے چین ہو گئے ——— اور فیصلہ کیا کہ اس فتنے کے سدِ باب کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے ——— شیخ تن تنہا اپنے بیٹے کے ساتھ مکۂ معظمہ سے روانہ ہوئے اور بغداد پہنچ گئے ——— وہاں جا کر انہیں اندازہ ہوا کہ حالات اس سے کہیں زیادہ خراب ہیں جتنے انہوں نے سنے تھے ——— اب سوال یہ تھا کہ مامون کے دربار میں کس طرح پہنچا جائے؟ ——— اس کے لئے انہوں نے وہ راستہ اختیار کیا جس کا ابتدا میں ذکر ہوا ——— چشم زدن میں مسجد رصافہ نمازیوں سے خالی ہو گئی اور پولیس نے گھیراؤ کر کے شیخ کو گرفتار کر لیا۔

اس پر خطر ماحول میں اس ایک صدا کا بلند کرنا وہ جہادِ اعظم تھا جس کے آگے ہزار سال کی شب بیداری اور اتنے دنوں کے روزے ہیچ ہیں ——— اس لئے کہ غیر شرعی جبر واستبداد سے کلمۂ حق کہنا ممنوع قرار دیا گیا تھا ——— زبانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے ——— اس وقت ہر مسلمان پر فرض ہو گیا تھا کہ وہ پرچم حق بلند کرے ——— اور انسانی جبر کو توڑ کر اللہ تعالیٰ کی وفاداری کا اعلان کرے ——— کیونکہ یہی مدعائے توحید ہے ——— یہ فرض کفایہ محدث کنانی نے ڈنکے کی چوٹ پر ادا کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس وقت بغداد کا کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا ——— وہ انہیں ہیڈ کوارٹر لے گیا ——— اس نے انکوائری کرتے ہوئے پوچھا کہ آج تم نے مسجد میں جو کچھ کیا ہے اس کا مقصد کیا

ہے؟ ——— شیخ نے کہا: اللہ کا قرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ——— اس کے علاوہ امیر المؤمنین کے دربار میں پہنچ کر مدعیانِ ”خلق قرآن“ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں ——— ابن مسعدہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کا یہی مقصد ہے ——— جب اسے یقین آ گیا کہ واقعی شیخ کا یہی مقصد ہے تو وہ ایوان خلافت میں گیا ——— اور واپس آ کر بتایا کہ میں نے تمہارا حال امیر المؤمنین کی خدمت میں عرض کر دیا ہے ——— انہوں نے پیر کا دن مناظرہ کے لئے مقرر کیا ہے ——— امیر المؤمنین خود بنفس نفیس اس میں شریک ہوں گے۔

بغداد کے جبر و تشدد سے معمور ماحول میں جہاں بڑے بڑے دلاوروں کے پتے پانی ہو رہے تھے ——— ایک عالم کا مکہ معظمہ سے بغداد آ کر چیلنج کرنا کہ میں ”خلق قرآن“ کے قائلین سے اور وہ بھی مامون کے دربار میں مناظرہ کروں گا، اس بات کی دلیل تھا کہ وہ عالم بڑا متبحر فاضل بھی ہے اور نڈر بھی ——— یہی سوچ کر مامون نے پورے جاہ و جلال کے ساتھ دربار شاہی منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ——— اور پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ کو حکم دیا کہ شیخ کو قصر خلافت کے گیٹ پر بٹھائے رکھیں تا کہ تمام آنے والوں کو جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ لیں ——— اور انہیں اندازہ ہو جائے کہ کیسے پُر ہیبت دربار میں مناظرہ کرنا پڑے گا۔

سب سے پہلے بنو ہاشم گزرے جن کے عماموں اور قباؤں کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی ——— پھر دار الخلافہ کے علماء وفضلا گزرے جن کے ساتھ غلاموں اور خادموں کی فوج ظفر موج تھی ——— علماء میں سب سے پہلے بشر مریسی گزرا جو فرقۂ معتزلہ کا رئیس شمار کیا جاتا تھا ——— اس کے بعد دوسرے علماء کی ایک قطار تھی ——— ان کے بعد وزراء اور ارکانِ سلطنت تھے ——— ان کے بعد فوجی افسران تھے جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ آ رہے تھے ——— وہ تیر و تفنگ اور شمشیر و سناں کی نمائش کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا اہتمام صرف شیخ کو مرعوب کرنے کے لیے ہی

نہیں تھا ——— بلکہ اس لئے بھی تھا کہ کہیں رعایا میں مخالفانہ جوش نہ پیدا ہو جائے ——— اللہ اکبر! مامونِ اعظم کی حکومت جو شاہِ روم کو "روم کا کتا" کہہ کر پکارتی تھی، ایک عالم ربانی کے نعرۂ حق سے اس طرح لرز اٹھی کہ گھبرا کر فوجوں اور ان کے اسلحہ کی نمائش ضروری سمجھی گئی ——— کہیں ایسا نہ ہو کہ رعایا کے دل سے میری ہیبت ہی نکل جائے ——— یہ اس شیخ کے ایمان کی قوت اور تعلق باللہ کی ہیبت تھی کہ جس مامون سے شاہِ روم اور شاہِ فرانس ڈرتا تھا وہ ایک غریب الوطن اور یکہ و تنہا عالم سے خوف زدہ ہو گیا تھا ——— اور مصنوعی کر و فر سے اسے مرعوب کرنا چاہتا تھا۔

بالآخر جب تمام شرکاء مجلس مناظرہ آچکے تو شیخ عبدالعزیز کو بھی طلب کیا گیا ——— انہوں نے ایک کے بعد دوسری دہلیز طے کی، اسی طرح متعدد دہلیزیں طے کیں ——— پھر محلات خلافت کا سلسلہ شروع ہوا، ہر محل شاہی ساز و سامان سے سجا ہوا تھا ——— ایوانِ دربار میں پہنچنے سے پہلے شیخ کو کہا گیا کہ آپ چاہیں تو دو رکعت نفل پڑھ لیں ——— شیخ نے دو نفل پڑھے ——— آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے کس حال میں پڑھے ہوں گے؟ ——— انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ضرور عرض کیا ہو گا کہ بار الٰہا! یہ سب مخلوق ایک طرف اور تیرے دین کے برحق مسئلے کی حمایت کے لئے میں تن تنہا ایک طرف ——— تو ہی مجھے ہمت و قوت اور کامیابی عطا فرما۔

اب پردہ اٹھا اور اس وقت روئے زمین کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) ان کے سامنے تھا ——— لباسوں اور ہتھیاروں کی سج دھج اور چمک دمک دیکھ کر یہ بہت مشکل تھا کہ ایک غریب الوطن متاثر نہ ہوتا ——— پھر دربانوں اور حاجبوں کو معلوم تھا کہ یہ شخص شاہی معتوب ہے، اس لئے انہوں نے اہانت آمیز سلوک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ——— کسی نے گردن سے پکڑا، کسی نے بازو پکڑا اور کوئی پشت پر ہاتھ

رکھ کر دھکیل رہا تھا ——— مامون نے دیکھا تو اس نے حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دو ——— تب کہیں ان کی خلاصی ہوئی۔

مامون نے انہیں اپنے قریب بلایا ——— ان کے نام، ولدیت، خاندان وغیرہ کے بارے میں سوالات کئے ——— پھر کہنے لگا: تمہارا بغداد میں آنا، جامع رصافہ میں کھڑے ہو کر میرے حکم دینی کو توڑنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا اور مناظرہ کی خواہش کرنا یہ سب حالات میں نے سنے ہیں ——— اسی لئے آج میں نے علماء کو بلایا ہے، تاکہ اس مسئلے پر مناظرہ ہو جائے۔

شیخ کہتے ہیں کہ ابھی تک دربار شاہی کی ہیبت میرے دل پر باقی تھی ——— لیکن جونہی مامون نے کہا کہ تم خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرتے ہو، تو تمام دہشت کافور ہو گئی ——— اور میں دوبدو جواب دینے اور امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرنے کے لئے پوری مستعدی کے ساتھ تیار ہو گیا۔

مامون کی گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ شیخ کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح دربار میں گونجی ——— درباری انہیں ٹوکتے رہے لیکن انہوں نے کسی کی پروا نہیں کی ——— حمد و ثنا کے بعد پوری بے باکی کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا ——— اور مامون کو اس طرح مخاطب کیا جیسے وہ ایک معمولی انسان ہو۔

انہوں نے فرمایا:

امیر المؤمنین! میں ایک فقیر الحال طالب علم ہوں ——— اپنے وطن اور خانۂ خدا کے مقدس پڑوس میں تھا کہ میں نے خلیفۂ وقت کے مظالم و جبر کی دردانگیز سرگزشت سنی ——— مجھے معلوم ہوا کہ حق مظلوم ہو گیا ہے ——— سنت کی روشنی بجھ گئی ہے ——— بدعت کی آندھیاں زور شور سے چل رہی ہیں ——— حق کہنا جرم ہو گیا ہے ——— اور

باطل پرستی کے صلہ میں جاہ وعزت سے نوازا جارہا ہے۔

جس چیز کا اقرار اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ سے نہیں کرایا——جس کی گواہی اس کے رسولوں نے نہیں دی——جس کا اعلان خلفائے راشدین نے نہیں کیا جن کی خلافت طریق نبوت پر تھی——اور جس کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کی زبان کو بھی حرکت نہیں ہوئی——اس کے اقرار کو آج ایک انسان ہر فرد کے لئے لازم قرار دے رہا ہے——جو ہارون الرشید کے گھر پیدا ہوا اور وہ ہادی کا بیٹا تھا——اس نے نہ تو تابعین کو پایا، نہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی زیارت کی——نہ عہد نبوت کی برکتوں میں اس کا کوئی حصہ ہے——اس کے باوجود وہ شریعت الٰہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہے، جس کو تابعین نے کفر نہ جانا، اگرچہ وہ دنیا سے مومن گئے——صحابہ نے کفر نہ جانا، اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی ان پر نہ پڑی——رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے کچھ نہ کہا، حالانکہ آپ صاحبِ وحیِ رسالت تھے۔

مجمع پر سناٹا چھایا ہوا تھا——بڑے بڑے طرّوں اور شملوں والے، فوجی کمانڈر، امراء، رؤسا، علماء یہاں تک کہ خود مامون سب ہی دم بخود تھے——کسی کو اس سیلِ رواں کے روکنے کا ہوش نہ تھا——حد یہ کہ مامون کا اس حقارت کے ساتھ ذکر کرنے کے باوجود خادموں اور دربانوں کی تلواریں اور نیزے تو کیا زبانیں بھی حرکت میں نہ آسکیں——یوں معلوم ہوتا تھا کہ وقت کا حکمران مامون نہیں عبدالعزیز ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

شیخ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

آہ تم ہوا کا وہ جھونکا ہو جس سے شریعت کی آگ تو روشن نہ ہو سکی، مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کر دیا——تم سیلاب خلافت کی وہ رَو ہو جو بدعتوں کی خس و

خاشاک کو تو نہ بہا سکی، مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا——تم اس وقت رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہونے کا نہیں بلکہ حق مرسالت کے دعویدار ہو گئے ہو——رسول اللہ ﷺ نے امت سے کبھی یہ اقرار نہیں کروایا کہ کلام اللہ مخلوق ہے——مگر تمہارے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس باطل کلمہ پر ایمان نہ لائے——رسول اللہ ﷺ نے ذمیوں کو امان دی تھی، مگر تمہاری خلافت میں مسلمانوں کے لئے بھی امان نہیں ہے۔

مامون! اللہ سے ڈر——اس کے عذاب کی پکڑ سے کانپ، جس میں ڈھیل تو بہت ہے مگر اس سے چھٹکارا نہیں——وہ زمین کے ائمہ اور خلفاء کو تلوار بخشتا ہے تو ان سے چھین بھی لیتا ہے——تم سے پہلے دمشق کے ائمۂ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا——مگر تمہارے ہاتھوں ان کا خون بھی مباح ہو گیا——ایسا نہ ہو کہ تمہارا خون بھی کسی کے ہاتھوں مباح ہو جائے——تم ان کے تخت کے وارث بنے ہو، مگر ان کے ظلم وستم کے وارث نہ بنو۔

شیخ عبدالعزیز کی تقریر کا دوسرا حصہ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شیخ کے جوش وخروش میں اضافہ ہوتا جارہا تھا——پورے مجمع پر سناٹا چھایا ہوا تھا——اگر یہ نصرت خداوندی اور تائید روح القدس نہیں تھی تو کیا تھا؟——یہ منظر ہی فتح حق کا نظارہ پیش کر رہا تھا——اور یہ شیخ کی پہلی فتح تھی——اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود نہیں آئے تھے بلکہ بھیجے گئے تھے——شیخ نے کتاب وسنت کی روشنی میں بتایا کہ مسلمانوں کا امیر کیسا ہونا چاہیے؟——اور خلفائے عباسیہ بالخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے ہیں؟——اپنے مشائخ کے حوالے سے چند احادیث بھی بیان کیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ خلفائے راشدین کے

بعد فتنے پیدا ہوں گے ـــــ اور نئے نئے عقائد سامنے لاکر مسلمانوں کو کتاب وسنت کی راہ سے دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے بارے میں ہم سے صرف یہی اقرار طلب کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا کلام ہے، جو روح الامین نے اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کے قلب پر اتارا ـــــ اس نے ہم سے کہیں یہ مطالبہ نہیں کیا کہ تم قرآن کو مخلوق کہو ـــــ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام نے کہیں یہ حکم نہیں دیا کہ قرآن کو مخلوق مانو ـــــ پس اے امیر المؤمنین! تجھ کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ تو امت مسلمہ کے لئے رحمت کی بجائے عذاب بننا چاہتا ہے ـــــ اور جب تک کوئی شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے تیری تلوار سے نجات نہیں پا سکتا ـــــ واللہ! یہ بدعتوں اور فتنوں کا وہی سیلاب ہے جس کے امنڈنے کی ہمیں خبر دی گئی تھی ـــــ جس سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ہمیشہ بے زاری کا اظہار کیا تھا ـــــ اور بدعتیوں کا یہ گروہ جو تیرے گرد جمع ہو گیا ہے اور تجھ کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا رہا ہے کیا تیری نظر میں ان کی دلیلوں کی اس سے زیادہ وقعت ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے ـــــ اگر توحید اور عدل یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفتوں کا انکار کئے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان باقی نہیں رہتا۔

پھر انہوں نے جہم بن صفوان کا نام لے کر تذکرہ کیا جس نے خلقِ قرآن اور نفی صفات کی بدعت ایجاد کی تھی ـــــ اور اپنی سند سے بیان کیا کہ بعض صحابۂ کرام جو اس وقت موجود تھے انہوں نے کس طرح اس قول پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

پھر فرمایا:

صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ـــــ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ـــــ اگر یہ حق ہے جو کچھ میں نے کہا تو اس کی تصدیق کرو اور ان مفسدوں کا ساتھ چھوڑ دو جو توحید کے نام پر شرک اور گمراہی پھیلا رہے ہیں ـــــ اگر یہ حق نہیں ہے تو میں سنتِ ابراہیمی کے مطابق تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب وسنت سے اس کے بطلان پر دلیل پیش کرو ـــــ امیر المؤمنین! ایک سنت ان لوگوں کی بھی ہے جنہوں نے دلیل وبرہان سے عاجز آ کر کہا تھا:

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ

ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی امداد کرو

پس اگر تم دلیل وحجت کی جگہ ظلم اور تشدد کا راستہ اختیار کرو گے تو یاد رکھو کہ یہ ملت ابراہیمی کی سنت نہیں ہوگی، بلکہ ملت نمرودی کا اتباع ہوگا ـــــ اس کے باوجود تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار اس کے لئے تیار ہیں، ورنہ میں یہاں حاضر نہ ہوتا ـــــ ہر چہ باداباد۔

امیر المؤمنین! تم نے کہا ہے کہ میری خواہشِ مناظرہ پوری کرنے کے لئے آج کی مجلس منعقد ہوئی ہے ـــــ لیکن دربار میں آتے ہی جو آواز میرے کانوں میں پڑی وہ یہ تھی۔ "قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ" اللہ تعالیٰ نے تیرا چہرہ کتنا بدصورت بنایا ہے ـــــ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا مبلغِ علم کیا ہے؟ ـــــ امیر المؤمنین! تیرے دربار میں جو نقش ونگار بنے ہوئے ہیں اگر بدنما ہوتے تو تو ان کو ملامت کرتا یا ان کے بنانے والے کو؟ ـــــ ان لوگوں نے میرے چہرے کو بدصورت کہہ کر اللہ تعالیٰ کی صناعی پر اعتراض کیا ہے اور اس کی صنعت کو ذلیل ٹھہرایا ہے ـــــ کیا یہی توحید؟ جو کلامِ الٰہی کو مخلوق ماننے

بغیر مکمل نہیں ہو سکتی ـــــ حضرت یوسف علیہ السلام پیکر جمال بھی تھے اور صاحب علم بھی ـــــ انہوں نے بادشاہِ مصر کو فرمایا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو کیونکہ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ میں امین بھی ہوں اور صاحبِ علم بھی ـــــ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ میں حسین ہوں اس لئے مجھے وزیر خزانہ بنا دو ـــــ مقصد یہ تھا کہ مناظرہ علم کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ حسن و جمال کی بنیاد پر۔

مامون نے یہ طویل گفتگو پورے اطمینان بلکہ محویت سے سنی ـــــ فریق مخالف یہ دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہا تھا اور ہلکان ہوئے جا رہا تھا کہ مامون جو مسئلہ ''خلقِ قرآن'' پر مخالفین کے لئے قتل یا قید کے علاوہ کچھ نہ رکھتا تھا اس وقت وہ بت بنا ہوا شیخ کی تقریر سن رہا ہے ـــــ شیخ کی تقریر کے بعد مامون کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا:

عبدالعزیز! اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے جو کچھ کہا میں نے سنا ـــــ اور جن چیزوں کو تو نے میری طرف منسوب کیا ہے الحمدللہ! میں ان سے بَری ہوں ـــــ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا ـــــ بلکہ ان کو حق اور توحید کی طرف بلاتا ہوں ـــــ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے کہ تو حق کے لئے غیرت رکھتا ہے ـــــ اسی لئے تو بے باک ہے ـــــ تیری حمیتِ حق اس بات کی مستحق ہے کہ تیری عزت کی جائے ـــــ اگر تیرے پاس حجتِ ابراہیمی ہے تو اسے پیش کر ـــــ جب تک تو قرآن کو مخلوق ثابت کرنے والے قرآنی اور عقلی دلائل کا جواب پیش نہیں کر دیتا اس وقت تک تجھے حجتِ ابراہیمی کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

آغاز مناظرہ:

مامون نے اشارہ دے دیا تھا کہ رئیس معتزلہ بشر مریسی دلیل پیش کرے گا ـــــ اور شیخ اس کا جواب دے گا ـــــ مناظرہ شروع ہوا، بشر یکے بعد دیگرے قرآن پاک کی آیات پیش کرتا رہا ـــــ شیخ قرآن پاک ہی کی آیات سے جواب دیتے رہے اور یہ

ثابت کرتے رہے کہ ان آیات کا ''خلقِ قرآن'' سے کوئی تعلق نہیں ہے ـــــ مامون کا یہ حال تھا کہ کبھی بشر کے استدلال کی داد دیتا اور کبھی شیخ کے حسن جواب پر خوشی کا اظہار کرتا۔

اچانک بشر نے کہا کہ میں اپنے تمام دلائل چھوڑتا ہوں ـــــ آپ صرف ایک سوال کا جواب دے دیں ـــــ ابھی تمام بحث کا فیصلہ ہو جائے گا ـــــ سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے بارے میں ''خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ'' فرمایا ہے یا نہیں؟ ـــــ شیخ نے کہا: بے شک فرمایا ہے ـــــ بشر نے کہا: اب آپ یہ بھی بتا دیں کہ قرآن شے ہے یا نہیں؟ ـــــ شیخ نے کہا: پہلے یہ سن لو کہ ''شے'' کی حقیقت کیا ہے؟ ـــــ بشر چمک کر بولا کہ میں کچھ اور نہیں سننا چاہتا ـــــ میرے سوال کو جواب ہاں یا نہیں میں دو۔

شیخ نے کہا: تمہارا طرز سوال ہی غلط ہے، اس میں دھوکہ ہے ـــــ تم صبر کے ساتھ میری تقریر سن لو ـــــ بشر نے کہا: اب کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں ـــــ امیر المؤمنین کو نتیجۂ مناظرہ کا انتظار ہے ـــــ تم میرے سوال کا جواب دو ـــــ شیخ نے پھر جواب دینے سے گریز کیا ـــــ بشر نے مامون کو متوجہ کرتے ہوئے کہا: امیر المؤمنین! آپ حاکم ہیں، آپ کا فرض ہے کہ انصاف فرمائیں ـــــ اگر عبدالعزیز کے پاس حجت ابراہیمی ہے تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟ ـــــ پھر تو محمد بن جہم معتزلی اور اس کے ہمنواؤں کو بھی موقع مل گیا ـــــ ہر کوئی طنز آمیز جملے کہنے لگا ـــــ مامون الرشید کا تاثر بھی یہی تھا کہ شیخ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے ـــــ اس نے پہلی دفعہ غضب ناک ہو کر کہا:

عبدالعزیز! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ ـــــ تو سوال کا جواب کیوں نہیں دیتا؟

شیخ خود کش مکش میں مبتلا ہو گئے تھے ـــــ وہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر میں نے تسلیم کر لیا کہ قرآن شے ہے تو یہ سب لوگ شور مچا دیں گے کہ قرآن کا مخلوق ہونا ثابت ہو گیا

ـــــ مامون کے غضبناک ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے شیخ کے دل میں جواب القا کر دیا ـــــ
شیخ نے کہا کہ ہاں قرآن شے ہے ـــــ یہ سنتے ہی بشر اچھل پڑا ـــــ بشر اور مامون
ایک ساتھ بول پڑے: پھر تم نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ قرآن مخلوق ہے ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ
ہر شے کا خالق ہے۔

شیخ نے گرجدار آواز میں کہا ہرگز نہیں ـــــ قرآن پاک کہتا ہے: ''وَيُحَذِّرُكُمُ
اللّٰهُ نَفْسَهُ'' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ''نفس'' سے ڈراتا ہے ـــــ اس آیت سے ذات
باری تعالیٰ کے لئے نفس کا اطلاق ثابت ہوتا ہے ـــــ پھر قرآن ہی کہتا ہے: ''كُلُّ
نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے ـــــ پس اگر قرآن اشیاء میں
داخل ہو کر مخلوق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بھی كُلُّ نَفْسٍ میں داخل ہو کر موت کا مزہ چکھے گا۔

شیخ عبدالعزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا ـــــ یہ الفاظ نہیں تھے، بجلی
کا ایک کوندا تھا جس سے تمام آنکھیں چندھیا گئیں اور دل دہل گئے ـــــ بشر مریسی بھی
مبہوت ہو کر رہ گیا ـــــ مامون بھی بے ساختہ کہنے لگا:

معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی ذات موت سے بری ہے۔

مامون نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جائے ـــــ اور شیخ عبدالعزیز سے مخاطب
ہو کر کہا: اگرچہ اس مسئلے کا فیصلہ ہماری آج کی مجلس میں نہ ہو سکا ـــــ لیکن اس میں شک
نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے ـــــ اور میں تے اس کی کسی
دلیل کے آگے تجھے عاجز نہیں پایا ـــــ میری طرف سے تیرے لئے امن اور اعزاز و
اکرام ہے ـــــ اور تیرا جوہر استعداد اس کا مستحق ہے کہ تو میری مجلس علم کا ندیم ہو ـــــ
تو اب مدینۃ السلام (بغداد) میں قیام کر اور ہر بدھ کو میری صحبتِ علمی میں شریک ہوا کر
ـــــ نیز یہ حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری رہائش گاہ پر بھیج دئے جائیں ـــــ اور ایک سجا
سجایا محل بھی مجھے عنایت کیا ـــــ اور جب میں رخصت ہونے لگا تو مامون نے مسکراتے

ہوئے کہا:

آج تو نے اپنے بڑے ہی طاقت ور حریف پر فتح پائی ہے۔

محدث العصر حضرت شیخ عبدالعزیز بن یحییٰ کنانی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی یہ حمایت حق میں بہت بڑی قربانی تھی ـــــ اس وقت یہ کہنا کہ قرآن پاک مخلوق
نہیں تلوار کی دھار پر چلنے سے زیادہ مشکل تھا ـــــ انہوں نے رضائے الٰہی کے لئے اتنی
بڑی قربانی دی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بھی بڑی کامیابی عطا فرمائی ـــــ ان کی
حجت ہی حجتِ ابراہیمی نہ تھی بلکہ وہ خود بھی حیاتِ ابراہیمی کے مظہر تھے ـــــ قربانی میں
بھی اور انعام میں بھی۔

شیخ عبدالعزیز سے جو ملتا وہ اس واقعہ کی تفصیلات پوچھتا ـــــ اس لئے شیخ نے
مناسب سمجھا کہ اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ قلم بند کر دیں ـــــ ان کے رسالے کا
قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے ـــــ مشہور قلمکار ابوالکلام آزاد
نے اسی رسالہ سے جہاد حق گوئی کی تفصیلات اپنے رسالہ ''دعوت حق'' میں تحریر کی ہیں، یہ
رسالہ مکتبہ ادب اسلامی، لاہور نے شائع کیا ہے ـــــ راقم نے اسی کا خلاصہ گزشتہ
صفحات میں پیش کیا ہے ـــــ سدا بہار خوشبوئیں میں اس کا شامل کرنا بہت ضروری تھا۔

آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

متحدہ پاک وہند میں جب سے اسلام کا نور آیا یہاں مسلمان کہلانے والوں میں اکثریت اہل محبت کی رہی ہے——اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں اسلام کا پیغام عوام وخواص تک علماء نے پہنچایا اور سلاطین نے——اور اس سلسلے میں سب سے اہم کردار صوفیائے کرام کا تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت اور ان کا پیغام بندگانِ خدا کے دماغوں میں نہیں بلکہ دلوں اور رگ وپے میں اتار دیا——حضرت شاہ اسمٰعیل محدث (لاہور) داتا گنج بخش علی ہجویری، غریب نواز خواجہ سید معین الدین اجمیری، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ باقی باللہ، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبداللطیف بھٹائی، نوشہ گنج بخش قادری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، امام احمد رضا بریلوی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، میاں شیر محمد شرقپوری، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری وغیرہم ہزاروں اولیاء کرام ہیں جنہوں نے اس خطے میں پرچم اسلام بلند کرنے میں عظیم کردار ادا کیا۔

مشہور غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری نے تصریح کی ہے:

اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید)

انگریز تجارت کے بہانے یہاں آئے اور حکمران بن کر بیٹھ گئے——چونکہ ان سے پہلے مسلمان ہندوستان میں ایک ہزار سال حکمرانی کر چکے تھے اس لئے وہ مسلمانوں سے خائف تھے——وہ بڑے غور وفکر کے بعد بقول اقبال اس نتیجے تک پہنچے تھے:

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اسی لئے انہوں نے ابھرنے والے نئے نئے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی——یہاں حشرات الارض کی طرح اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ شاید ہی دنیا کے کسی خطے میں پیدا ہوئے ہوں گے——کسی نے ختم نبوت کے اجماعی معنی کا انکار کر کے نئے نبی کی آمد کا راستہ ہموار کیا——کسی نے نبوت ہی کا دعویٰ کر دیا——کسی نے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی آخر الزماں ﷺ کے علوم کو موضوع بحث بنایا اور کہا کہ شیطان کو تو روئے زمین کا علم قرآن سے ثابت ہے، یہی علم اگر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے لئے ثابت کیا جائے تو شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے؟——آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے——دکھ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ خود کلمہ طیبہ پڑھنے والوں نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو متنازع بنا دیا——کیا کسی دوسرے دین کے ماننے والوں میں اس کی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ کہ انہوں نے اپنے نبی کو متنازع شخصیت بنایا ہو——بازاروں، تھڑوں اور ٹرالیوں میں ان کی عظمت ورفعت اور وسعتِ علمی کو چیلنج کیا گیا ہو——یہ بدقسمتی ہمارے ہی نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی تھی کہ ایک علم وخرد سے عاری شخص اٹھ کر نبی الانبیاء ﷺ کے علم کی پیمائش کر رہا ہے——ایک سچا شاگرد استاد کی جہالتوں کا متلاشی نہیں ہوسکتا——ایک سچا امتی کس طرح یہ فہرست تیار کرسکتا ہے؟ کہ میرے نبی (ﷺ) کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا۔

لاڑکانہ، سندھ سے 45 کلومیٹر دور موضع وارہ واقع ہے——اس کے قریب ایک گاؤں تالکے داراں کا رہنے والا چھبیس سالہ نوجوان محمد پناہ ٹوٹانی ہے——اس کے قبیلے کا نام چانڈیہ ہے جس کی ایک شاخ ٹوٹانی ہے——یہ سیدھا سادا جوان دینی اور دنیاوی تعلیم سے عاری ہے——بچپن میں کہیں قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھا ہوگا اور بس——پھر اپنے والد کی طرح محنت مزدوری میں مصروف ہوگیا——وہ ٹریکٹر ڈرائیور

ہے اور سوڈر سے مٹی کی ٹرالی بھر کر لے جاتا ہے اور شہر میں بیچ دیتا ہے ــــــ کچھ عرصہ پہلے اس کا نام پورے ملک بلکہ دوسرے ممالک میں بھی گونجنے لگا ــــــ وطن عزیز ملک پاک کے اخبارات اور جرائد نے جلی سرخیوں کے ساتھ اس کا خبر لگائی ــــــ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس نے ایسا کونسا کارنامہ سرانجام دیا تھا؟ کہ اس کی شہرت یک دم بام عروج تک پہنچ گئی ــــــ واقعہ یہ ہے کہ اس کی زندگی میں وہ لمحہ آ گیا تھا جسے ''قبولیت کا لمحہ'' کہتے ہیں ــــــ اور یہ لمحہ وہ تھا جب وہ سرکار دوعالم ﷺ کے نام اور آپ کی عظمت وجلالت کے حوالے سے آگ میں کود گیا تھا ــــــ سچ ہے۔

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا؟
تیری دوستی بنایا میری زندگی فسانہ

اور بقول امام احمد رضا بریلوی:

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے

اور سوڈیڑھ سو افراد نے یہ منظر دیکھا کہ بقول اقبال:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

محمد پناہ کے عملی تجربے نے یہ حقیقت بے نقاب کردی کہ علم، صحیح عقیدے کے بغیر فائدہ نہیں دیتا ــــــ جب کہ صحیح عقیدہ بغیر علم کے بھی فائدہ دے دیتا ہے ــــــ انہیں عقیدے کی یہ پختگی پیر طریقت حضرت مولانا سید غلام حسین شاہ بخاری نقشبندی مدظلہ العالی، قنبر شریف، لاڑکانہ (سندھ) کی نسبت غلامی سے حاصل ہوئی ــــــ ان کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کے ننگے سینے پر دل کے اوپر انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں ــــــ اس کے ساتھ ہی

مرید کا دل ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے ــــــ راقم الحروف چند سال پہلے سکھر سے شدِ رحال کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔

محمد پناہ کا بیان ہے کہ میں ۱۱ر فروری ۱۹۹۸ء کو سوڈر سے مٹی کی ٹرالی لے کر آ رہا تھا کہ وارہ کے پاس ایک شخص نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا ــــــ میرے ٹریکٹر روکنے پر اس نے بتایا کہ میں نے فلاں جگہ جانا ہے ــــــ میں نے اسے کہا پیچھے ٹرالی میں بیٹھ جاؤ ــــــ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا نام ہارون ہے ــــــ وہ ٹرالی میں بیٹھے ہوئے مزدوروں سے بات چیت اور بحث کرتا رہا ــــــ جب اس کا سٹاپ آیا تو میں نے اسے اتار دیا ــــــ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مزدوروں نے کہا کہ یہ منافق ہے، یہ مدینے والے سائیں (ﷺ) کے علم غیب اور حاضر وناظر ہونے کا انکار کر رہا تھا ــــــ (سندھی زبان میں کسی بھی محترم شخصیت کا نام لیتے ہیں تو سائیں کہہ کر یاد کرتے ہیں) ــــــ میں نے کہا اسے چھوڑو اور جانے دو ــــــ یہ کہہ کر میں نے ٹریکٹر اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا ــــــ دوبارہ کوشش کی، پھر کامیابی نہ ہوئی ــــــ میں نے سوچا کہ کوئی شخص اگر ہمارے جسمانی، باپ سے بدتمیزی کرے تو ہم اسے معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ــــــ مدینے والے سائیں (ﷺ) تو ہمارے روحانی باپ ہیں، ان سے بدتمیزی کرنے والے کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے؟ ــــــ میں نے ٹریکٹر وہیں چھوڑا اور ہارون کو آواز دے کر بلایا ــــــ اور اسے کہا کہ تم مدینے والے سائیں (ﷺ) کے بارے میں بدتمیزی سے باتیں کرتے ہو؟ ــــــ اور آپ (ﷺ) کے علم غیب اور حاضر وناظر ہونے کا انکار کرتے ہو؟ ــــــ اس نے کہا میں انکار نہیں کرتا ــــــ میں تو قرآن پڑھ کر سنا رہا ہوں ــــــ اس نے قرآن پاک کی آیتیں پڑھ کر سنانا شروع کر دیں ــــــ میں پڑھا لکھا آدمی تو ہوں نہیں ــــــ میں نے جتنا قرآن پڑھا ہے نیند میں پڑھا ہے ــــــ میں نے

کہا قرآن پاک میں الحمد سے لے کر والناس تک شانِ رسول کا بیان ہے —— کہنے لگا تم مشرک ہو، تم انہیں پوجتے ہو —— (معاذ اللہ!) مدینے والے سائیں کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے —— اس کا اتنا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا —— میں نے کہا تم مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات کرتے ہو؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم نے آٹھ دن پہلے اور ایک مہینے پہلے کیا کھایا تھا؟ —— کہنے لگا تم بدعتی اور مشرک ہو۔

میں نے کہا اچھا ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اس میں چھلانگ لگاتے ہیں —— جو سچا ہوگا محفوظ رہے گا اور جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا —— کہنے لگا نہیں آگ میں تو مشرک اور کافر جلیں گے —— میں نے کہا تم تو مومن ہو، تم کیوں آگ میں جانے کے لئے تیار نہیں؟ —— اتنے میں ایک دوسرا ٹریکٹر آ گیا، جس میں ہارون کے ساتھی اور رشتے دار تھے —— وہ ٹریکٹر روک کر جلدی سے ہمارے پاس آئے —— انہوں نے سمجھا کہ شاید ہارون کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے —— جب وہ ہمارے پاس آئے تو میں نے انہیں صورت حال بیان کی —— انہوں نے دونوں کی منت سماجت کی کہ جھگڑا نہ کرو اور اسے لے کر اپنے ٹریکٹر پر چلے گئے —— میں نے اپنے ٹریکٹر کی سیٹ پر بیٹھ کر نعرہ لگایا:

یا علی —— مولا علی

ہارون دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

تم مشرک ہو گئے ہو —— آؤ اب میں تمہیں آگ میں جلاتا ہوں —— اس نے زمین پر رومال بچھایا اور اس پر نفل پڑھنے لگا —— مجھے پتا نہیں تھا کہ آگ میں جانے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟ —— میں نے بھی نفل پڑھے —— پھر میں نے سوچا کہ میرا رب اور اس کے فرشتے مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں، مجھے بھی درود بھیجنا چاہیے۔

میں درود شریف پڑھنے لگا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ میرے خدا! مجھ میں ہمت نہیں ہے، میں مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت و عظمت کے لئے میں آگ میں چھلانگ لگا رہا ہوں —— مجھے آگ سے بچانا —— میرے خدا! ہماری لاج رکھنا —— ابھی ہمارے اوپر امتحان ہے —— اپنے حبیب کے لئے لاج رکھنا۔

پھر مدینے والے سائیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یاد کیا:

یارسول اللہ! یا حبیبی! یا قُرَّۃَ عَیۡنِی......!

یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ اُنۡظُرۡ حَالَنَا

یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ اِسۡمَعۡ قَالَنَا

گنبد خضراء کا تصور میرے سامنے آ گیا —— آسمان کا رنگ سبز دکھائی دے رہا تھا، پھر میں نے اپنے مرشد کو یاد کیا —— مرشد حسین ہماری مدد کیجئے! —— مرشد حسین ہمارے جلنے کا ٹائم آیا ہے —— مرشد اس لئے پکڑا جاتا ہے کہ مشکل سے بچائے —— اس سے زیادہ مشکل وقت کونسا ہوگا؟ —— عشق صادق کی کرشمہ کاری دیکھئے کہ مرشد کریم ان کے سامنے جلوہ گر ہو گئے —— کبھی دائیں، کبھی بائیں —— پرالی (گندم کاٹنے کے بعد جو نالی باقی بچتی ہے) کے انبار کو آگ لگا دی گئی —— اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے —— میں نے ہارون کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ چلو میرے ساتھ آگ میں چھلانگ لگاؤ —— اس نے کہا نہیں، پہلے تم چھلانگ لگاؤ —— مرشد نے کہا گھبراؤ نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔

میں نے آگ میں چھلانگ لگا دی اور بالکل محفوظ رہا —— ہارون کو بلایا، لیکن وہ تیار نہیں تھا —— میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آگ کے اندر کھینچ لیا —— لیکن یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ آگ نے اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا —— مرشد نے کہا: اس کا ہاتھ

چھوڑ دو ـــــ اس کا ہاتھ چھوڑتے ہی وہ چیخنے لگا ـــــ اور بھاگ کر باہر نکل گیا ـــــ اتنے میں اس کی داڑھی، قمیص اور اس کا پاؤں جل گیا تھا ـــــ اس کی شکل مسخ ہوگئی تھی ـــــ اسے دیکھنے سے خوف آتا تھا ـــــ میں پھر آگ میں داخل ہوگیا اور دو چار چھکے لگائے (چھلانگیں لگائیں) ـــــ میرے کپڑوں پر ڈیزل لگا ہوا تھا، آگ میں جانے سے وہ بھی دھل گیا۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنی دیر آگ میں رہے؟ ـــــ کہنے لگے پانچ چھ منٹ یا دس منٹ ـــــ دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی جانب آگ کا رنگ سبز تھا؟ ـــــ کہنے لگے: جوش وخروش میں مجھے اس کا ہوش نہیں تھا ـــــ تاہم دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ میری جانب آگ کا رنگ سبز اور ہارون کی جانب عام آگ کی طرح کا رنگ تھا ـــــ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ میں آگ کے اندر بھی درود شریف پڑھتا رہا تھا: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ ـــــ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مجھے آگ میں ٹھنڈی ہوا محسوس ہو رہی تھی۔[1]

اس سے بڑھ کر مسلک اہل محبت کے سچا ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ ـــــ لیکن جنہوں نے نہیں مانا وہ اس کے باوجود نہیں مانیں گے ـــــ واقعی ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔

---

[1] اس واقعے کی تفصیلات کے لئے دیکھئے مولانا ابوداؤد محمد صادق امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان کا مرتب کردہ رسالہ "محمد پناہ اور جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء" جس میں انہوں نے روزنامہ نوائے وقت، سماج اور جرأت کی خبروں کا عکس (فوٹو) شامل اشاعت کیا ہے، نیز گواہوں کے دستخطی بیانات کی فوٹو کاپی بھی شامل کی ہے، اس کے علاوہ محترم محمد پناہ نوٹانی صاحب کے خطاب اور انٹرویو کی آڈیو کیسٹ مکتبہ رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ سے حاصل کر کے سنی جا سکتی ہے۔ راقم کو یہ سب مواد عزیزم اظہر حسین صاحب (مرید حضرت حاجی ابوداؤد صاحب) نے فراہم کیا، مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ۱۲ شرف قادری

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ایمان افروز تحریر

اہل حق کا مذہب اور مشاہدہ یہ ہے کہ ایمان کی دو جز ئیں ہیں:۔

1. زبان سے اقرار: جب مومن نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرلیا۔ اپنے تمام ظاہری اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کا اس طرح تابع بنالیا کہ اپنی ظاہری گردن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پٹے سے بال برابر بھی باہر نہیں نکالا تو اس کی زبان کا اقرار سچا ہوگیا اور شریعت مبارکہ کے مطابق وہ مومن اور مسلمان ہوگیا۔

2. اس کے باوجود بھی اس سے دل کی تصدیق واقع نہیں ہوئی، یہاں تک کہ وہ ظاہری اطاعت سے ترقی کر کے اپنے دل کو ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ احکام کا فرمانبردار بنالے اور اپنی تمام خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں فنا کردے اور اپنے دل کی خواہشات کو مکمل طور پر ترک کردے۔ اپنے باطن کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور تسلیم کے سپرد کردے۔ اس وقت اس کے دل کی تصدیق سچی ہوئی، کامل ایمان حاصل ہوا اور وہ مقام طریقت میں پہنچ گیا ہے۔

پہلا مرتبہ شریعت ہے اور دوسرا مرتبہ طریقت، ان میں سے کوئی مرتبہ بھی دوسرے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، حدیث شریف: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے) کی مراد یہی دل کی تصدیق ہے۔[1]

---

[1] تقریظ ایمان افروز بر کتاب مبارک "انوار التمجید فی ادلة التوحید" مصنفہ حضرت عارف باللہ مولانا محمد انوار اللہ خاں حیدرآبادی، سابق مدیر المہام امور مذہبی، حیدرآباد دکن۔

نقشہ نعل اقدس کی برکت

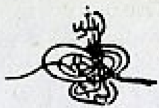
مانانوالہ کے نواحی گاؤں کوٹ نونہالی شریف میں ایک بلی بند کمرے میں کچھ کھائے پیئے بغیر 6 ماہ تک زندہ رہی، بند کمرہ جس میں کسی قسم کا کوئی سوراخ تک نہ تھا۔ جب کمرے کا دروازہ کھولا گیا تو اس نے اس دوران چار معصوم بچوں کو بھی جنم دے رکھا تھا، جن کی عمریں دس دن بتائی گئیں۔ بتایا گیا ہے کہ صوفی محمد اشرف کمرے کا دروازہ بند کرتے وقت بلی کو نکالنے کا خیال بھول گیا اور خود چھ ماہ کیلئے فروغ عشق رسول ﷺ کی تبلیغ کے سلسلہ میں نکل گیا۔ واپسی پر جب کمرے کا دروازہ کھولا تو بلی اور چار بچے حضور ﷺ کے قدم مبارک کے نقش کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔[1]

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی کی تحریر کا ایک اقتباس

ایک اور بات جو جامعہ نظامیہ رضویہ کو ملک بھر کی دیگر درسگاہوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں باقاعدہ ادارۂ تصنیف و تالیف کام کر رہا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری اس شعبے کے انچارج ہیں، جو بذات خود ایک شگفتہ نگار قلم کار ہیں اور ذوق تحقیق سے آراستہ صاحب تصنیف عالم دین ہیں۔ اب تک اس شعبے سے ایک سو پانچ تصنیفات نکل اور چھپ چکی ہیں۔[2]

۱۔ روزنامہ **دن**، لاہور مورخہ ۸ رجون ۲۰۰۱ء

۲۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور مورخہ ۹ رفروری ۱۹۹۵ء





شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی

رکن اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان

مہتمم وصدر جامعہ سراجیہ رسولیہ
اعظم آباد فیصل آباد
فون - ~~۶۱۵۶۳۶~~ ۶۹۴۳۳۷

MOHTAMIM & SADAR.
JAMIA SARAJIA RASOOLIA
AZAM ABAD, FAISALABAD.
PH: ~~615636~~ 694337

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طالعت الکتاب المسمّٰی "من عقائد اہل السنۃ" من اولہ الی آخرہ فوجدتہ کتابا احسن [illegible] التفصیل [illegible]
حیث ذکر تفصیل عقائد اہل السنۃ مبوبا ومفصلا ماخوذا من الکتاب والسنۃ واقوال علمائنا المشائخ
رحمہم اللہ [illegible] ... [illegible] والمولف الفاضل
علامہ عبدالحکیم الاعلیٰ کل مسئلۃ [illegible] ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] ابدا۔
قد احسن علی اہل السنۃ احسانا عظیما [illegible] ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] ابدا۔ آمین

ادعو اللہ الکریم ان یوفق الحکیم ویسلمہ مادام الناس

کتبہ العبد المذنب رضوی

تقریظ الامام العلامۃ غلام رسول رضوی المحدث الکبیر والاستاذ الشہیر علی الکتاب المستطاب عند اولی الالباب "من عقائد اہل السنۃ"

مِنْ عَقَائِدِ أَهْلِ السُّنَّةِ

تاليف

فضيلة الشيخ محمد عبد الحكيم شرف

مؤسسة الشرف
لاهور، پاکستان

حق چار یار

مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال
قائدین اہلسنت کی یاد میں

یوم رضا و یوم علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہما

جلسہ

۲۱ مارچ بروز بدھ مطابق ۱۵ صفر ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء بعد نماز عشا جامع مسجد انوار آباد شریف چکوال

زیر سرپرستی: حضرت حاجی فضل کریم صاحب دام ظلہ سجادہ نشین انوار آباد شریف چکوال

زیر صدارت: پیر طریقت حضرت الحاج صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب مد ظلہ للّہ شریف

اسمائے گرامی علمائے کرام

1. خطیب شعلہ بیان حضرت صاحبزادہ مولانا محمد حبیب اللہ صاحب خطیب اعظم سرائے عالمگیر
2. فاضل جلیل مفتی مولانا عبد القدوس صاحب ہاشمی خطیب گورنمنٹ کالج سرگودھا
3. حضرت مولانا سید ذاکر حسین شاہ صاحب ایم اے مدرس جامعہ ضیاء العلوم
4. فاضل گرامی حضرت مولانا قاضی نور الحق صاحب (ڈھاب قاضی)
5. مولانا اکرام الحق صاحب مدرس مدرسہ اشاعت العلوم چکوال
6. حضرت مولانا علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری صدر مدرس اشاعت العلوم چکوال
7. مولانا الحاج قاضی مظہر الحق صاحب (بھیکڑی)

زیر نگرانی: مولانا حافظ غلام ربانی صاحب ناظم مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال

مہمانان خصوصی

حضرت مولانا قاری عبید اللہ صاحب خطیب جامع مسجد بھون
جناب بدر الاسلام صاحب ہاشمی (دھگر آباد)
جناب الحاج محبوب الٰہی صاحب (چکوال)

نعت خوان: جناب نذر حسین سرکی طاہر، قاضی عبد الرب صاحب، صوفی محمد شفیع صاحب، مختار احمد صابری، زاہد محمود

الداعیان: اراکین انجمن شبان المسلمین محلہ انوار آباد شریف، چکوال

پہلی مرتبہ منظرِ عام پر

تعارف
فقہ و تصوف

تصنیف:

شیخ محقق امام اہل سنت
شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ:

شرف اہل سنت
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

الممتاز پبلی کیشنز۔ لاہور

الشیخ احمد رضا خان رحمه الله

البریلوی الهندی
شاعراً عربیاً

تالیف
ممتاز احمد سدیدی الازهری
ابن الشیخ محمد عبدالحکیم شرف القادری

مؤسسة الشرف
بلاهور باكستان

مکتبہ قادریہ، لاہور کی عربی کتب

اہل سنت وجماعت کی عربی کتب خود پڑھیں اور دنیائے عرب کے علماء کو بطور تحفہ پیش کریں

(١) الشيخ أحمد رضا خان البريلوی الهندی شاعراً عربياً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عربی شاعری پر لکھا جانے والا 720 صفحات پر مشتمل عربی مقالہ، جس پر مقالہ نگار (ممتاز احمد سدیدی ابن علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری) کو دنیا کی قدیم ترین اور عظیم یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف، مصر سے ایم۔فل کی ڈگری ملی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر عربی میں اتنی عظیم اور ضخیم شائع ہونے والی دنیا بھر میں پہلی کتاب۔

ہدیہ =/450

(٢) الزمزمة القمرية فی الذب عن الخمرية قصیدہ غوثیہ کی عربیت پر اعتراض کرنے والوں کا علمی محاسبہ
تصنیف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ عربی ترجمہ: علامہ ممتاز احمد سدیدی الازہری =/33

(٣) إقامة القيامة ﴿عربی﴾ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے مستحسن ہونے پر دلائل کا سیل رواں۔
تصنیف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ عربی ترجمہ: علامہ ممتاز احمد سدیدی الازہری =/33

(٤) تكريم ثلاثة من علماء الأزهر مصر کے تین جلیل القدر علماء کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر تحقیق کرنے کے سلسلے میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے گولڈ میڈل پیش کیا، جامعہ ازہر شریف میں منعقد ہونے والی اس تقریب کا آنکھوں دیکھا حال۔از: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

(٥) بساتين الغفران، تقریباً 800 اشعار پر مشتمل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عربی دیوان جسے جامعہ ازہر شریف (مصر) کے استاذ ڈاکٹر سید حازم محمد احمد محفوظ نے ترتیب دیا =/250

(٦) من عقائد أهل السنة: احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البريلوية" کے جواب میں قرآن وحدیث اور ارشادات علماء کی روشنی میں عقائد اہل سنت اتنے مدلل اور موثر انداز میں پیش کئے گئے ہیں کہ کسی صاحب علم کے لئے مجال انکار باقی نہیں رہتی، عرب وعجم کے ارباب علم ودانش نے اس کتاب کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے، انداز بیان مثبت اور آسان۔علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے پروقار قلم سے۔ہدیہ =/250

(٧) النبراس شرح عقائد کی مشہور اور اہم شرح از: فخر المتکلمین علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ بہترین کاغذ، طباعت۔چار کلر ڈائی دار جلد، ہدیہ =/270

ملنے کا پتا: **مکتبہ قادریہ** (محی الدین منزل) داتا دربار مارکیٹ۔لاہور: ph7226193